طریقِ محمدی

خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی

اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن یوپی

اتباع سنت نبوی اور ترک تقلید شخصی

طریق محمدی

تالیف

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڈھیؒ

تقریظ

فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

تحقیق وتعلیق

مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ
استاذ حدیث وفقہ جامعہ عالیہ عربیہ، مئو

اہل حدیث اکیڈمی مئو ناتھ بھنجن۔ یو۔ پی۔

نام کتاب: طریق محمدی

نام مؤلف: مولانا محمد صاحب محدث جوناگڈھیؒ

تحقیق و تعلیق: مولانا عبداللطیف اثری

سن طباعت سوم: جولائی ۲۰۰۸ء

کمپوزنگ: رحمان کمپیوٹر

ناشر: اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن۔

صفحات: 304

قیمت: Rs130.00

ملنے کے پتے

فہیم بکڈپو

ریحان مارکیٹ دھوبیا املی روڈ، صدر چوک، مئو

مکتبہ ترجمان، اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی

الکتاب انٹرنیشنل مرادی روڈ بٹلہ ہاؤس جامعہ نگر دہلی

چار مینار بک سینٹر۔ چار مینار مسجد، شیواجی نگر، بنگلور۔

الاثر بک سینٹر۔ پرانی حویلی، حیدرآباد۔

فہرست

ملاحظات

طریق محمدی، طبع دوم، اڈیشن ۲۰۰۱ء

☆ طریق محمدی کا یہ دوسرا اڈیشن پہلے اڈیشن سے کئی حیثیتوں سے ممتاز اور بہتر ہے۔

☆ پہلے اڈیشن کی کتابت "ان پیج 1.6 میں تھی جبکہ موجودہ اڈیشن کی کتابت "ان پیج پروفیشنل 2000" میں ہے۔

☆ موجودہ اڈیشن میں حروف اور سطروں کی مناسب سیٹنگ کی وجہ سے کتابت پہلے سے زیادہ بہتر ہے۔

☆ پہلے اڈیشن میں صفحات کی مجموعی تعداد ۳۳۶ تھی جبکہ موجودہ اڈیشن میں صفحات کی مجموعی تعداد ۳۰۴ ہے۔

☆ موجودہ اور پہلے اڈیشن میں متن اور حواشی دونوں ایک ہی ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔

☆ قارئین سے گذارش ہے کہ جب طریق محمدی کے موجودہ نسخہ کا حوالہ دیں تو "اڈیشن ۲۰۰۱ء" کی وضاحت کردیں تاکہ حوالہ تلاش کرنے والے کو زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

☆ موجودہ اڈیشن کو ہر طرح سے سنوارنے اور خامیوں سے بچانے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے، پھر بھی غلطی کا امکان باقی ہے، قارئین سے گذارش ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آجائے تو ہمیں مطلع فرمائیں، ہم آپ کے بے حد شکرگذار ہوں گے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحدیث اکیڈمی مئو نے عبقری زماں، ترجمان القرآن والسنہ خطیب الہند مولانا محمد صاحب جونا گڈھی رحمہ اللہ کی تصنیفات ''محمدیات'' کی از سر نو طباعت کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، زیر نظر کتاب ''طریق محمدی'' اسی سلسلے کی تیسری کڑی ہے، اس سے قبل دو کتابیں ''سیف محمدی'' و ''ارشاد محمدی'' زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

یہ کتاب (طریق محمدی) مولانا مرحوم کی وہ معرکۃ الآراء وانقلابی تصنیف ہے جس نے قصر محمدی پر ہونے والے تقلیدی حملوں کا بھرپور دفاع ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس نے ایوان تقلید کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے، اس کا ایک ایک حرف اتباع سنت نبوی کی تائید وحمایت میں ڈوبا ہوا اور تردید تقلید شخصی کے قوی دلائل سے مزین ہے،

مراجعہ وحواشی کا کام جماعت کے مشہور صاحب علم اور صاحب نظر عالم دین مولانا حافظ ابو سہیل انصاری کی مرہون منت ہے جن کی تحقیق کردہ کتابوں کی اہمیت وافادیت کا اقرار علمی حلقوں نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے اور ان کتابوں کو غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

''طریق محمدی'' پر جب مراجعہ وحواشی کا کام مکمل ہو گیا تو ہم نے عالم اسلام کے چوٹی کے عالم اور سیرت نبوی ﷺ پر بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم'' کے مصنف علامہ صفی الرحمن المبارکفوری حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے درخواست کی کہ اس کتاب پر تقریظ لکھ دیں، امیر محترم نے اپنی بے پناہ علمی، دینی جماعتی اور ملی مشغولیتوں کے باوجود ہماری معمولی درخواست پر ایک غیر معمولی، وقیع اور جامع تقریظ لکھی جس کے ہم بے حد شکر گذار ہیں۔

کتابت وطباعت میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے پھر بھی غلطی اور تسامحات انسان کا خاصہ ہیں، غلطی کی نشاندہی، جائز تنقید اور نیک مشورے کا خیر مقدم ہے۔

اخیر میں ہم امیر جماعت علامہ صفی الرحمن المبارکفوری صاحب حفظہ اللہ اور محشی کتاب مولانا حافظ ابو سہیل انصاری صاحب حفظہ اللہ اور اہل حدیث اکیڈمی کے جملہ رفقاء کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے تعاون، نیک مشورے اور بے پناہ ہمدردیوں کے باعث سلسلۂ محمدیات کا یہ عظیم اور نادر تحفہ سج دھج کر آپ تک پہونچ رہا ہے۔

دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

خادم کتاب وسنت

جوہر انصاری

۲۰/۲/۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ و صحبہ ومن والاہ۔ اما بعد

مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے اندر دعوت کتاب وسنت کی ماضی قریب کی تاریخ میں ایک نادرۂ روزگار شخصیت گذرے ہیں، آپ نے زبان وقلم کی قوت سے خالص کتاب وسنت کی دعوت دینے، ان کی اہمیت و حیثیت اجاگر کرنے، اور مروجہ فقہ وفتاوی کے اندر موجود بے اعتدالیوں اور خرافات کی نشاندہی اور ان کا رد کرنے میں انتہائی جرأت وبے باکی کے ساتھ وہ باکمال اور شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں جو صدیوں پر صدیاں بیت جانے کے باوجود کم ہی کسی کے حصہ نصیب میں آتے ہیں۔۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ کی کاوش قلم اور زور بیان سے صدہا دلوں کے زنگ چھوٹے، ہزارہا ہزار گم گشتگان راہ نے رشد وہدایت پائی اور کتنے ہی پاؤں کو لغزش وارتعاش کی جگہ ثبات وپختگی حاصل ہوئی، حق یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے دین کے اس بے لوث خادم نے خدمت کا حق ادا کردیا اور تھوڑی سی عمر میں وہ وہ ہمہ جہت کارنامے انجام دیے جن کے لئے لمبی لمبی عمریں ناکافی ہوا کرتی ہیں۔

کتاب "طریق محمدی" مولانا رحمہ اللہ کا ایسا ہی ایک شاہکار ہے آپ نے اس میں کتاب وسنت کے ساتھ تمسک اور ترک تقلید پر نہایت ہی فاضلانہ اور شاندار گفتگو کی ہے کتاب وسنت کے نصوص، خلفاء عظام اور صحابہ کرام کے

ارشادات، تابعین وتبع تابعین، محدثین ومجتہدین، ائمہ دین اور ان کے متوسلین اور اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے فرمودات اور خود فقہی کتابوں کے حوالجات سے اس قدر پر زور دلائل وبراہین جمع کردیے ہیں اور ان کی ایسی شرح وتوضیح کردی ہے کہ وہ قابل دید وشنید اور مجروح تقلید دلوں کے لئے شفائے مرہم ہے، فجزاہ اللہ عنا وعن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

مولانا رحمہ اللہ کی تصانیف محمدیات کے نام سے معروف ہوئیں، اور آپ کی زندگی ہی میں متحدہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیل پھیل کر منارۂ رشد وہدایت ثابت ہوئیں۔ لیکن ہندوستان کے آزاد ہوتے ہی اچانک حالات نے ایسی کروٹ لی کہ سارا کام ٹھپ ہو کر رہ گیا۔ پھر حالات برجا ہوئے۔ آپ کی تصانیف کو زندہ کرنے کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ اور کسی کسی نے کچھ کام کیا بھی لیکن غیر منظم اور غیر موثر۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اہلحدیث اکیڈمی مئو نے نہایت منظم انداز سے مراجعہ وتحقیق کے بعد آپ کی ان تصانیف کو منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یکے بعد دیگرے متعدد کتابیں شائع بھی کردی ہیں۔ لہذا ہم ذمہ داران اہل حدیث اکیڈمی کو ہدیہ تحسین وتبریک پیش کرتے ہیں اور رب جلیل سے دعا گو ہیں کہ انہیں اس کام کی اور ہر کار خیر کی توفیق ارزانی کرے۔ اللہ ولی ذلک والقادر علیہ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وبارک وسلم

صفی الرحمن المبارکفوری	حسین آباد مبارک پور
(امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند)	۲۰/ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

☆☆☆

اپنی بات

تقریبا تین سال پہلے کی بات ہے میرے ایک عزیز مولانا محمد صاحب جوناگڈھی رحمہ اللہ کی ایک کتاب لے کر میرے پاس آئے اور اس کی طباعت کا عزم ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کے حوالے جدید طبع شدہ کتابوں سے مرتب کردیں، عزیز موصوف کی نوعمری اور ان کے محدود ومختصر کاروبار کے پیش نظر مجھے یقین تونہیں آیا کہ وہ اس بڑے کام کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ لیکن ان کی دلجوئی کے لئے کتاب کو رکھ لیا، تھوڑے دنوں کے بعد عزیز موصوف اپنے عزیز کے ساتھ دوبارہ وارد ہوئے اور یہ جاننا چاہا کہ کام کی رفتار کیا ہے اور اب تک کتنا کام ہوا ہے، میں ان کے جذبہ وشوق اور اسلاف کے علمی کارناموں کو زندہ رکھنے کا عزم جواں اور ان کی بیدار مغزی پر متحیر تو ہوا ہی مگر بے حد مسرت بھی ہوئی اور ان کے اس عزم وشوق کی تکمیل میں ہاتھ بٹانے کا پختہ وعدہ کرلیا۔

اتفاق سے انہیں دنوں یہاں مسلکی تشدد پھوٹ پڑا اور اس میں اتنی شدت آئی کہ فقہ واصول فقہ کے خودساختہ اصول ومسائل کے پرپیچ زلف وگیسو درست کرنے والے مفتی وشیخ الحدیث کے خوشنما لیبل کے ساتھ خم ٹھونک کر میدان میں کود پڑے اور حدیث کے استہزاء ومذاق سے اپنی دوکان کا افتتاح کردیا، اور اپنے معتقدین کو فقہ کے منزل من اللہ ہونے کا یقین دلانے کے لئے مداری کو بھی مات کردیا، اہل حدیث علماء کی کتابوں کو خلاف کتاب وسنت اور فقہ کے مسائل کو عین قرآن وحدیث کے مطابق بتا کر اپنے کاروبار کو چمکالیا۔

ایسے حالات میں مولانا محمد صاحب جوناگڈھی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتابوں ''محمدیات'' کی ازسرنو طباعت کی ضرورت مجھے بھی شدت سے محسوس ہوئی کیونکہ جس

دلسوزی، محبت، خلوص اور داعیانہ ومومنانہ انداز میں یہ کتابیں لکھی گئی ہیں اس کی مثال کم ہی ملتی ہے، اس میں دلوں کو اپیل کرنے کی صلاحیت بھی ہے اور بے چین دلوں کے لئے راحت کا سامان بھی ہے۔

لیکن قدیم طبع کی کتابوں کی اسی طرز پر اشاعت اس اعتبار سے زیادہ مفید نہیں تھی کہ اس میں حوالے ان کتابوں سے درج کیے گئے ہیں جو مصر وبیروت میں چھپی تھیں اور اب ان میں سے اکثر ناپید نہیں تو کمیاب ضرور ہیں اور صرف لائبریریوں کی زینت ہیں، اور خطرہ یہ تھا کہ فریب پسند وحیلہ جو حنفی علماء اپنے معتقدین کو یہ کہہ کر مطمئن کردیں گے کہ یہ سب ہمارے اوپر الزام ہے کتاب میں مرقوم جلد وصفحہ میں ان باتوں کا وجود نہیں ہے۔

چنانچہ اسی داعیہ وضرورت کے پیش نظر کام شروع ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں سلسلہ محمدیات کی دو کتابیں، ارشاد محمدی (حنفیہ مقلدین کیلئے لمحہ فکریہ) و''سیف محمدی'' (حنفی مذہب کا برہنہ فوٹو) جدید حوالجات سے مزین ہوکر منظر عام پر آگئیں اور اب اسی سلسلے کی تیسری کڑی زیر نظر کتاب ''طریق محمدی'' بھی ہے، اس کتاب میں مصنف نے اتباع سنت نبوی کی اہمیت وفوائد پر سیر حاصل بحث کی ہے اور تقلید شخصی کے خلاف کتاب وسنت ہونے کے علاوہ دنیا ہی میں اس کے عظیم نقصانات کو بھی واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ احناف صحیح معنوں میں امام ابوحنیفہ کے مقلد نہیں ہیں۔ اور اگر بعض مسائل میں ہیں بھی تو ان کے ساتھ ہی ساتھ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دیگر لوگوں کے بھی مقلد ہیں۔

میں نے اس کتاب میں آیات قرآنی پر اعراب کے ساتھ ساتھ آیت وسورہ کا نمبر بھی لکھا ہے تاکہ پڑھنے اور تلاش کرنے میں آسانی ہو، احادیث واقوال کے پرانے حوالہ کو باقی رکھتے ہوئے جدید طبع شدہ کتابوں سے مع جلد وصفحہ حوالہ درج کیا ہے جہاں حوالہ موجود نہیں تھا وہاں پر نیا حوالہ لکھا ہے کتابت کی غلطیوں اور دوسرے

تسامحات کی تصحیح کی ہے، مصنف نے جہاں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے اگر ضرورت محسوس ہوئی ہے تو اصل عربی عبارت کو بھی نقل کیا ہے، جو کتابیں دستیاب نہیں ہوسکی ہیں ان میں موجود اقوال کو دوسری کتابوں سے نقل کر دیا ہے اور کہیں کہیں شواہد پر اکتفا کیا ہے جن احادیث وآیات، واقعات واقوال اور مسائل فقہ کی جانب مصنف نے صرف اشارہ کیا ہے اس کو صراحت کے ساتھ لکھ دیا ہے، مقلدین جہاں جہاں سے کتاب وسنت کے مضبوط قلعہ میں دراندازی ونقب زنی کی سعی لاحاصل کر سکتے تھے وہاں مضبوط دلائل سے اس کے اردگرد حصار کھینچ کر حفاظت کا مکمل انتظام کیا گیا ہے۔
فقہاء نے کسی مسئلہ میں اگر ضعیف، بے اصل حدیث سے استدلال کیا ہے تو اس کے ضعیف بے اصل ہونے کی جانب اشارہ کر دیا گیا ہے، علاوہ ازیں موضوع سے متعلق بہت سے مفید حواشی بھی کتاب کی زینت ہیں۔

توقع ہے کہ ارشاد محمدی وسیف محمدی کی طرح یہ کتاب بھی علمی وجماعتی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور احقاق حق کا فریضہ انجام دے گی۔

میں شکر گذار ہوں اپنے عزیز موصوف کا جنھوں نے باصرار مجھے اس کام کی رغبت دلائی اور اس سلسلے میں پیش آنے والے مسائل پیچیدگی اور مشکلات کو آسان بنانے میں ہر ممکن تعاون سے گریز نہیں کیا، ساتھ ہی ساتھ اہل حدیث اکیڈمی مئو کے جملہ ذمہ داران کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے اس علمی کتاب کی طباعت کا انتظام کیا

وماتوفیقی الا باللہ علیہ

ابوسہیل انصاری

20.2.2000

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اول وآخر تو ہی ہے سب سے خلاق انام
پاک ہے بے مثل ہے بس ذات تیری لاکلام
سب سے آخر میں ہوئے پیغمبر آخرزماں
یاالٰہ العالمین ان پر صلوٰۃ ان پر سلام

مسلمانو! یوں تو پروردگار عالم کی بے شمار نعمتیں ہمارے پاس ہیں، اور ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر اس کی رحمتیں ہم پر نازل ہوتی رہتی ہیں مگر ان سب میں بڑی نعمت اور اعلیٰ رحمت خاتم الانبیاء، برگزیدہ خدا، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجنا اور آپ کے ہاتھ پر اپنے پسندیدہ دین کو پورا کرنا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (۱)
یعنی اے مسلمانو! آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کر لیا۔ یہ آیت ۹ھ ذی الحجہ کے مہینہ میں میدان عرفات میں عرفہ کے دن نازل ہوئی اس کے بعد آپ صرف دو ماہ دنیا میں رہے اس عرصہ میں وحی تو آتی رہی لیکن احکام اسلامی نازل نہیں ہوئے آپ کی نبوت سے جو غرض تھی یعنی دین اسلام کو کامل مکمل کرنا جب وہ پوری ہو چکی تو حبیب خدا وہ پورا کامل اور غیر ناقص دین ہمیں سونپ کر واصل بخدا ہو گئے اور امت کو وصیت کر گئے کہ ”ترکت فیکم امرین لن

(۱) المائدہ ۵/۳

تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ" (مؤطاامام مالک)(۱) یعنی میں تمہیں دوچیزیں ایسی سونپ چلا ہوں کہ جب تک انہیں مضبوط تھامے رہوگے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوؤ گے ایک کتاب اللہ دوسری سنت رسول اللہ یعنی قرآن وحدیث، انہیں دوچیزوں پر دین اسلام کامل اور تمام ہوا۔ اختلافِ امت جوآخری زمانے میں ہوگا اس کا نقشہ کھینچ کر آپ نے فرمایا کہ اس وقت برحق وہ جماعت ہوگی "الذی اناعلیہ الیوم واصحابی" جواس پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں (شفاء قاضی عیاض جلد۲ص:۱۰)(۲) پس جوقرآن وحدیث میں ہے، شریعت ہے ۔

جوآگیازباں پہ سخن ناز ہوگیا - تل جو پڑا جبیں پر وہ انداز ہوگیا

یہی دوچیزیں آپ امت کوعمل کے قابل بتاکر دنیا سے تشریف لے گئے، آپ کے انتقال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس یہی دوچیزیں عمل کے لئے تھیں۔ تابعین اور تبع تابعین کا تعامل بھی انہی دوچیزوں پر رہا، خیرالقرون والے انہی دوچیزوں کے مطابق اپنا عمل عقیدہ رکھتے تھے۔ نہ کسی تیسری چیز کی انہیں ضرورت محسوس ہوئی نہ کوئی تیسری چیز انھوں نے ایجاد کی، نہ کوئی تیسری چیز دین میں کھپ سکتی تھی، نہ کوئی تیسری چیز ان دوچیزوں کے مقابلہ میں آسکتی تھی، حجت تامہ اور دلیل مستقل صرف یہی دوچیزیں مانی جاتی تھیں،

(۱) مؤطا امام مالک (مکتبہ تھانوی دیوبند) النھی عن القول فی القدر ص:۳۶۳- مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص: ۳۱

(۲) پوری حدیث اس طرح ہے "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال المتمسک بسنتی عند فساد امتی لہ اجر مائۃ شھید وقال ان بنی اسرائیل افترقوا علی اثنتین وسبعین ملۃ وان امتی تفترق علیٰ ثلاث وسبعین کلھا فی النار الا واحدۃ قالوا ومن ھم یارسول اللہ قال الذی انا علیہ الیوم واصحابی.
(شفاء قاضی عیاض ج۲ص:۱۰مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

اور یہی دوچیزیں اس قابل بھی تھیں۔ ان تینوں زمانوں کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" (ترمذی)(۱) یعنی سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد والا اس کے بعد، اور اس کے بعد والا تیسرے درجہ پر، صحابہ تابعین اور کل ائمہ دین عامل سنت تھے وہ سنت کے ہوتے ہوئے نہ توکسی کے قول پر عمل کرتے تھے نہ اسے ٹٹولتے تھے بلکہ اس کی طرف آنکھ اٹھاکر دیکھتے بھی نہ تھے وہ "یک درگیر ومحکم گیر" کے عامل تھے فی الحقیقت تعلیم نبوی بھی یہی تھی، چنانچہ ارشاد ہے "لو کان موسی حیا ماوسعہ الا اتباعی" (مسند احمد)(۲) یعنی آج اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے توانہیں بھی بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے "لو بدالکم موسیٰ واتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل" (دارمی)(۳) یعنی میری نبوت کے زمانے میں اگر موسیٰ علیہ السلام بھی

(۱) ترمذی ج۲ص:۴۶ باب ماجاء فی القرن الثالث اورص:۵۶ ابواب الشھادات میں "خیرالقرون" کے بجائے خیرالناس قرنی ہے. بخاری ج ۱ ص: ۵۱۴ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ میں خیرامتی قرنی ثم الذین یلونھم اور بخاری ج ۱ ص: ۳۶۲ کتاب الشھادات کی ایک روایت میں خیر کم قرنی ہے۔ مسند احمد ج۱ص:۴۱۷ میں "خیر الناس اقرانی اور ابن ماجہ ج۲ص:۷۹۱ کتاب الاحکام میں "ای الناس خیر قال قرنی ثم الذین یلونھم" کے الفاظ ہیں۔

(۲) مسند احمد ج ۳ ص: ۳۸۷ - ابن حبان بحوالہ کنزالعمال ج ۱ ص: ۱۸۰ الاعتصام بالکتاب والسنۃ

(۳) پوری حدیث اس طرح ہے ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ بنسخۃ من التوراۃ فقال یارسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرا ووجہ رسول اللہ ﷺ یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ماتری بوجہ رسول اللہ ﷺ فنظر عمر الیٰ وجہ رسول اللہ ﷺ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ ومن غضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ ﷺ والذی نفس محمد بیدہ لوبدالکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی (سنن دارمی ج ۱ ص: ۱۲۶ باب مایتقی من تفسیر النبی ﷺ وقول غیرہ عند قولہ) =

آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے فرمان کو مانو اور ان کی تابعداری کرو تو یقیناً تم سب گمراہ اور بے دین ہو جاؤ، نہ صرف موسیٰ علیہ السلام بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے روز میثاق میں عہد اور وعدہ لیا جاتا ہے کہ اگر تمہارے زمانہ میں میرے پیغمبر آخر الزماں آجائیں تو تمہیں ان پر ایمان لانا پڑے گا اور ان کی مدد کرنی پڑے گی۔ چنانچہ وہ سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں خداوند عالم اسی کو فرماتا ہے ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ﴾(۱) ان لوگوں پر افسوس ہے جو ایسے بڑے جلیل القدر پیغمبر کی امت میں ہو کر تیری میری باتیں مانتے چلے جائیں موسیٰ جیسے عالیشان کلیم اللہ کو تو ان کی تابعداری بغیر چارہ نہ ہو، اتنے بڑے بزرگ پیغمبر کی باتیں ماننے والا تو بہکا ہوا اور بے دین سمجھا جائے پھر جو امتیوں کی باتیں مانتا چلا جائے، بلکہ ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض وواجب سمجھے اس کا کیا حال ہوگا؟

مسلمانو! تمہارا امام تو قرآن ہے پھر تم اس کے سوا دوسرے کسی کو امام بنا کر اس کی تمام باتیں مان کر فرمان رسول ﷺ کا خلاف کیوں کرو۔ سنو! رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "علیکم بالقرآن فاتخذوہ اماما" (۲) (جامع صغیر للسیوطی

= مسند احمد ج ۳ ص: ۴۷۱ پر یہ روایت یوں ہے "والذی نفسی بیدہ لو اصبح فیکم موسی ثم اتبعتموہ وترکتمونی لضللتم انکم حظی من الامم وانا حظکم من النبیین" اس روایت کو حاکم نے الکنی طبرانی نے الکبیر اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے (بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص: ۱۸۰)

(۱) آل عمران ۳/ ۸۱

(۲) پوری حدیث اس طرح ہے "علیکم بالقرآن فاتخذوہ اماما وقائدا فانہ کلام رب العالمین الذی ھو منہ والیہ یعود فآمنوا بمتشابہہ واعتبروا بامثالہ" (ضعیف الجامع الصغیر للشیخ الالبانی ص: ۳۷۶۵)

ج ۲ ص: ۵۳) یعنی قرآن پر عمل کیے چلے جاؤ اور اسی کو امام سمجھو، ایسا امام جس کے کل احکام لائق اتباع ہوں، قرآن کریم ہی ہے۔

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا - سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

بھائیو! صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بابرکت زمانوں کے گذرنے کے بعد جہاں دین خدا میں اور بہت سی بدعتیں ایجاد ہوئیں، وہاں ایک تقلید شخصی بھی نکلی قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں " فان اھل السنة والجماعة قد افترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة علی اربعة مذاھب (۱) یعنی تیسری یا چوتھی صدی میں اہل سنت ان چار مذہبوں کے پابند ہوئے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مستند کتاب حجۃ اللہ البالغہ ص: ۱۲۲ میں لکھتے ہیں "ان اھل المائة الرابعة لم یکونوا مجتمعین علی التقلید الخالص علی مذھب واحد" (۲) یعنی چوتھی صدی والے بھی کسی شخص خاص کی تقلید پر مجتمع نہیں تھے، اسے جاری ہوئے جب چار سو سال گذر گئے تو ۸۰۱ھ میں خاندان جراکسہ کے ایک بادشاہ سلطان ناصر فرح ابن برقوق نے مکہ شریف میں چار مصلے قائم کر کے ہر ایک کی الگ الگ راہ خود قائم کردی اور اپنے ہاتھوں اپنے دین کے ٹکڑے کر لئے۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

یہ ایک تاریخی شہادت ہے جس سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں، اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ چاروں مذاہب مالکی، حنفی، حنبلی، شافعی، چار سو برس کے

(۱) تفسیر مظہری ص: ۶۴ ج ۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص: ۱۵۲، (مکتبۃ اشرفیہ دیوبند) اسی صفحہ میں یہ مضمون اس طرح بھی مرقوم ہے "ان الناس کانوا قبل المائة الرابعة غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذھب واحد بعینہ" چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی ایک شخص خاص کی تقلید پر مجتمع نہیں تھے۔

بعد مسلمانوں میں پہلے، چار سو برس تک کے مسلمان ان سے دور تھے، ان کا تعامل براہ راست قرآن وحدیث پر تھا اور ان سب کی نسبت خدا کے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف تھی، عمل کے لحاظ سے وہ اہل حدیث تھے اور نسبت کے لحاظ سے وہ محمدی تھے، حنفیت، شافعیت وغیرہ کے جھگڑوں جھمیلوں سے وہ بہت دور تھے، اس نا اتفاقی اور پھوٹ نے اس فرقت اور اختلاف نے ان میں کوئی راہ نہیں پائی تھی، ابوداؤد شریف جلد رابع مع عون المعبود کے ص: ۳۸۲ باب فی الحوض میں ہے (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس جاتے ہیں جو اہل کوفہ کا امام ہے جس نے قتل حسینؓ میں پوری بے حیائی کے ساتھ زبردست حصہ لیا تھا تو وہ انہیں دیکھ کر کہتا ہے لو محمدی آ گیا۔ لیکن وہ اس جملہ کو بطور طعنہ کے استعمال کرتا ہے، جس سے صحابی رسول ﷺ بہت برافروختہ ہوتے ہیں اور نہایت رنج سے فرماتے ہیں افسوس! وہ زمانہ آ گیا کہ لوگ محمدیت کو بھی باعث عار سمجھنے لگے (۲)۔ تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی جلد اول مطبوعہ نول کشور ص: ۱۴۱ میں ہے کہ "عہد نبوی میں صحابہ کرام کو محمدی کہا گیا" اسی طرح اہل حدیث کا لقب بھی صحابہ کرام کے زمانے سے چلا آتا ہے۔ کتاب شرف اصحاب الحدیث ص: ۲۱ میں امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابوسعید خدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ آپ طالبان حدیث سے فرمایا کرتے تھے مرحبا مرحبا ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں مرحبا کہنے کی وصیت کی ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تمہیں عزت کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک کریں اور حدیث سنائیں سمجھائیں تم ہی ہمارے خلیفہ ہو اور تم ہی

(۱) ابوداؤد ج ۲ ص: ۶۵۳ باب فی الحوض (مکتبة اشرفية ديوبند)

(۲) الفاظ یہ ہیں فلما راه عبيدالله قال : ان محمد يكم هذا الدحداح ففهمها الشيخ فقال ما كنت احسب انى ابقى فى قوم يعيرونى بصحبة محمد ﷺ

ہمارے بعد **اہل حدیث** ہو۔ (۱) پس صاف ظاہر ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں لوگ محمدی اور اہل حدیث کہلواتے تھے۔ (۲) لیکن چار سو برس کے بعد تقلیدی بدعت نے سر اٹھایا اور بھلی شکل اختیار کر کے مسلمانوں کو پھانس لیا، انھوں نے نبی کریم ﷺ کی نورانی احادیث کی جگہ امت کے چار اشخاص کے اقوال اور ان کی رائے قیاس کو دیدی، نہ صرف اتنا ہی بلکہ اپنی نسبت بھی اپنے نبی فداہ ابی وامی کی جانب سے ہٹا کر ان امتیوں کی طرف کر لی، یعنی بجائے محمدی کہلوانے کے حنفی شافعی مالکی حنبلی کہلوانے لگے، شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ آج ہمارے زمانے میں نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرنے والا، فقط قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا، لامذہب اور بے دین سمجھا جانے لگا، اور اسلام کا معیار فقط یہی رہ گیا کہ بزرگوں کے اقوال اور ان کی رائے قیاس کو بات بات میں ٹٹولنا اور آنکھیں بند کر کے ان پر عمل کر لینا، جس شاہ راہ پر پیغمبر خدا ﷺ امت کو چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے تھے، افسوس! اسے امتیوں نے چھوڑ دیا، بلکہ اس سے اس قدر نا آشنا ہو گئے کہ آج فقط قرآن وحدیث پر عمل کرنا، صرف اسی کی تابعداری کرنا مسلمانوں میں ایک بہت بڑا ناقابل معافی گناہ سمجھا جانے لگا اور ایسی جماعت کو نت نئے طعنوں کا ہدف بنالیا۔

(۱) عن ابى سعيد الخدرى انه كان اذارأى الشباب قال مرحبا بوصية رسول الله ﷺ امرنا رسول الله ان نوسع لكم فى المجلس وان نفهمكم الحديث فانكم خلوفنا واهل الحديث بعدنا (شرف اصحاب الحديث ص: ۲۱) مطبوعه محبوب المطابع دهلى- المدخل للبيهقى حديث نمبر ۶۲۴ وكذا رواه الرامهرمزى فى المحدث الفاصل ص: ۱۷۵ .

(۲) امام شافعی کہا کرتے تھے "كلما رأيت رجلا من اصحاب الحديث فكانما رايت رجلا من اصحاب النبى ﷺ (المدخل للبيهقى ص: ۳۹۱) میزان شعرانی ج ۱ ص: ۶۵ میں امام شافعی کا یہ قول اس طرح مرقوم ہے" اذا رأيت صاحب حديث فكانى رأيت احدامن اصحاب رسول الله ﷺ "

کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے
ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے

جب تک ہمارے اچھے دن رہے، جب تک ہم میں اصل اسلام رہا، جب تک ہمارے دل میں نور اور آنکھوں میں سرور رہا، جب تک دل و دماغ کسی قابل رہے، تب تک تو صرف انہیں دو چیزوں پر قناعت کئے بیٹھے رہے، لیکن کچھ زمانہ کے بعد جس طرح بنی اسرائیل من وسلویٰ سے گھبرا کر لہسن، پیاز طلب کرنے لگے تھے، ہم نے بھی فقہاء کے اقوال اور اماموں کی رائے قیاس کی جستجو شروع کر دی، پس جس طرح بنی اسرائیل سے من وسلویٰ چھین لیا گیا اسی طرح ہم سے بھی قرآن وحدیث کی محبت وعظمت سلب کر لی گئی، آج فقط قسمیں کھانے اور تبرک کا گھر میں رکھنے اور تول کر گیہوں دینے یا اسقاط کرنے کے لئے تو قرآن کام آجائے، حدیث کی کتاب ڈھونڈھ لی جائے لیکن عمل کے وقت وہی رائے قیاس کے مجموعے، وہی امتیوں کے بے دلیل اقوال کے دفاتر کھولے جائیں، حدیث رد ہو جائے تو کان پر جوں بھی نہ رینگے، لیکن فقہ کی ایک جزئی کا چھوڑنا ایمان سے دست برداری کرنا سمجھا جائے، رسول اللہ ﷺ کی طرف بھولے سے بھی نسبت نہ کی جائے مگر امام کی طرف سے نسبت ہٹانا بے دینی کہا جائے آہ! کسی رسول کی امت نے یہ تو نہ کیا تھا جو اس امت نے کیا، اور خوب دھوم سے کیا، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا پوچھتے ہو داغ جگر میں کہاں کے ہیں
کچھ آپ کے دیئے ہوئے کچھ آسماں کے ہیں

اس میں کچھ شک نہیں کہ اگلی امتوں نے بھی اتنا تو کیا تھا کہ رائے قیاس کے پیچھے لگ گئے تھے، جو ان کی گمراہی کا ذریعہ بنا، چنانچہ ابن ماجہ ج ۱ ص: ۷ اور بزار میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''لم یزل امر بنی اسرائیل معتدلا حتی نشا فیھم المولدون ابناء سبایا الامم ...

بالرای فضلوا واضلوا'' (۱) یعنی بنی اسرائیل حق پر رہے لیکن جب رائے قیاس کے پیچھے پڑ گئے گمراہ ہو گئے اور پھر اوروں کو بھی گمراہ کرنے لگے یہی حال اس امت کا بھی ہوا کیونکہ حضور ﷺ فرما گئے تھے کہ تمہاری حالتیں بھی اگلوں جیسی ہو جائیں گی (بخاری) (۲) تھوڑے وقت تک تو ہم قرآن وحدیث ہی کے تابعدار رہے لیکن پھر ہم بھی رائے قیاس کے پیچھے لگ کر نور خدا سے الگ ہو کر ضلالت کی اندھیروں میں گھر گئے، مثنوی مولوی روم دفتر ۴ ص: ۴۴۹ میں ہے۔

صد دلیل آرد مقلد در بیاں - از قیاسے گوید اورا نیز عیاں

یعنی مقلد گو اپنی زبانی سو دلیلیں بیان کر دے، لیکن ظاہر ہے کہ جو کچھ کہے گا رائے قیاس سے ہی کہے گا۔

پیغمبر اسلام علیہ التحیہ والسلام نے ایک حدیث میں بطور پیشن گوئی ایک عجیب بات ارشاد فرمائی ہے، ہے کوئی؟ جو اس کے سمجھنے اور واقعہ کے ساتھ تطبیق دینے اور پھر برائی سے بچنے کی کوشش کرے؟

این نامہ عاصی را نا خواندہ مکن پارہ   بیچارہ رقم کردہ است از خون جگر چیزے

ابن ماجہ مصری جلد اول ص: ۵ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''کنا عند النبی ﷺ فخط خطا وخط خطین عن یمینہ وخط خطین عن یسارہ ثم وضع یدہ فی الخط الاوسط فقال ھذا سبیل اللہ ثم تلا ھذہ الآیۃ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ'' (۳)

یعنی ایک مرتبہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ایک

---

(۱) ابن ماجہ میں فافتوا کے بجائے فقالوا ہے ابن ماجہ ج ۱ ص: ۲۱ (مطبع دیوبند)
(۲) لتتبعن سنن من کان قبلکم بخاری ج ۲ ص: ۱۰۸۸ کتاب الاعتصام باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم۔
(۳) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۲۰

سیدھی لکیر کھینچی ، اوراس کی داہنی جانب دولکیریں بائیں طرف دولکیریں
اور کھینچیں اس طرح پھر بیچ کی سیدھی لکیر پر ہاتھ رکھ کرفرمایا، کہ
خدائے تعالیٰ کا سیدھا راستہ یہی ایک ہے پھر آپ نے یہ آیت
تلاوت فرمائی ﴿وَاَنَّ هٰذَا الخ...... ﴾(۱) یعنی خدا کی سیدھی راہ یہی ایک
ہے اسی پر چلو اور ادھر ادھر کی چاروں راہوں میں سے کسی راہ پر نہ چلو ورنہ راہ
راست سے بھٹک جاؤ گے۔

چوں در ہمہ جا عکس رخ یار تواں دید = دیوانہ نیم من کہ روم خانہ بہ خانہ

مسلمان بھائیو! قرآن کریم نے ہمیں فرمایا ہے ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾(۲)

یعنی کیا اب تک ایمان داروں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر اللہ اور نازل شدہ حق سے پگھل جائیں؟ اور وہ ان لوگوں جیسے نہ ہوجائیں جو ان سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے لیکن کچھ زمانہ گذرنے کے بعد ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں کے اکثر حکم خدا سے نکل گئے۔ پس ہمیں بنواسرائیل کی سی چال چلنے سے اور کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے اس کے احکام سے ادھر ادھر ہونے سے قرآن کریم نے روکا۔ بنواسرائیل جن کی اس مذموم روش پر چلنے سے ہمیں روکا گیا وہ روش کیا تھی؟ یہ تفسیروں میں صاف موجود ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۹ ص: ۴۰۰ میں ہے کہ ان کی روش یہ ہوگئی تھی کہ "اقبلوا علی الآراء المختلفة والاقوال الموتفكة وقلدوا الرجال فی دین الله واتخذوا احبارهم ورهبانهم

(۱) ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (الانعام ۶/۱۵۴)

(۲) الحدید ۵۷/۱۶

اربابا من دون الله " یعنی انھوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر بزرگوں کی مختلف رایوں اور ان کے از خود ایجاد کردہ قولوں کی تابعداری شروع کردی، انھوں نے شرعی مسائل میں اپنے ائمہ کی تقلید کرنی جاری کرلی، اور اپنے علماء اور فقہاء کو سوائے خدا کے رب بنالیا، مسلمانوں کو اس آیت میں اس مذموم طریقے پر چلنے سے روکا گیا لیکن افسوس! کہ مسلمانوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے الگ ہونے کے تھوڑے ہی زمانے بعد اسی روش کو اختیار کرلیا، وہی بزرگوں کی رائیں، فقہاء کے اقوال، اماموں کی تقلید انھوں نے بھی شروع کردی۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر جب کچھ زمانہ گذر گیا اور ان کے دل سخت ہوگئے تو انھوں نے اپنی طرف سے اپنی رائے قیاس سے مسائل نکالے اور انہیں بصورت کتاب لکھ لئے، جن میں کے اکثر کتاب اللہ کے صریح خلاف تھے، پھر انہی مجموعے کو دین سمجھنے لگے اور انہیں کتابوں پر عمل درآمد کرنے لگے بلکہ اوروں سے بھی انہی کے منوانے کے درپے ہوگئے، یہاں تک کہ اکثریت اور جمہوریت اسی پر ہوگئی، معدودے چند اللہ کے خاص بندے ایسے رہ گئے جو وحی خداوندی پر چپٹے رہے تو ان لوگوں نے آپس میں ایک شوریٰ کیا کہ آؤ اپنے مذہب کی تبلیغ اب بہ جبر شروع کردیں جو اسے مانے وہ ہمارا، جو نہ مانے اس سے اپنا دین منوادیں اور پھر بھی نہ مانے تو قتل کردیں، چنانچہ ایسا ہی کیا۔

مسلمانو! للہ عبرت حاصل کرو، آج وہی روش ہم میں آگئی کیا ہدایہ، شرح وقایہ، عالمگیری، کنز، قدوری، درمختار، ردالمختار وغیرہ کے مجموعے خدا کی طرف سے ہیں؟ کیا ان میں رائے قیاس نہیں؟ کیا ان کے اکثر و بیشتر مسائل از خود ایجاد کردہ نہیں؟ کیا آج ان کتابوں کی طرف اوروں کو نہیں بلایا جاتا؟ کیا تقلید اور فقہ کو منوانے کے لئے پوری کوشش نہیں کی جاتی؟ کیا جبر و دباؤ کو کام میں نہیں لایا جاتا؟ اگر سلطنت کی ذرا شہ ہوجائے تو آج ان کے نہ ماننے والوں کا قتل بھی شروع

ہوجائے ,لیکن وہاں تو قانون روکتا ہے اس لئے بے بسی ہے، پس میں آپ سے کہوں گا کہ اگلوں کی طرح نہ ہوجاؤ اور رسول غیر رسول میں امتیاز کرو۔ اور اے اہل حدیث بھائیو! اگر آپ کو ترک تقلید اور ترک کتب فقہ کے باعث کوئی تکلیف پہونچے تو صبرو سہارے سے برداشت کرو اور کہہ دو۔

برو ایں دام برمرغ دگر نہ   کہ عنقا رابلند است آشیانہ

رسول اکرم ﷺ نے بنواسرائیل کے اس تفرقے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے ان کی یہ باتیں نہ مانیں انھوں نے انہیں قتل کرایا ،آروں سے چروایا، آگ میں جلایا، لیکن وہ لوگ ان سب عذابوں کو سہہ گئے اور خدا کے عذابوں سے نجات حاصل کرگئے ، ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۹ ص: ۴۰۶، آج ہندوستان میں بحمد للہ ان کے بس میں قتل وغارت تو نہیں لیکن تاہم جو مظالم دین خدا پر قائم رہنے میں برداشت کرنے پڑیں انہیں شوق سے سہلو جس طرح مدتوں سے سہتے چلے آئے ہو۔

آفت کا نشانہ ہی رہے ہم تو زمیں پر =جو سنگ جفا چرخ سے ٹوٹا سو ہمیں پر

سنو! اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک زبان سے بشارت سنو، فرماتے ہیں "من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد" (۱) جو شخص اس وقت میری سنت پر جمارہے جس وقت میری اور امت اس سے ہٹی ہوئی ہو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا ، یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اسے بڑے بڑے کچوکے کھانے پڑیں گے، بڑے طعنے سننے پڑیں گے، بڑے دکھ برداشت کرنے پڑیں گے، کوئی اسے وہابی کہے گا، کوئی لامذہب بتائے گا، کوئی نجات سے محروم قرار دے

(۱) بیهقی کتاب الزهد بحواله مشکوۃ ص: ۱۳۰ اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف جدا کہا ہے اور اسی مضمون کی دوسری حدیث جسے ابونعیم نے حلیہ میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے "المتمسک بسنتی عند فساد امتی له اجر شهيد" اس کو بھی ضعیف کہا ہے دیکھئے سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ج ۱ ص: ۳۳۳-۳۴

گا، کوئی مسجدوں سے روکے گا، کوئی برادری سے خارج کرے گا، غرض اس کے دل میں ایک نہیں کئی کئی ناسور پڑجائیں گے، دنیا اس کے خلاف ہوگی، مخلوق اس کی ایذارسانی کے درپے ہوگی، وہ نت نئی مصیبتوں کا شکار ہوگا وہ زبان حال سے پکارتا ہوگا۔

مرے زخم جگر کو دیکھ کر جراح یوں بولے
لگائیں کس جگہ مرہم بھریں کس کس جگہ ٹانکا

بالخصوص ان کے جوحق گو علماء ہونگے ان کے مصائب کا تو اندازہ مشکل ہے ، ہروقت ان کی جان خطرے میں ہوگی، ہروقت وہ اپنی عزت سے ہاتھ دھوئے ہوئے ہونگے ، ہروقت وہ دشمنوں کے نرغے اور جاہلوں کے پھندے میں ہونگے ، چنانچہ یہی ہورہا ہے ان کی حالت کا صحیح نقشہ یہ ہے۔

ستارے پہ نہیں ہرگز اثر ہے آہ سوزاں کا
کلیجہ بھرگیا ہے آبلوں سے چرخ گرداں کا

اللہ اللہ! آج مسلمانوں کو یہ سمجھانا پڑتا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو، اور آپ کے سوا کسی اور کی تقلید کا پھندا اپنے گلے میں نہ ڈالو، حالانکہ مسلمانوں کا تو کلمہ ہی یہی تھا، وہاں تو سوائے خدائے تعالیٰ کی عبادت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے نہ کسی تیسرے شخص کا نام ہے نہ کسی تیسری چیز کا کام، مسلمان تو پیدا ہوتے ہی دنیا کی پہلی منزل میں اسے سنتا ہے اس کے کان میں اذان اور تکبیر کی صدا ڈالی جاتی ہے جس میں نہ کسی امام کا نام نہ کسی امتی یا کسی اور نبی کا، پھر دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اسی کلمہ کی تلقین کی جاتی ہے، آخرت کی پہلی منزل یعنی قبر میں بھی اسی کا سوال ہوتا ہے کہ من نبیک تیرا نبی کون ہے؟ وہاں یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تیرا امام کون ہے؟ کس کی تقلید کی تھی؟ پھر میدان حشر میں سب سے پہلے یہی سوال ہوگا دریافت کیا جائے گا کہ "ماذا اجبتم المرسلین" تم نے پیغمبر کو کیا جواب دیا؟ ان کی تابعداری کہاں تک کی؟

برادران! آپ کے دو ہاتھ ہیں ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دیدی ہیں ایک میں کلام خدا دوسرے میں کلام رسول اللہ ﷺ، ایک میں خدا کی عبادت دوسرے میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز۔

نہاد اہل حدیث است اتباع سنن = صبائے رائے نیابد گذر دریں گلشن

دوستو! اس بدیہی امر کے سمجھنے کے لئے بھی کیا کچھ بڑے بڑے دلائل کی ضرورت ہے؟ کہ نبی اور غیر نبی یکساں نہیں ہوتے، امتی اپنے درجہ میں کتنا ہی بڑھا ہوا کیوں نہ ہو، لیکن نبوت کے ادنیٰ درجہ کو بھی نہیں پا سکتا، سنو! اللہ تعالیٰ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (۱) یعنی کسی مومن مرد وعورت کی شان نہیں کہ باوجود فیصلہ خداوندی اور فرمان نبوی کے پھر بھی اسے اختیار باقی رہے۔

اور جگہ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۲) یعنی ہمارے نبی کا خلاف کرنے والے ڈرتے رہا کریں انہیں ضرور کوئی زبردست فتنہ یا دردناک عذاب پہونچے گا

ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے ادھر ادھر جھانکنا تاکنا مسلمان کی شان نہیں، بلکہ ایسا کرنا خدا کے عذابوں کو مول لینا اور اپنی جان کو ذلت میں ڈالنا ہے قرآن فرماتا ہے ﴿وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (۳) اگر تم اس رسول کی پیروی کروگے تو ہدایت یافتہ بنوگے، اس اطاعت رسول سے باز رہنے والے جہنم میں جلتے بھلتے ہوئے تمنائیں کریں گے اور کہیں گے ﴿يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا﴾ (۴) اے کاش کہ ہم اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے!

(۱) الاحزاب ۳۳/۳۶ (۲) النور ۲۴/۶۳
(۳) النور ۲۴/۵۴ (۴) الاحزاب ۳۳/۶۶

لیا عقل و دیں سے نہ کچھ کام انھوں نے = کیا دین برحق کو بدنام انھوں نے

جناب رسول خدا آنحضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں "والذی نفسی بیده لایؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لماجئت به" (شرح السنۃ) (۱) یعنی اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی تمام خواہشوں کو میرے فرمان کا تابعدار نہ بنادے، الحمدللہ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے وہ علی الاعلان کہتے ہیں۔

ہم اہل حدیث ہیں برادر - ہے قول نبی ﷺ ہمارا رہبر
ہر مکر سے پاک و دور ہیں ہم - اور کذب سے بھی نفور ہیں ہم
بھاتی نہیں ہم کو حیلہ بازی - آتی نہیں ہم کو جعل سازی

برادران! قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۲)

یعنی لوگوں سے کہدو کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خدا تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہاری خطائیں بھی معاف فرمادے گا۔ وہ بڑی بخششوں اور مہربانیوں والا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے "لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" (۳) یعنی تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہوگا۔ جب تک وہ مجھے اپنے ماں باپ اولاد اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ نہ چاہے، اس آیت اور حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حُبِّ خدا، بخششِ گناہ، ایمان واسلام، موقوف ہے حُبِّ رسول پر، اب سنئے حُبِ رسول کس چیز پر موقوف ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے

(۱) بحوالہ مشکوۃ صـ ۳۰
(۲) ال عمران ۳/۳۱
(۳) بخاری ج ۱ صـ ۷ (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

"من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ" (۱) یعنی جو شخص میری سنتوں سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھنے والا ہے، اور مجھ سے محبت رکھنے والا جنت میں بھی میرا ساتھی ہوگا، عرب شاعر کے یہ اشعار آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔

تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ ھذا و ربی فی القیاس بدیع

لو کان حبک صادقا لاطعتہ ان المحب لمن یحب مطیع (۲)

یعنی تو حبِ خدا کا دعوےدار تو ہے لیکن تعجب ہے کہ تو اس کی نافرمانیاں کر رہا ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو یقیناً تو اس کا فرماں بردار ہوتا، ہر محبّ اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوتا ہے، پس سچی محبت اتباع ہے، اتباع سنت سے منہ موڑنے والے کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد ہے "فمن رغب عن سنتی فلیس منی" (۳) یعنی میری سنتوں سے بے رغبتی کرنے والا میرا امتی نہیں، بلکہ ایک اور حدیث میں ہے "کل امتی یدخل الجنۃ الا من ابیٰ قالوا ومن یابی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابیٰ" (بخاری) (۴) یعنی میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جو انکار کرے پوچھا گیا حضور ﷺ انکاری کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو میری تابعداری کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا پس ایمان موقوف آپ کی محبت پر، اور آپ کی محبت موقوف آپ کی فرمانبرداری پر، جس نے غیروں کی تقلید شروع

(۱) تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص: ۳۷۱ "باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ" (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

(۲) یہ شعر محمد وراق کا ہے پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح بھی ہے "ھذا محال فی القیاس بدیع"

(۳) بخاری ج ۲ ص: ۷۵۷ کتاب النکاح، الترغیب فی النکاح

(۴) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۸۱ کتاب الاعتصام باب قول النبی ﷺ بعثت بجوامع الکلم

کی اس نے اتباع نبوی چھوڑ دی جس نے اتباع چھوڑی اسے محبت نہ رہی جسے محبت نہیں اسے ایمان نہیں جس میں ایمان نہیں وہ جنت کا مستحق نہیں، آپ قرآن کریم پر سرسری نظر ڈالئے تو بھی آپ پر یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی کہ انبیاء کی تعلیم کو جن لوگوں نے قبول نہیں کیا وہ مقلدین تھے، وحی الٰہی کو سب سے زیادہ دھکا دینے والی چیز تقلید ہی ہے، سنئے قرآن فرماتا ہے ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا﴾ (۱) یعنی ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو نازل فرمایا ہے اس کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں ہمیں وہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا اور جگہ ان کا جواب ان الفاظ میں منقول ہے "بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا" (۲) تمام اگلے لوگ قرآن حدیث کے خلاف کر کے اپنے فعل کی دلیل اسی تقلید کو بتاتے رہے۔

قرآن ان کے اس مذموم فعل کی مذمت ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے ﴿وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَآ اٰبَآءَنَا﴾ (۳) خلاف شرع کام کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے بڑے بھی یہی کرتے رہے خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ جب اپنی قوم کو راہ راست کی دعوت دیتے ہیں تو ان کا بھی یہی جواب ہوتا ہے ﴿وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ﴾ (۴) ہم نے اپنے بڑوں کو بھی ان ہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا، اور آیت میں ان کا جواب ان الفاظ میں مروی ہے ﴿بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ﴾ (۵) ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا، حضور ﷺ کے زمانے کے کفار بھی آپ کی تابعداری کے خلاف یہی آلہ استعمال کرتے تھے ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا﴾ (۶)

(۱) سورہ مائدۃ ۱۰۴/۵ (۲) البقرۃ ۱۷۰/۲

(۳) اعراف ۲۸/۷ (۴) الانبیاء ۵۳/۲۱ (۵) الشعراء ۷۴/۲۶

(۶) لقمان ۲۱/۳۱

یعنی ہم اسی کی تابعداری کریں گے جس پر اپنے بڑوں کو پایا اور آیت میں ﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (۱) یعنی ہم نے اپنے بزرگوں کو جس مذہب پر پایا ہم تو اسی کی پیروی کریں گے، امت ہود نے بھی اپنے نبی کو یہی جواب دیا تھا ﴿اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ (۲) یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کی چھوڑ تمہاری مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں، اتنا ہی نہیں بلکہ آیئے اب میں آپ کو وہ آیت بھی سناؤں جس سے آپ کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت ان کی امتوں نے محض اسی تقلید کی بنا پر کی ہے، ارشاد باری ہے ﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (۳) یعنی ہم نے جس جس بستی میں جس جس رسول کو بھیجا ان سب کو وہاں کے ذی اثر لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم تو اپنے باپ دادوں کے مذہب پر چلیں گے، جیسا انہیں کرتے دیکھا، کریں گے۔

الغرض اتباع رسول کو پرے پھینکنے کا آلہ جو ہر زمانے کے مخالف رسول لوگ اپنے کام میں لاتے رہے یہی تقلید ہے، اگر تقلید کی مذمت میں صرف یہی آیتیں ہوتیں جب بھی اس کی بدترین حرمت کے ثبوت کے لئے کافی تھیں کہ یہ وہ چیز ہے جو اصل اسلام سے دنیا کو روکتی ہے، اگر تقلید کی مہلک بیماری ان اگلوں میں نہ ہوتی تو وہ اپنے زمانے کے رسولوں کی باتوں سے اور ان کی پاک تعلیم سے یوں بے نیاز نہ ہو جاتے، پھر چہ جائے کہ اس کی بہت سی خرابیاں اور برائیاں اس کے ما سوا بھی بیان ہوئی ہیں یہ یاد رہے کہ صرف باپ دادوں ہی کی تقلید کی برائی نہیں

(۱) الزخرف ۴۳/۲۲
(۲) الاعراف ۷/۷۰
(۳) الزخرف ۴۳/۲۳

ہے، بلکہ قرآن نے اور جگہ اسے بھی عیاں اور بیان کر دیا ہے، فرمان ہے ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا﴾ (۱) یعنی یہ نافرمان قیامت کے دن اپنی گمراہی کا ایک عذر یہ بھی بیان کریں گے کہ ہم نے اپنے پیشواؤں اور بزرگوں کی باتیں مانیں اور آیت کے الفاظ احبار و رهبان ہیں یعنی علماء اور صلحاء، الغرض جس طرح باپ دادوں کی تقلید موجب گمراہی ہے اسی طرح سادات بزرگوں کی اور اسی طرح علماء کرام اور خدا والوں کی بھی، وہ بزرگ گو حق پر ہوں اور راہ یافتہ ہوں، لیکن ان کی تقلید پھر بھی موجب ضلالت رہے گی، اس لئے کہ خود وہ مقلد نہ تھے، محقق تھے اور اس کا اقرار دنیا جہاں کے مقلدوں کو ہے، افسوس! جن کی تقلید فرض و واجب بتائی جائے وہ خود تقلید کو حرام بتائیں، لیکن اس قول میں ان کی تقلید نہ کی جائے، بلکہ "مدعی سست گواہ چست" کی طرح دنیا کو دھوکے میں رکھا جائے کہ ہم مقلد ہیں پھر کیا تاڑنے والوں کی نظر سے کوئی بچ بھی سکتا ہے۔

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے — پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

مقلد دوستو! ذرا بتلاؤ تو جس تقلید کو تم واجب جانتے ہو اور مانتے ہو آیا اس کا وجوب دلیل یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ اگر ہاں کہو تو تقلید باطل ہے کہ قرآن وحدیث نے اسے واجب کیا نہ کہ تقلید نے اور اگر نا کہو تو تقلید باطل ہے اس لئے کہ جب حجت اور دلیل نہیں تو پھر خون، مال عزت آبرو اس تقلید سے کیوں مباح کر دیا جس پر کوئی دلیل نہیں حالانکہ خدا فرماتا ہے ﴿اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا﴾ (۲) یعنی کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے؟ اگر مقلد کی طرف سے جواب ملے کہ گو مجھے ان مسائل کی دلیل معلوم نہیں لیکن اتنا یقیناً جانتا ہوں کہ یہ مسائل یونہی ہیں اس لئے کہ جس امام کی تقلید کرتا ہوں وہ جامع علوم عالم تھا اپنے علم میں لاثانی اور بے مثل تھا، ناممکن ہے کہ خود ان کے پاس بھی

(۱) الاحزاب ۳۳/۶۷
(۲) یونس ۱۰/۶۸

دلیل نہ ہو، انھوں نے غلط فتویٰ دیا ہو گو مجھ پر وہ دلیل ظاہر نہیں ہوئی لیکن میرے امام کے پاس وہ دلیل قطعاً پہونچ چکی ہوگی ورنہ وہ ایسا فتویٰ ہرگز نہ دیتے، تو ہم کہتے ہیں کہ اگر اس بات کو سچ مان لیا جائے تو تیرے امام کا جو استاذ ہے اس کا جو معلم ہے اس کی بات کا ماننا تیرے ذمے اور زیادہ واجب ہے، اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ تیرے امام کے استاد کے پاس وہ دلیل ہو جو تیرے امام کو نہ پہونچی ہو اور اس دلیل کے مطابق اس نے فتویٰ دیا ہو اگر اسے مان لیا جائے تو جھگڑا مٹا کہ ایک سے ایک کی تقلید چھوٹتی جائے گی یہاں تک کہ سلسلہ رسول خدا ﷺ تک پہونچ جائے اور یہی ہم اہل حدیث کا مقصد ہے اور اگر اس سے انکار کیا جائے تو پہلا زینہ ہی نہیں رہتا تعجب سا تعجب ہے کہ جو علم میں کم اور مرتبہ میں نیچا ہے اس کی تقلید محض حسن ظن کی بنا پر واجب ہے اور جو اس کا استاد ہے جو علم میں رتبے میں اس سے بڑھ چڑھ کر ہے اس کی تقلید حرام، فیاللعجب۔ اور اگر حضرات مقلدین یہ جواب دیں کہ گو میرا امام اپنے استاد سے کم درجہ کا ہے لیکن اس نے اپنے استاد کا کل علم حاصل کیا ہے پھر اور اساتذہ سے بھی سیکھا ہے اور اپنا بھی فہم وادراک شامل کیا ہے تو بصیرت میں بڑھ گیا ہے اب جو لے گا اور جو چھوڑے گا وہ اپنے کامل علم کی بنا پر، اس لئے میں نے اس کی تقلید کی ہے، تو ہم کہتے ہیں تیرے اس امام کے شاگرد نے تیرے امام کا کلی علم حاصل کرلیا اور اوپر والوں کا بھی اور دوسرے استادوں کا بھی اور خود اپنا فہم وذکا بھی، پھر تو تجھے چاہئے کہ امام کی تقلید کو خیر باد کہہ کر ان کے شاگرد کی تقلید کو گرہ میں باندھ لے اور یونہی اگر نیچے اترتے آئیں تو تو نے خود تمام اپنے اگلوں کا علم جمع کرلیا ہے، پس تجھے چاہئے کہ تو اپنی تقلید آپ کر اور ہم کہہ دیں

خود کوزہ وخود کوزہ گر وخود گل کوزہ
خود بیضہ وخود بیضہ گر وخود شدہ چوزہ

اے عاشقان تقلید! آؤ اپنے نبی کی آواز سنو فرماتے ہیں "من افتي بفتيا بغير ثبت فانما اثمها علىٰ من افتاه" (۱) یعنی بغیر دلیل کے جو شخص فتویٰ دے اس کا گناہ اس پر ہے، ظاہر کہ مقلد کے پاس کسی فتوے میں کوئی دلیل نہیں ہوتی اس لئے کہ مقلد تو نام ہی اس کا ہے جو صرف اپنے امام کے قول کو ہی دلیل جانے، پس وہ اپنی پوری عمر میں جس قدر فتوے دے گا اسی قدر گنہ گار ہوگا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "انكم قد حدثتم الناس حتى قيل قال فلان وقال فلان ويترك كتاب الله" (۲) تم نے فتوے دینے اور مسئلے بیان کرنے شروع کئے جس کا نتیجہ ہوا کہ لوگوں کی زبان پر یہ چڑھ گیا ہے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا، افسوس اس سے کتاب اللہ لوگوں کے ہاتھوں سے چھوٹتی جارہی ہے اس لئے میں اب حکم دیتا ہوں کہ تم میں سے جو کھڑا ہونا چاہے وہ کتاب اللہ کو لے کر اٹھے ورنہ بیٹھا رہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اما العالم فان اهتدى فلاتقلدوه دينكم وان افتتن فلا تقطعوا منه اياسكم" (۳) یعنی عالم

(۱) مسند احمد ج ۲ ص: ۳۲۱، پوری حدیث اس طرح ہے "عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من قال علی مالم اقل فليتبوأ مقعده من النار ومن استشار اخاه فاشار عليه بغير رشده فقد خانه ومن افتى بفتيا بغير ثبت فانما اثمها على من افتاه۔ اور اعلام ج ۲ ص: ۲۶۵ میں ہے "من افتىٰ الناس بغير علم لعنته ملائكة السماء وملائكة الارض.

(۲) حضرت عمر کا پورا قول اس طرح ہے "ان حديثكم شر الحديث ان كلامكم شر الكلام فانكم قد حدثتم الناس حتى قيل قال فلان وقال فلان ويترك كتاب الله من كان منكم قائما فليقم بكتاب الله والا فليجلس. (اعلام ج ۱ ص: ۲۱۷)

(۳) پورا قول اس طرح ہے "يامعشر العرب كيف تصنعون بثلاث دنيا تقطع اعناقكم وزلة عالم وجدال منافق بالقرآن فسكتوا فقال اما العالم فان اهتدى فلاتقلدوه دينكم وان افتتن فلاتقطعوا منه اياسكم فان المومن يفتتن ثم يتوب" (اعلام ج ۱ ص: ۲۱۶)

گو وہ راست پر ہو مگر تم اس کی تقلید نہ کرو اور اگر وہ کسی فتنہ میں پڑا ہوا ہو تو تم اس سے آس نہ توڑو، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”فان ھتدی فلا تقلدوہ دینکم “(۱) مطلب یہی ہے بلکہ بیہقی کی مرفوع حدیث میں ہے مجھے اپنی امت پر سب سے بڑا ڈر علماء کی لغزش کا ہے (۲) یعنی وہ غلطی کرلیں اور لوگ ان کی تقلید میں پھنس جائیں۔

برادران! ایسے اقوال بے شمار موجود ہیں جو مذمت تقلید پر وارد کئے جاسکتے ہیں اور جن سے رائے کی رائی سے کائی ہوجاتی ہے، لیکن آیئے میں آپ کو ایک حدیث سناؤں۔ ”ابن عبدالبر میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تعمل ھذہ الامۃ برھۃ بکتاب اللہ وبرھۃ بسنۃ رسول اللہ ﷺ ثم یعملون بالرای فاذا فعلوا ذالک فقد ضلوا“ (۳) یعنی ایک زمانہ تک تو میری امت کا عمل قرآن وحدیث پر

(۱) اعلام الموقعین ج ا ص:۲۱۶ میں ہے ” عن ابی البحتری قال سلمان کیف انتم عند ثلاث زلۃ عالم وجدال منافق بالقرآن ودنیا تقطع اعناقکم فاما زلۃ العالم فان اھتدی فلاتقلدوہ دینکم واما مجادلۃ منافق بالقرآن فان القرآن منار کمنار الطریق فماعرفتم منہ فخذوہ ومالم تعرفوہ فکلوہ الی اللہ واما دنیا تقطع اعناقکم فانظروا الیٰ من ھو دونکم ولاتنظروا الیٰ من ھو فوقکم “

(۲) وہ حدیث یہ ہے ”قال رسول اللہ ﷺ ان اشد مااتخوف علیٰ امتی ثلاث ”زلۃ عالم وجدال منافق بالقرآن ودنیا تقطع اعناقکم (المدخل للبیہقی ص: ۴۴۳، اعلام ص: ۲۱۶) اور صاحب اعلام اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”ومن المعلوم ان المخوف فی زلۃ العالم تقلیدہ فیھا اذ لولا التقلید لم یخف من زلۃ العالم علیٰ غیرہ (اعلام ج ا ص: ۲۱۶) عبداللہ بن مبارک اور دوسرے سلف کا قول ہے ”صنفان من الناس اذا صلحا صلح الناس واذا فسد فسدالناس قیل من ھم قال الملوک والعلماء“ (اعلام ج ا ص: ۴)

(۳) مسند ابویعلی بحوالہ کنز العمال ج ا ص: ۱۶۱ فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ

رہے گا لیکن اس کے بعد رائے پر عامل بن جائیں گے، جس سے گمراہ ہوجائیں گے۔

دوستو! اللہ کے رسول ﷺ کی اس صاف پیش گوئی اور لوگوں کی قیاسی باتوں کی تقلید کی کھلی مذمت کے بعد بھی کیا کوئی مسلمان ایسا ہے کہ تقلید کو گلے سے چمٹائے رکھے اور ماتھے پر بدنما کلنک کا ٹیکا لگائے رکھے اور پھر خوش رہے؟ حضور ﷺ کی اس سچی پیشین گوئی کے بالکل مطابق ہی واقعہ ہوا کہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ چوتھی صدی کے بعد تقلیدی گھن گھر گھر لگ گیا اس وبائی ہوا کا زہریلا گیس مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

ابن عبدالبر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں ”اھل الرای اعداء السنن “(۱) یعنی رائے قیاس والے سنتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں، اس فرمان پر نظر ڈال کر پھر موجودہ زمانے کی روش دیکھو کہ اہل حدیثوں سے ان تقلیدیوں کو کس قدر عداوت ہے؟ کہیں انہیں دشمنان امام کہہ کر لوگوں کو بھڑکاتے ہیں، کبھی منکرین رسول بتا کر لوگوں کو ہٹاتے ہیں، الغرض نت نئی چالیں چل کر اللہ والوں سے اللہ کے بندوں کو دور ڈال رہے ہیں۔

اف کہہ کے دم بخود تر ادیونہ ہوگیا - دو حرف تھے کہ جس کا اک فسانہ ہوگیا

دوستو! اہل حدیث نہ کسی امام کے دشمن، نہ نبی کے منکر، ہاں ان کا اگر قصور ہے تو یہ کہ نبوت کی کرسی پر کسی امام کو نہیں بٹھاتے، عرش خداوندی کسی نبی ولی کے لئے خالی نہیں کراتے، مانتے سب کو ہیں لیکن مراتب کے مطابق، فالحمدللہ۔

(۱) اعلام الموقعین ج ا ص:۱۹، اسی صفحہ میں ہے حضرت عمر بن الخطاب کہتے تھے ، اصحاب الرای اعداء السنن اعیتھم الاحادیث ان یحفظوھا وتفلتت منھم ان یعوھا واستحیوا حین سئلوا ان یقولوا لانعلم فعارضوا السنن برایھم فایاکم ایاھم ، اور ایک بار فرمایا ایاکم واصحاب الرای فانھم اعداء السنن اعیتھم الاحادیث ان یحفظوھا فقالوا بالرای فضلوا واضلوا .

دوستو! اگر کسی کی تقلید نہ کرنا اس کا نہ ماننا ہے تو تین اماموں کی تقلید اے حنفیو! تم نے بھی چھوڑ رکھی ہے، بتلاؤ تم ان کے دشمن ہو، اور اگر باوجود ترک تقلید تم ان کے دوست ہو تو ہم بھی باوجود چاروں کی تقلید نہ کرنے کے چاروں کے ماننے والے ہیں، ہاں یہ ہمارا ایمان ہے کہ جس کی بات موافق شرع ہو جس کا قول قول خدا ہو جس کا لفظ لفظ حق ہو جس کی ایک ایک بات کا ماننا ہم پر فرض ہو، وہ ذات فقط رسول اکرم ﷺ کی ہے اور بس!

کھپ گئی آنکھوں میں کیا جلوہ نمائی تیری
مجھ کو کیا جانے کہ کیا بات خوش آئی تیری

آیئے! میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ پیغمبر خدا ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے دوسرے بڑے سے بڑے شخص کی بات کی طرف جھکنا بھی کفر ہے۔

دو شخصوں میں ایک جھگڑا ہے ایک مسلمان ہے دوسرا یہودی یہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوتے ہیں، یہاں سے فیصلہ سرزد ہوتا ہے جو یہودی کے موافق ہوتا ہے اور مسلمان کے خلاف، عدالت محمدی سے باہر نکل کر مسلمان کہنے لگا کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلیں اور ان سے بھی اس کا فیصلہ سنیں، جب یہ دونوں حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ کو کل حال معلوم ہوا، یہ بھی سنا کہ دربار محمدی سے فرمان سرزد ہو چکنے کے بعد، حدیث رسول سن لینے کے بعد یہ میرے پاس آئے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا تم ٹھہرو میں تم دونوں میں سچا اچھا اور دوٹوک فیصلہ کر دیتا ہوں، پھر آپ گھر میں گئے اور ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے واپس آئے اور اس مسلمان کا سر بھٹے کی طرح اڑا دیا، اور فرمایا "ھذا قضاء من لم یرض بقضاء رسول اللہ ﷺ "(۱) یعنی یہی فیصلہ ہے اس کا جو رسول ﷺ کے فیصلہ پر رضامند نہ ہو، حضور ﷺ کے

(۱) تفسیر کبیر اردو ص ۲۲۷ کرزن اسٹیم پریس دہلی

فرمان کے بعد بھی دوسروں کے اقوال ٹٹولے جب یہ خبر رحمۃ للعالمین ﷺ کو پہنچی تو آپ سخت غصہ ہوئے اور فرمانے لگے عمر اب ایسا دلیر ہو گیا کہ کلمہ گو مسلمانوں کے بھی سر کاٹنے لگا، قریب تھا کہ حضور ﷺ قصاص لینے کا یعنی حضرت عمرؓ کے قتل کا حکم دیدیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی (۱) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا

(۱) تفسیر ابن کثیر میں یہ واقعہ اس طرح ہے

"اختصم رجلان الیٰ رسول اللہ ﷺ فقضیٰ بینھما فقال المقضی علیہ ردنا الیٰ عمر بن الخطاب فقال رسول اللہ ﷺ نعم انطلقا علیہ فلما اتیا الیہ فقال الرجل یاابن الخطاب قضیٰ لی رسول اللہ ﷺ علیٰ ھذا فقال ردنا الیٰ عمر بن الخطاب فردنا الیک فقال أکذلک قال نعم فقال عمر مکانکما حتی اخرج الیکما فاقضی بینکما فخرج الیھما مشتملا علیٰ سیفہ فضرب الذی قال ردنا الیٰ عمر فقتلہ وادبر الآخر فاتیٰ الیٰ رسول اللہ ﷺ فقال یارسول اللہ ﷺ قتل عمرو اللہ صاحبی ولولا انی اعجزتہ لقتلنی فقال رسول اللہ ﷺ ماکنت اظن ان یجتریٔ عمر علیٰ قتل مومن فانزل اللہ فلاوربک الآیۃ فھدردم ذلک الرجل وبری عمر من قتلہ (تفسیر ابن کثیر (عربی) ج ۱ ص: ۴۹۴ (بیروت)

اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں عام طور پر یہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے لیکن اس آیت کے نزول کا صحیح سبب وہ واقعہ ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ کا جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا معاملہ نبی ﷺ تک پہونچا آپ ﷺ نے صورت حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا وہ اتفاق سے حضرت زبیر کے حق میں تھا جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں "خاصم الزبیر رجلا من الانصار فی شریج من الحرۃ فقال النبی ﷺ اسق یازبیر ثم ارسل الماء الیٰ جارک فقال الانصاری یارسول اللہ ان کان ابن عمتک فتلون وجھہ ثم قال اسق یازبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر ثم ارسل الماء الیٰ جارک واستوعیٰ النبی ﷺ للزبیر حقہ فی صریح الحکم حین احفظہ الانصاری =

تَسْلِيْمًا﴾ یعنی تیرے رب کی قسم وہ شخص مومن نہیں جو تیرے حکم کو دل کی خوشی سے گردن جھکا کر قبول نہ کرلیا کرے، چنانچہ یہ خون برباد کیا گیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آج سے فاروق کا لقب عطا ہوا" ملاحظہ ہو ابن کثیر ابن جریر وغیرہ"(۱)

مسلمانو! خیال کرو کہ فرمان نبوی حدیث مصطفوی ہوتے ہوئے جو شخص حضرت عمر فاروقؓ جیسے القدر بزرگ صحابی کے قول کو تلاش کرے وہ بے ایمان اور واجب القتل ہوجائے پھر جو شخص باوجود حدیث نبوی کے، امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد کے اقول کو نہ صرف تلاش کرے بلکہ ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض وواجب سمجھے کیا وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟ لیکن آہ ! آج حضرت عمرؓ جیسے غیور مسلمان ہم کہاں سے ٹٹولیں؟ آج تو بات بات پر کوئی باپ دادوں کے رسم ورواج پیش کرتا ہے کوئی اپنے پیروں فقیروں کی باتیں لاتا ہے کوئی اماموں اور مجتہدوں کی تقلید کرتا ہے، کوئی ہدایہ اور کنز وقدوری کے فیصلے پر اڑتا ہے۔

اسلام کی خوشی کوئی پامال کرگیا - دریائے انبساط چڑھا تھا اتر گیا
شیرازۂ سکون وتمنا بکھر گیا - وہ دن گذر گئے وہ زمانہ بدل گیا
یاالٰہی ہو امام وقت کا جلدی ظہور - قافلہ اسلام کا بے تاج وبے سر ہوگیا

ایسے ہی لوگوں کے حق میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

= کان اشار علیھما یامر لھما فیہ سعۃ قال الزبیر فمااحسب ھذہ الآیات الانزلت فی ذلک فلاوربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم (بخاری ج ۲ ص: ۶۶۰ کتاب التفسیر باب قولہ فلاوربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم، وج ۱ ص: ۳۱۷ کتاب المساقاۃ باب سکر الانھار، و ص: ۳۷۳ باب اذ اشار الامام بالصلح فابیٰ حکم علیہ بالحکم البین، ابن ماجہ اشرفی دیوبند ج ۱ ص: ۳ باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ والتغلیظ علی من عارضہ

(۱) قرطبی، فتح الباری ج۵ ص: ۴۸ کتاب المساقاۃ باب سکر الانھار (مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

"اما تخافون ان تعذبوا او یخسف بکم ان تقولوا قال رسول اللہ وقال فلان" (دارمی)(۱) یعنی تم جو کہا کرتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا اور فلاں یوں کہتا ہے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذابوں اور اپنے دھنسائے جانے سے نہیں ڈرتے ہو(۲) خود خداوند تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾(۳) یعنی اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو، جیسے آپس میں ایک دوسروں سے اونچی اونچی آوازوں سے بولا کرتے ہو، خبردار میرے نبی کے سامنے یہ بے ادبی نہ کرنا ورنہ تمام نیکیاں غارت ہوجائیں گی، اور پتہ بھی نہ چلے گا۔ اور فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾(۴) ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔

میں بلبل نالان گلزار محمد ہوں - میں نرگس حیران دیدار محمد ہوں
جاں سرو پہ قمری دے بلبل گل رعنا پر - میں عاشق بے جانِ رخسار محمد ہوں

مقلد دوستو! ذرا بتلاؤ کہ اصل تقلید واجب وفرض ہے یا کم سے کم جائز ہے یہ آپ نے کیسے جانا؟ یا تو تقلید کا واجب ہونا بھی دوسرے کی تقلید سے جانا ہے یا دلائل قرآن وحدیث سے معلوم ہوا ہے، اگر تقلید کا واجب ہونا بھی تقلیداً جانا ہے

(۱) دارمی ج ۱ ص: ۱۲۵ باب مایتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ وقول غیرہ عندہ قولہ.

(۲) الانصاف ص:۵۲ میں ہے " وعن قتادۃ قال حدث ابن سیرین رجلا بحدیث عن النبی ﷺ فقال الرجل قال فلان کذا و کذا فقال ابن سیرین احدثک عن النبی ﷺ وتقول قال فلان کذا و کذا.

(۳) الحجرات ۴۹/۲

(۴) الحجرات ۴۹/۱

تو اس اصولی مسئلہ میں تقلید کیوں کی؟ اصولی مسائل میں تقلید تو خود مقلدین بھی جائز نہیں جانتے، پس جن کی تم تقلید کرتے ہو جبکہ وہ خود اصولی مسائل میں تقلید کے قائل نہیں تو تم نے تقلیداً اس اصولی مسئلہ کو کیوں مانا؟ پھر یہ بھی بتلایئے کہ تقلید واجب ہے اس میں تم نے تقلید کس کی کی؟ اگر چاروں اماموں میں سے کسی کی کی ہے، یوں کہو تو یہ غلط ہےکیونکہ چاروں میں سے ایک نے بھی نہیں کہا کہ میری تقلید کرو، دنیا کے پردے پر ان بزرگوں کا کوئی قول ضعیف بھی ایسا نہیں ملتا جس میں انھوں نے امت محمدیہ پر اپنی تقلید فرض و واجب بتلائی ہو، بلکہ ان بزرگوں سے تقلید کی ممانعت و حرمت مروی ہے، جیسے کہ آئندہ آرہا ہے ان شاءاللہ۔

اور اگر کہو کسی اور کی تقلید سے تمہیں تقلید کی فرضیت معلوم ہوئی، تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اور بھی مقلد تھا یا مجتہد؟ اور اگر وہ مجتہد تھا تو پھر وہی اعتراض ہے جو پہلے گذرا کہ تقلید اصولی مسئلہ ہے اور اصولی مسئلہ میں تقلید تو مقلد خود نہیں مانتے، پھر یہ بھی غلط ہے کہ کسی مجتہد نے تقلید کو واجب و فرض بتلایا ہو، پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جب اتنے بڑے اصولی مسئلہ میں آپ نے ان چاروں اماموں کے علاوہ کسی اور کی تقلید کی تو پھر اسی اور کی تقلید مسائل فروعی میں کیوں چھوڑ دی؟ تعجب ہے کہ اصولی مسئلہ میں تو ایک شخص کو اس قابل مانا جائے کہ اس کی تقلید فرض ہے پھر اجتہادی چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل میں اس کی تقلید کیوں چھوڑی جائے، پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس امام کی تقلید کے تم دعویدار ہو جب تم نے دوسرے کی تقلید سے تقلید کی فرضیت کو مانا تو اس اگلے امام کی تقلید کہاں رہی؟ وہ باطل ہوگئی، اور اگر کہو کہ تقلید کی فرضیت کو تم نے دلائل قرآن وحدیث سے معلوم کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جب آپ اتنے بڑے اہم مسئلہ کو قرآن وحدیث سے صحیح طور پر معلوم کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں تو چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل کو قرآن وحدیث سے بطور اولیٰ معلوم کرسکتے ہیں، پھر تم نے تسید کا بدنما پٹہ اپنے گلے میں کیوں ڈالا؟ تحقیق کا وہ مادہ جو قدرت نے تمہیں عطا فرمایا تھا اسے جس طرح تقلید کی

فرضیت کے معلوم کرنے میں تم نے کام میں لیا دیگر مسائل کے معلوم کرنے میں بھی اسی کو کیوں کام میں نہ لو؟ پھر یہ بھی ہے کہ جب تم نے اصولی مسئلہ اور ایک زبردست معرکۃ الآرا اصول اور ایسا کٹھن مسئلہ اپنے اجتہاد سے معلوم کرلیا تو پھر تم پر اجتہاد کے ہوتے ہوئے تقلید حرام ٹھیری، کیوں کہ تحقیق و تقلید دو متضاد حقیقتیں ہیں، جس طرح انسانیت و بہیمیت دو علحدہ اور متخالف حیثیتیں ہیں ایک کے ساتھ دوسری کا اجتماع محال ہے، پس مجتہد مقلد ہو نہیں سکتا، تم مجتہد ہو کر مقلد کیوں بنے؟ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر یوں فرمایا جائے کہ ہمارے نزدیک اصول مسائل میں بھی تقلید جائز ہے، تو پھر ہم یہ پوچھیں گے کہ یہ جواز کیسے معلوم کیا؟ اگر تقلیداً معلوم کیا ہے تو وہی اعتراض ہے جو پہلے جواب پر تھا، اور اگر کہا جائے کہ اجتہاداً تو وہی اعتراض ہے جو اصل تقلید کے وجوب یا جواز کو اجتہاداً معلوم کرنے پر تھا، حالانکہ دراصل ہے بھی یہ غلط، سب کے نزدیک اصولی مسائل میں تقلید باطل ہے اور دراصل یہ جواب خود لاجوابی کا بین ثبوت ہے جس کے بعد کسی مزید بحث کی چنداں ضرورت ہی نہیں رہتی۔

یہی انداز گر ہے اس نگاہ برق آئیں کا - خدا حافظ ہے پھر اپنی متاع صبر و تمکیں کا

حنفی بھائیو! آؤ میں آپ کے گلے سے اس تقلیدی بدعت کے پٹے کو اتار پھینکوں، سنو! امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کو تم فرض و واجب کہتے ہو ان کی ہر بات کا ماننا اپنے ذمہ ضروری جانتے ہو وہ فرماتے ہیں، **لایحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا (حکاہ الفقیہ ابو الیث السمرقندی وحکاہ فی خزانۃ الروایۃ عن السراجیۃ وغیرھا)** (۱) یعنی کسی کو حلال نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے اسے کہاں سے کہا،

(۱) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص: ۱۰۵ وعقد الجید ص: ۶۔ امام ابوحنیفہؒ کے اسی سے ملتے جلتے یہ اقوال بھی کتابوں میں مذکور ہیں "حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی (عقد الجید ص: ۶۔ لاینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی، الانصاف ص: ۱۰۴ =

صاف ثابت ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں لوگو! تم پر حرام ہے میرے قول کے مطابق کہنا جب تک تمہیں اس کی دلیل قرآن وحدیث سے معلوم نہ ہو، اور تقلید کہتے ہیں امام کی بات کو بے دلیل معلوم کیے مان لینے کو، اور امام صاحب اپنی بات کے بے دلیل ماننے کو یعنی اپنی تقلید کرنے کو حرام بتلاتے ہیں، پس ان کی تقلید بھی یہی ہے کہ تقلید چھوڑ دی جائے، بلکہ تقلید کو حرام مانا جائے۔

دوستو! اگر آمین اس لئے آہستہ کہتے ہو کہ بقول تمہارے امام صاحب نے یہی فرمایا ہے رفع الیدین اس لئے نہیں کرتے کہ امام صاحب نے منع فرمایا ہے تو پھر تقلید کیوں کرتے ہو؟ جسے امام صاحب حرام بتلائیں، الغرض تقلید بھی ترک تقلید کو مستلزم ہے، اگر قرآن حدیث کے کہنے سے، اگر ہم اہل حدیثوں کے کہنے سے تقلید امام سے باز نہیں آتے نہ سہی، خود امام کے کہنے سے تو اس سے باز آؤ۔

آہستہ خرام بلکہ مخرام - زیر قدمت ہزار جان است

برادران! اس سوال کا جواب بھی دیانت داری سے دو کہ جس امام کو مجتہدِ مطلق جان کر، تمام علوم سے واقف مان کر ہر ہر مسئلہ میں اس کے قول کو حق جان کر آپ نے اس کی تقلید اپنے اوپر واجب کر لی، آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ ایسے ہی تھے؟ اگر آپ کو بطور خود اپنی علمی قوت سے یہ بات معلوم ہوئی ہے تو آپ پورے مجتہد ٹھہرے پھر آپ پر تقلید حرام ہوگئی، اور اگر آپ نے یہ بھی تقلیداً مان لیا ہے تو یہ مسئلہ علمی ہے علم والے علماء اس کو پرکھ سکتے ہیں اور تم اپنے تئیں مقلد کہتے ہو مقلد کو علم سے کیا سروکار، جہل سے علم کی شناخت نہیں ہوسکتی اور اگر آپ کہیں کہ

= فتاویٰ سراجیہ ص: ۱۵۶ میں اس قول کی نسبت امام ابو یوسف وزفر وغیرہ کی جانب کی گئی ہے عبارت اس طرح ہے "وعن ابی یوسف وزفر وغیرهما رحمهم الله انهم قالوا لایحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا، بلکہ عقد الجید ص: ۴۳ میں ہے کہ تمام فقہاء نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے روکا ہے۔ الفاظ یہ ہیں: فان هولاء الفقهاء کلهم قد نهوا عن تقلیدهم وتقلید غیرهم فقد خالفهم من قلدهم

نہ میں نے اسے تقلیداً مجتہد مانا ہے نہ اجتہاداً، بلکہ اوروں سے میں نے یہی سنا ہے، تو ہم پوچھتے ہیں جن سے آپ نے یہ سنا ہے وہ مجتہد تھے یا مقلد؟ اگر آپ کہیں مجتہد تھے تو ہم پھر کہیں گے کہ ان کا مجتہد ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ پھر آپ کا وہی جواب ہوگا جو اس سے پہلے تھا اور اس پر ہمارا ابھی وہی اعتراض ہوگا جو اس سے پہلے تھا اور پھر ہم یہ بھی کہیں گے کہ تقلید شخصی اس کے منافی ہے، کہ آپ اپنے اصلی امام کی بھی تقلید کریں، اور وہ مجتہد تھا اس بارے میں دوسرے کی تقلید کریں، اور اگر آپ فرمائیں کہ وہ جن سے آپ نے سنا ہے مقلد تھا تو پھر وہ خود اجتہاد سے بے بہرہ تھا، مجتہدوں میں سے کسی کو اعلیٰ اور کسی کو ادنیٰ، کسی کو برحق اور کسی کو برباطل مان لینے کا اسے کیا اختیار تھا؟ جس طرح تقلید کی وجہ سے آپ علم سے خالی اسی طرح وہ بھی، پھر اس کی بات کو آپ نے کیسے تسلیم کر لی؟

ہاں ضرورت ہے خدا کے لئے نادم ہو جا - کر رہا ہے تیرے اغماض کا شکوہ کوئی

اس سوال کو بھی سوچو، کیا عجب آپ کا نفس اگر اس میں خیر باقی ہے اور تعصب نے دل کو اندھا نہیں کر دیا تو آپ کو خیر کی طرف مائل کر دے، کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا؟ کہ اختلافی مسائل میں آپ کے امام ہی حق وصواب پر ہیں، اور دوسرے امام اور مجتہد جو ان کے خلاف ہیں باطل اور ناصواب پر ہیں؟ اگر آپ فرمائیں میں نے خود تحقیق کر لی ہے تو ہم کہیں گے کہ تقلید کرنے والے کو تحقیق کہاں نصیب؟ بوجہ عدم علم کے تو تقلید کی ضرورت پڑی، پھر تحقیق اور علم اور وہ بھی اتنا کہاں؟ کہ آپ مجتہدین میں حکم بن کر فیصلہ کر سکیں کہ فلاں برحق اور فلاں برغلط، پھر خیال فرمایئے کہ آپ تابع ہیں متبوع نہیں، یہ کام متبوع کا ہے کہ وہ فیصلہ کرے تابع کا نہیں کیا سچ مچ آپ میں یہ قابلیت ہے کہ آپ اسے فیصلہ کر سکیں؟ کہ امام شافعیؒ امام مالکؒ، امام احمدؒ، تینوں غلط راہ پر ہیں اور امام ابوحنیفہؒ صحیح اور سچے راستے پر ہیں؟ اگر فی الواقع اتنی قابلیت آپ میں ہے تو جن کا

برباطل اور برحق ہونا آپ سمجھ سکتے ہیں ان کی تقلید آپ خود کیوں کریں؟ جن کے محاکے اور فیصلے آپ کر سکتے ہیں ان کی بات کا بے دلیل ماننا آپ اپنے ذمہ فرض وواجب کیوں جانیں؟ اور اگر آپ فرمائیں کہ ہم نے یہ معلوم ہی نہیں کیا کہ کون حق پر ہیں اور کون ناحق پر؟ تو ہم آپ سے کہیں گے کہ جب حق وناحق کا علم ہی نہیں تو پھر اسے کیوں مانتے ہیں؟ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا کہ ایک انسان انسان ہوکر امور مذہبی خلال حرام جانے، کہے کہ فلاں کام فلاں چیز حلال، فلاں کام فلاں چیز حرام، اور اسے علم ہی نہ ہو کہ فی الواقع یہ حلال یا حرام ہے بھی یا نہیں؟ یہ تو خدا پر اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولنا ہوا، خدا فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ، إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ (۱) یعنی اپنی زبانی حلال وحرام کہہ کر خدا پر جھوٹ بہتان نہ باندھو ایسے لوگ نجات سے محروم ہیں۔

اور اگر آپ جواب دیں کہ میں نے اپنے امام کا برسرِ حق ہونا، ان کے بتلائے ہوئے مسائل کا سچ ہونا تقلیداً جانا ہے تو ہم کہیں گے کہ آپ خود انصاف کیجئے کہ تقلید کرنے والا تو دلیل کا مطالبہ ہی نہیں کرتا، پھر اسے حق وناحق، صحیح وباطل، جھوٹ سچ کا علم کہاں سے ہوگیا؟ اور بے علمی کی حالت میں یہ فیصلہ کہ تمام امام اور مجتہد غلطی پر ہیں اور صواب پر میرے ہی امام ہیں یہ کس قدر مضحکہ خیز فیصلہ ہے؟ پس تقلید برحق کے احقاق سے روکنے والی چیز ہے اور جو چیز انسان کو حق سے اور تحقیق حق سے روکے وہ خود غیر پسند نامرضیہ اور باطل چیز ہے، لہذا تقلید دین خدا میں دین کو ہاتھ سے چھیننے والی چیز ثابت ہوگی۔

پھر ہم یہ بھی کہیں گے کہ تمام اہل تقلید اس امر پر متفق ہیں کہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور وہ ٹھیک بات تک بھی پہنچتا ہے، جب دونوں امر کا احتمال ہے

(۱) النحل ۱۶/۱۱۶

تو صرف ایک امر کی طرف جھک جانا اور دوسرے امر سے آنکھیں بند کر لینا کس بے طرح انصاف کے گلے پر کند چھری پھیرنا ہے؟ دنیا کے لوگو! انصاف کی طرف آؤ اور جن کی باتوں میں حق وباطل دونوں کا احتمال ہے انہیں ماننا چھوڑ دو، ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن شرمندگی کے ساتھ پچھتاوا کرنا پڑے یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِیلًا۔ (۱)

دوستو! آؤ ان کی باتوں کی طرف جو سراسر حق ہیں جن کی بابت خدائے عالم فرماتا ہے ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۲) یعنی ہمارے نبی بغیر ہماری وحی کے کوئی بات شرع میں جاری نہیں کرتے، جن کا ہر ہر قول قول خدا ہے، جن کی ہر حدیث واجب التعمیل قابل تسلیم ہے۔

برسر تقریر تھے کس کے لبِ جادو بیاں
تک رہی تھیں بلبلیں منہ گل سراپا گوش تھا

مقلد دوستو! تم جو اپنے امام کے قول کو حق کہہ کر اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہو عمل کرتے ہو، حالانکہ قول امام میں دونوں احتمال ہیں ممکن ہے قرآن وحدیث کے مطابق ہو اور واقعی حق ہو اور ممکن ہے قرآن وحدیث کے خلاف ہو اور بالکل باطل ہو، تم اسے حق جان کر بلا تحقیق اس کے مطابق عمل کرتے ہو اور فتویٰ دیتے ہو، کیونکہ تقلید نے تم سے تحقیق کا منصب چھین لیا ہے، پس آؤ اس حدیث کو سنو اور اللہ سے ڈر جاؤ اور اس اندھی تقلید کو الوداع کہو، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

القضاة ثلثة قاضیان فی النار وقاض فی الجنة فالقاضیان اللذان فی النار قاض قضیٰ بغیر الحق وقاض قضیٰ بالحق وھو لایعلم انه

(۱) الفرقان ۲۵/۲۷

(۲) النجم ۵۳/۴-۳

الحق والذی فی الجنة قاض قضیٰ بالحق وھو یعلم انه الحق ۔ (۱)
یعنی امور شرعی مسائل دینی کا حق وباطل کا فیصلہ کرنے والے تین قسم کے ہیں جن میں سے دو قسم کے تو جہنمی ہیں اور ایک قسم کے جنتی ہیں، جس نے حق کے بغیر فیصلہ کیا وہ بھی جہنمی ہے، جس نے گو فیصلہ حق اور صحیح کیا لیکن خود اسے علم نہیں وہ بھی جہنمی ہے، جنتی وہ ہے جو علم کے ساتھ حق تک پہنچا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

پس جب کہ آپ مقلد بغیر علم کے کسی مسئلہ کی نسبت فیصلہ کریں کہ یہ حق ہے اور دراصل بھی وہ حق ہی ہو، تاہم آپ خدا کی وعید میں ہیں اور سزا کے مستحق ہیں، پس للہ اپنے تئیں عذاب خدا سے بچانے کے لئے اس اندھاپن کو ترک کرو، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ تم اپنے امام کے قول کی وجہ سے کسی چیز کو حلال کہو اور دراصل ہو بھی وہ حلال، لیکن تاہم چونکہ تم نے اسے بے دلیل حلال کہی، خدا کے ہاں کا مواخذہ باقی رہا، اور اگر فی الواقع قول امام قول خدا یا قولِ رسول کے خلاف تھا پھر تو جرم ڈبل ہوگیا اور سزا بھی بڑھ گئی اور یہ مسلم ہے کہ امام نبی نہ تھے مجتہد تھے اور ''المجتھد یخطی ویصیب'' (۲) اصول کا مسئلہ ہے، یعنی مجتہد سے کبھی

(۱) ابوداود ج۲ ص:۵۰۳ کتاب القضاء میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے ''عن ابن بریدة عن ابیه عن النبی ﷺ قال القضاة ثلثة واحد فی الجنة واثنان فی النار فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق فقضیٰ به ورجل عرف الحق فجار فی الحکم فھو فی النار ورجل قضیٰ للناس علی جھل فھو فی النار ، اور صحیح الجامع الصغیر للشیخ الالبانی میں یوں ہے ''قاضیان فی النار وقاض فی الجنة قاض عرف الحق فقضیٰ به فھو فی الجنة وقاض عرف الحق فجار متعمدا اوقضیٰ بغیر علم فھما فی النار''
الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ روایت بخاری، مسلم، مستدرک حاکم، طبرانی، المدخل للبیہقی، الکامل لابن عدی اور کنزالعمال (ج۶ ص:۴۶) میں بھی ہے۔

(۲) فتاوی شامی ج ۱ صـ ۱۳۹

غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی وہ صحیح بات تک پہونچ جاتا ہے۔

ہاں اسے بھی خیال فرما لیجئے کہ اگر آپ کہیں ہمارے امام کے کل مسائل حق ہیں تو تینوں اور اماموں کے کل مسائل باطل ہو جائیں گے، قرآن کا فیصلہ ہے ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ﴾ (۱) حق کے سوا جو ہے وہ گمراہی ہے پھر آپ کا یہ کہنا غلط ہو جائے گا کہ چاروں امام اور چاروں مذہب برحق ہیں۔

حنفی دوستو! اور انصاف پسند بھائیو! ذرا اندھیر نگری کو تو دیکھو کہ آج ان جدید مذاہب نے کس قدر مضبوط جڑیں دنیا کے دلوں میں جمالی ہیں کہ اگر کوئی شخص آمین، رفع الیدین کر کے کہدے کہ میں شافعی ہوں شافعی مذہب میں یہ ہے تو وہ چھوٹ جائے، لیکن اگر آمین رفع الیدین کر کے کہہ دے کہ میں محمدی ہوں میں نے یہ افعال اس لئے کئے ہیں کہ حدیث میں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے کئے ہیں ، تو اس پر دنیا بھر کی ملامتیں ہونے لگیں۔ وہ برادری سے خارج کر دیا جائے اس سے دشمنی باندھی جائے، اسے ہر طرح سے نقصان پہنچایا جائے اور ذلیل کیا جائے اس پر امام کا دشمن ہونے کی تہمت لگائی جائے، اسے لامذہب کہا جائے، بے دین سمجھا جائے، حنفی کہہ کر آرام کی زندگی بسر ہو سکتی ہے، لیکن محمدی ہو کر دنیا میں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ حنفیو! غور کرو کسی کی دنیا بگاڑ کر اپنا دین نہ بگاڑو! اللہ ہمیں نیک سمجھ دے اور ہم سب ایک دل ہو کر فرمان رسول کے پیچھے لگ جائیں۔

میں بلبل نالان گلزار محمد ہوں = میں نرگس حیران دیدار محمد ہوں
جاں سرو پہ قمری دے بلبل گل رعنا پر = میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں

مسلمانو! تعلیم اسلام کا خلاف کرنے کے وقت منصب نبوت غیر نبی کو دینے کے وقت اتنا تو سوچو کہ کس کا ساتھ توڑتے ہو اور کس کا ساتھ جوڑتے ہو؟ کیا قیامت کے دن شفاعت عامہ کے لئے نبی کھڑے ہونگے یا امتی؟ کیا امتی امتی زبان سے کہنے والے محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے یا کوئی مجتہد اور فقیہ؟

(۱) یونس ۱۰/۳۲

گل ہے اگر بدن تو پسینہ گلاب ہے - صل علیٰ وہ جسم رسالت مآب ہے

اگر تقلید ہی پر نجات کا دارومدار ہے تو بتلاؤ تو صحابہ نے کس کی تقلید کی؟ تابعین کس کے مقلد تھے؟ تبع تابعین کے گلے میں کون سا تقلید کا پھندا تھا؟ خود چاروں امام کس کے مقلد تھے؟ پھر کیا یہ سب لوگ نجات سے محروم ہیں؟ اگر دین اسلام میں تقلید کا بھی کوئی حصہ ہوتا تو امت محمد ﷺ میں جو سب سے افضل تھے یعنی حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ان کی تقلید کی جاتی، یا حضرت فاروق اعظم یا حضرت ذوالنورین ؓ یا حضرت علی مرتضیٰ کی امور مذہبی میں تقلید کی جاتی، مگر نہ کسی نے ان کی تقلید کی نہ خود انھوں نے کسی کو اپنی تقلید کرنے کو فرمایا، پھر آج تم جو ان سے ہزار ہا درجہ کم لوگوں کی تقلید نہ صرف کرتے ہو بلکہ اسے فرض وواجب جانتے ہو، نجات کا دارومدار سمجھتے ہو، بتاؤ تو اس ظلم کا جواب خداوند قدوس کے سامنے کیا دو گے؟ کیا تم نے نہیں سنا کہ اگلے مقلدین کو خدا نے مشرک فرمایا ارشاد ہوتا ہے ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۱) یعنی ان لوگوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا بنا لیا تھا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انہیں خدا ماننا یہی تھا کہ جس چیز کو وہ بلا دلیل حلال بتلاتے تھے، وہ اسے صرف ان کے قول کی وجہ سے حلال جانتے تھے اور ان کی حرام بتلائی ہوئی چیز کو حرام کہتے تھے (ترمذی ص: ۱۳۶ ج ۲) (۲) اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۳) یعنی خدا کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ

(۱) التوبة ۹/۳۱

(۲) عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی ﷺ وفی عنقی صلیب من ذهب فقال یا عدی اطرح عنک هذا الوثن وسمعته یقرأ فی سورة براة اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال اما انهم لم یکونوا یعبدونهم ولکنهم کانوا اذا احلوا شیئا استحلوه واذا حرموا علیهم شیئا حرموه. (ترمذی ج ۲ ص: ۱۴۰)

(۳) آل عمران ۳/۶۴

بنائیں، خداوند تعالیٰ کا اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَاۗءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾ (۱) کیا لوگوں نے ایسے شریک خدا مقرر کر رکھے ہیں جو ان کے لئے وہ باتیں شریعت میں مقرر کر دیں جو خدائے تعالیٰ کی بتلائی ہوئی نہ ہوں، مولانا روم مثنوی ج ص: ۴۸۶ میں لکھتے ہیں ''نشاید مقلد را مسلماں دانستن'' یعنی مقلد کو مسلمان نہ جاننا چاہئے، شیخ سعدی بوستان کے آٹھویں باب میں لکھتے ہیں۔ (۲)

عبادت بہ تقلید گمراہی است = خنک رہ روے را کہ آگاہی است

یعنی جو عبادت تقلید کے ساتھ کی جائے گمراہی ہے وہی مسافر مستحق مبارکباد ہے جو اپنی منزل سے آپ آگاہ ہو، قرآن حکیم کا فرمان ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (۳) جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ پر فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ منافقوں کا ایک وصف کتاب اللہ میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ﴾ (۴) یعنی وہ خدا رسول کے سوا اوروں کے فیصلے ماننا چاہتے ہیں اور ایک جگہ فرمان ہے ﴿وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (۵) یعنی وحی خداوندی کے آجانے کے بعد اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو خدا کے ہاں نہ تو تیرا کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔

اللہ اللہ! آج وہ زمانہ آگیا کہ ہمیں مسلمانوں کو، کلمہ گویوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت پڑی کہ صرف رسول اللہ کی ذات ہی ایسی ہے جن کی ہر بات کا ماننا امت پر واجب وفرض ہے، جن کی ایک ایک بات خدا کی طرف سے ہے اور اصل شرع ہے، کوئی اور امام، فقیہ، عالم، مجتہد، محدث، زندہ، مردہ اس مرتبہ کا نہیں۔ آہ

(۱) الشوریٰ ۴۲/۲۱

(۲) بوستان ص: ۲۵۰ حکایت سفر ہندوستان وضلالت بت پرستاں

(۳) المائدة ۵/۴۴ (۴) النساء ۴/۶۰ (۵) البقرة ۲/۱۲۰

وہ زمانہ بھی تھا کہ لوگ نام نبی ﷺ کے ساتھ بڑے بڑے سے کا نام لینا باعث ہلاکت جانتے تھے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج میں تمتع کیا، تو ایک صاحب فرماتے ہیں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس سے منع فرماتے تھے، حدیث کے مقابلہ میں اتنا سنتے ہی بیساختہ آپ کی زبان سے نکل جاتا ہے۔ ''اراھم سیھلکون اقول قال رسول اللہ ﷺ ویقولون قال ابوبکر وعمر'' (۱) یعنی میں تو جانتا ہوں کہ یہ لوگ عنقریب تباہ و برباد کردیئے جائیں گے کہ میں تو ان سے حدیث رسول بیان کرتا ہوں اور یہ اس کے مقابلے میں کہتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا اور عمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا۔

۲- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک حدیث رسول بیان فرماتے ہیں ایک صاحب یہ سن کر کہتے ہیں کہ میری رائے میں یہ مسئلہ یوں ہوگا، آپ بے حد غضبناک ہوکر فرماتے ہیں کہ کوئی ہے جو ان کی خبر لے میں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور یہ مجھے اپنی رائے بتاتے ہیں خدا کی قسم میں اس جگہ نہ رہوں گا جہاں یہ ہیں۔

۳- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا واقعہ اور فرمان مروی ہیں (۲)

---

(۱) مسند احمد ج ۱ ص: ۳۳۷۔ لیکن مسند احمد کے الفاظ یوں ہیں ''عن ابن عباس قال تمتع النبی ﷺ فقال عروۃ بن الزبیر نھیٰ ابوبکر وعمر عن المتعۃ فقال ابن عباس مایقول عریۃ قال یقول نھیٰ ابوبکر وعمر عن المتعۃ فقال ابن عباس اراھم سیھلکون اقول قال النبی ویقول نھیٰ ابوبکر وعمر''

(۲) عن ابی المخارق قال ذکر عبادۃ الصامت ان النبی ﷺ نھیٰ عن درھمین بدرھم فقال فلان ماری بھذا باسا یدا بید فقال عبادۃ اقول قال النبی ﷺ وتقول لاری بھا باسا لایظلنی وایاک سقف ابدا . دارمی ج ۱ ص: ۱۲۹ باب تعجیل عقوبۃ من بلغہ عن النبی ﷺ حدیث فلم یعظمہ ولم یوقرہ .

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حدیث سناتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو اس پر ایک صاحب فرماتے ہیں میں تو جانے نہ دوں گا اوروں کو اپنا اختیار ہے یہ سنتے ہی صحابی رسول ﷺ تلملا اٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں تجھ پر خدا کی پھٹکار پڑے تین مرتبہ یہی لفظ کہتے ہیں اور غضبناک ہوکر وہاں سے چل دیتے ہیں (۱)

۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حج میں تمتع کرنے کا مسئلہ دریافت کیا جاتا

---

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۸ میں ہے ''عن سالم عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال لا تمتعوا اماء اللہ ان یصلین فی المسجد فقال ابن لہ انا لنمنعھن فقال فغضب غضبا شدیدا قال احد ثک عن رسول اللہ وتقول انا لنمنعھن'' اور عون المعبود ج ۱ ص: ۲۲۲ میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے ''قال عبداللہ بن عمر قال النبی ﷺ ائذنو اللنساء الی المساجد باللیل فقال ابن لہ واللہ لاناذن لھن فیتخذ نہ دغلا واللہ لافاذن لھن قال فسبہ وغضب وقال اقول قال رسول اللہ ﷺ ائذ نوا لھن وتقول لاناذن لھن . عبداللہ بن جبیرہ نے طبرانی کی روایت میں سب مذکور کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ انھوں نے تین مرتبہ لعنت کی۔ دارمی ج ۱ ص: ۱۲۸ میں اس روایت کے الفاظ یوں ہیں. عن سالم عن ابن عمر ان رسول اللہ قال اذا استاذنت احدکم امراتہ الی المسجد فلا یمنعھا فقال فلان ابن عبداللہ اذا واللہ امنعھا فاقبل علیہ ابن عمر فشتمہ شتمۃ لم ارہ شتمھا احدا قبلہ ثم قال احدثک عن رسول اللہ وتقول اذاً واللہ امنعھا،

مسلم ج ۱ ص: ۱۶۳ باب خروج النساء الی المساجد میں ہے ''ان عبداللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تمنعوا نساء کم المساجد اذا استاذنکم الیھا قال فقال بلال بن عبداللہ واللہ لنمنعھن قال فاقبل علیہ عبداللہ فسبہ سبا سیئا ماسمعتہ سبہ مثلہ قط وقال اخبرک عن رسول اللہ ﷺ وتقول واللہ لنمنعھن. حدیث رسول کے مقابلہ میں اپنی بات کہنے والے لڑکے کے بارے میں مسلم کی ایک روایت میں فزبرہ اور ایک روایت میں ''فضرب فی صدرہ'' بھی ہے اسی طرح مسند احمد ج ۲ ص: ۳۴۳ میں '' فلطم صدرہ'' ص: ۱۴۰ میں ''فسبہ'' کا لفظ بھی موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے ان بیٹے کا نام صحیح مسلم کی روایت کے مطابق بلال یا واقد تھا اور مسند احمد میں ان کا نام سالم بتایا گیا ہے

ہے آپ فرماتے ہیں حلال ہے۔ سائل کہتا ہے آپ کے والد خلیفہ ثانی فاروق اعظم اس کو منع کرتے تھے آپ غصہ ہو کر فرماتے ہیں" امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ ﷺ "یعنی میرے باپ کے حکم کی تابعداری کی جائے گی یا رسول اللہ کے فرمان کی؟ (ملاحظہ ہو ترمذی شریف) (۱)

۶- حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج میں اپنی قربانی کا اشعار کیا یعنی اونٹ کی کوہان کے داہنے زخم کر کے خون پونچھ ڈالا تو ایک اہل رائے نے کہا امام ابوحنیفہ اور ان کے استاد اسے مکروہ بتلاتے ہیں (۲) اس پر امام وکیع بہت بگڑے اور فرمایا میں تو کہتا ہوں حضور ﷺ نے اشعار کیا اور تو دوسروں کے نام لیتا ہے تو اس لائق ہے کہ تجھے قید خانے میں ڈال دیا جائے اور جب تک اپنے اس قول سے توبہ نہ کرے نہ نکالا جائے۔ (۳)

صحابہ اور تابعین کے اس قسم کے واقعات بے شمار حدیث و تاریخ کی کتابوں

---

(۱) عن ابن شهاب ان سالم بن عبدالله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسال عبدالله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبدالله بن عمر هي حلال فقال الشامي ان اباک قد نهیٰ عنها فقال عبدالله بن عمر ارایت ان کان ابی نهی عنها وصنعها رسول الله ﷺ امر ابی یتبع ام امر رسول الله ﷺ فقال الرجل بل امر رسول الله ﷺ فقال لقد صنعها رسول الله ﷺ.

(ترمذی ج ۱ ص: ۱۰۱ باب ماجاء فی التمتع)

(۲) تاریخ بغداد ص: ۳۹۰ میں ہے "اشعر رسول الله ﷺ واصحابه وقال ابو حنيفة الاشعار مثلة"، هدایه ج ۱ ص: ۲۵۶ باب الاحرام میں ہے والاشعار مکروہ عند ابی حنیفة اور حاشیہ میں لکھتے ہیں" وابو حنیفة کره هذا الصنع لانه مثلة"

(۳) ترمذی ج ۱ ص: ۱۸۰ باب ماجاء فی اشعار البدن میں ہے "قال سمعت ابا السائب يقول كنا عند وكيع فقال لرجل ممن ينظر فى الراى اشعر رسول الله ويقول ابو حنيفة هو مثلة قال الرجل فانه قد روى عن ابراهيم النخعى انه قال الاشعار مثلة قال فرايت وكيعا غضب شديدا وقال اقول لک قال رسول الله ﷺ وتقول قال ابراهيم ما احقک بان تحبس ثم لا تخرج حتى تنزع عن قولک هذا"

میں مذکور ہیں (۱) لیکن آج ایک نہیں کئی ایک حدیثیں ایک حنفی کے سامنے بیان کر جائیے اور ہوں اس کے مذہب کے خلاف، کیا مجال جو کبھی بھی کسی ایک پر عمل کر لے، کسی شافعی کے سامنے اس کے مذہب کے خلاف چاہے جتنی حدیثیں پڑھ دو لیکن ناممکن ہے کہ اس کے کان پر جوں تک رینگ جائے، ہاں تاویلیں کریں گے، تردید کریں گے، توڑ مروڑ کریں گے، پیچ و تاب کھائیں گے، غرض کسی نہ کسی طرح حدیث کو ٹال لیں گے۔

یا ناعی الاسلام قم وانعه - قد زال عرف وبدا منكر

---

(۱) چند واقعات ملاحظہ فرمائیں

☆ حدث ابن سیرین رجلا بحدیث عن النبی ﷺ فقال رجل قال فلان کذا وکذا فقال ابن سیرین احدثک عن النبی ﷺ وتقول قال فلان وفلان کذا وکذا لا اکلمک ابدا. (دارمی ج ۱ ص: ۱۲۸ باب تعجیل عقوبة من بلغه عن النبی ﷺ حدیث فلم یعظمه ولم یوقره.)

☆ رای عبدالله بن مغفل رجلا من اصحابه یخذف فقال لا تخذف فان رسول الله کان ینهی عن الخذف - او کان یکره - وانه لا ینکا به عدو ولا یصاد به صید ولکنه قد یفقا العین ویکسر السن ثم راه بعد ذلک یخذف فقال الم اخبرک ان رسول الله ﷺ کان ینهی عنه ثم اراک تخذف والله لا اکلمک ابدا. (ایضاً)

☆ عن خراش بن جبیر قال رایت فی المسجد فتی یخذف فقال له شیخ لا تخذف فانی سمعت رسول الله ﷺ نهیٰ عن الخذف ففعل الفتی فظن ان الشیخ لا یفطن له فخذف فقال له الشیخ احدثک انی سمعت رسول الله ﷺ ینهی عن الخذف ثم تخذف والله لا اشهد لک جنازة ولا اعودک فی مرض ولا اکلمک ابدا (ایضاً ص: ۱۲۷)

یہ ہے حنفی مذہب کی بہترین کتاب ہدایہ:

دیکھئے" لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں یوں آیا ہے پھر کہہ دیتے ہیں کہ اس پر عمل شافعی کا ہے (۱) یعنی شافعی مذہب والے اس حدیث پر عامل ہیں ہم حنفی ہیں ہمارے عمل کے لائق یہ حدیث نہیں، دوستو! یہ تیر میر کیسی؟ یہ بٹوارہ کیا؟ کیا نبی ﷺ کی حدیثیں اس درجہ پر رہ گئیں کہ تمہارے امام حکم دیں تو تم مانو؟ اور اگر یوں نہیں ہے بلکہ حدیث کو بغیر اجازت مذہب جدید کے بھی مانتے ہو تو لو اس حدیث کو مانو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کا نکاح اس مہر پر کیا کہ اس کے خاوند کو جو قرآن یاد ہے وہ اسے یاد کرادے اور صاف فرمادیا" زوجتکھا بما معک من القرآن " (بخاری مسلم) (۲) لیکن آپ کے مذہب کا یہ حکم ہے کہ اس طرح نکاح نہیں ہوسکتا مہر میں مال ہونا چاہئے اور وہ بھی کم سے کم دس درہم (۳) دوستو! تم تو بے خبر ہو ذرا اپنے مولویوں کے پاس جاؤ ان سے پوچھو کہ یہ حدیث ہے؟ یقیناً وہ اقرار کریں گے، انکار کریں تو مشکوٰۃ کھول کر کتاب النکاح کے باب الصداق میں سے یہ حدیث دکھادو، ترجمہ انہیں سے کراؤ، غلط کریں تو ترجمہ والی مشکوٰۃ پیش کرو پھر ان سے کہو کہ کیا حنفی مذہب میں بھی یہ جائز ہے؟ ہم حنفی بھی ایسا کرسکتے ہیں؟ وہ یقیناً انکار کریں گے پس تم اس وقت روایت کو مانو، رائے کو چھوڑو، اگر تمہارے دل میں نبی کی محبت ہے تو ناممکن ہے کہ ان کی حدیث کی محبت نہ ہو، اسی محبت کو یاد دلا کر میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس مذہب سے دست بردار ہوجاؤ جس کی پابندی تمہیں حدیث سے دست بردار کررہی ہے، تم اس تقلید کی

(۱) دیکھئے ھدایہ ج ۱ ص: ۸۷ (مطبع دیوبند)
(۲) بخاری ج ۲ ص: ۷۷۲ کتاب النکاح، مسلم ج ۱ ص: ۴۵۷ باب الصداق وجواز کونہ تعلیم القرآن وخاتم حدید الخ......
(۳) ہدایہ ج ۱ ص: ۳۲۴ میں ہے" واقل المهر عشرة دراهم"

گردن پر چھری پھیر دو جو تم سے حدیث کے گلے پر چھری پھروائے۔

یا ہاتھ توڑے جائیں گے یا کھولیں گے نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

مہر کی حد بندی جو کی ہے کہ دس درہم سے کم نہ ہو یہ بھی رائے کار گڑا ہے ورنہ ابوداؤد میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں" من اعطیٰ فی صداق امرأته ملأ كفيه سويقا او تمرا فقد استحل " (۱) یعنی جس نے اپنی بیوی کی مہر میں ایک لپ بھر ستو یا کھجوریں دیدیں اس نے اسے حلال کرلیا، ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ صرف دو جوتیاں مہر میں دینی کر کے ایک صحابی نے بنوفزارہ کی ایک عورت سے نکاح کیا جسے آپ نے برقرار رکھا، (۲) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا مسلمان ہوتی ہیں، ابوطلحہ ان کے پاس مانگا (پیغام نکاح) بھیجتے ہیں یہ فرماتی ہیں اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو میں تم سے نکاح کرلوں اور یہی تمہارا اسلام لانا ہی میرا مہر ہے، چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں نکاح ہوجاتا ہے اور اسلام ہی مہر ٹھہرتا ہے ملاحظہ ہو نسائی شریف۔ (۳)

(۱) ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۷ باب قلة المهر (مكتبة اشرفيه ديوبند)
(۲) ترمذی ج ۱ ص: ۲۱۱ میں ہے ان امرأة من بنی فزارة تزوجت علی نعلین فقال رسول الله ﷺ ارضيت من نفسك ومالك بنعلين قالت نعم قال فاجازه"
(۳) عن انس قال تزوج ابو طلحة ام سليم فكان صداق ما بينهما الاسلام اسلمت ام سليم قبل ابی طلحة فخطبها فقالت انی قد اسلمت فان اسلمت نكحت فاسلم فكان صداق ما بينهما (النسائی ج ۲ ص: ۱۷) التزويج علی الاسلام، مشكوة ص: ۲۷۷ باب الصداق)
مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اگر کسی نے مہر کے طور پر ایک کوڑا دیا تو بھی عورت حلال ہے بلکہ پیلو کی مسواک پر بھی نکاح کرسکتا ہے الفاظ یوں ہیں
" لاباس ان يتزوج الرجل ولو بسوط (مصنف عبدالرزاق ج ٦ ص: ۱۷۸)
لو اصدقها سوطا لحلت به (مصنف عبدالرزاق ج ٦ ص: ۱۷۹)
يتزوج الرجل ولو بسواك من اراك (مصنف عبدالرزاق ج ٦ ص: ۱۷۹)

ان صاف اور صحیح روایتوں کے خلاف رائے والوں نے مسئلہ گھڑا اور ان روایتوں کو تو ٹال دیا لیکن پھر رائے کے رگڑے نے اس راہ پر ڈالا جہاں سے رہائی مشکل، یعنی اسلام یا قرآن پر تو مہر بندھ نہیں سکتا، (۱) لیکن ہاں کسی ذمی مرد نے کسی ذمیہ عورت سے نکاح کیا اور شراب یا سور مہر میں مقرر کیا پھر دونوں مسلمان ہوگئے تو بھی مہر یہی رہے گا یعنی سور یا شراب مہر کا دیدے یہی حکم اس وقت بھی ہے جب دونوں میں سے ایک مسلمان ہوجائے، ملاحظہ ہو ہدایہ یوسفی ج ۲ ص: ۳۱۸ (۲)

ناظرین کرام! آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ رائے کو ماننے والے کس طرح روایت رد کرتے ہیں یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام آں حضرت ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے زخمی ہوتے تھے اور نمازیں پڑھا کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف پارہ اول باب "من لم یر الوضوء" (۳) میں ہے نبی ﷺ غزوات ذات الرقاع میں تھے وہاں ایک مسلمان صحابیؓ کو کسی کافر نے تیر مارا جس سے ان کے بدن سے خون اچھل اچھل کر بہنے لگا اور انھوں نے اسی حالت میں نماز ادا کی، حضرت حسن فرماتے ہیں مسلمان برابر اپنے زخموں کی حالت میں نمازیں

نوٹ: یہاں مصنف عبدالرزاق کے اس نسخے کا حوالہ لکھا گیا ہے جس کی تحقیق محدث کبیر حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ نے کی ہے، اب تو ان کے معتقدین کا فرض ہے کہ اس مسئلہ کو دل وجان سے مان لیں یہ بھی ان کی تقلید ہی ہے

(۱) ہدایہ ج ۱ ص: ۳۲۷ باب المہر میں ہے "وان تزوج امراۃ علی خدمتہ ایاھا سنۃ اوعلی تعلیم القرآن فلھا مہر مثلھا"

(۲) الفاظ یہ ہیں "فان تزوج الذمی ذمیہ علی خمر او خنزیر ثم اسلما او اسلم احدھما فلھا الخمر والخنزیر" (ہدایہ ج ۲ ص: ۳۱۸)

(۳) باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین القبل والدبر

ادا کیا کرتے تھے وغیرہ (۱) لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ خون ناپاک ہے اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے اور اس حالت میں اگر نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی، یہاں تو رائے سے اس روایت کو رد کردیا شہید کے خون کو جو راہ خدا میں بہا ہے جو خدا کو دنیا ومافیہا سے زیادہ پیارا ہے، ناپاک قرار دیا، یہ خون کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی، یہ فتویٰ دیا بلکہ فتاوی قاضی خاں جو حنفی مذہب کی بہت بڑی معتبر کتاب ہے اس کی جلد اول ص: ۲۱ برحاشیہ عالمگیری مصری میں ہے (۲) "ان اصاب دم الشھید ثوب انسان افسدہ" یعنی اگر شہید کا خون کسی انسان کے کپڑوں میں لگ گیا تو اس کے کپڑے ناپاک ہوگئے، لیکن پھر قیاسی حضرات کا فتویٰ ہے جو اسی قاضی خاں کے اسی صفحہ میں ہے "اذا نام الکلب علیٰ حصیر المسجد" (۳) یعنی ایک کتا جس کا جسم پانی میں بھیگا ہوا تھا مسجد کی چٹائی یا بوریئے پر سوگیا اگر ناپاکی کا اثر بوریئے یا چٹائی پر نہ پایا جائے تو وہ ناپاک اور نجس نہیں، سنا شہید کے خون کی چھینٹیں ناپاک کتے کے بھیگے ہوئے بدن کی چھینٹیں پاک، شہید کے خون والے کپڑے سے نماز ناجائز، ہاں پیشاب کی باریک چھینٹوں والے کپڑے پاک، ان سے نماز جائز، چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب مراقی الفلاح مصری جلد اول ص: ۹۰ میں ہے"

(۱) یذکر عن جابر ان النبی ﷺ کان فی غزوۃ ذات الرقاع فرمی رجل بسھم فنزفہ الدم فرکع وسجد ومضیٰ فی صلوٰۃ وقال الحسن مازال المسلمون یصلون فی جراحاتھم. (بخاری ج ۱ ص: ۲۹ کتاب الوضوء)

(۲) فتاوی قاضی خان ج ۱ ص: ۱۱

(۳) پوری عبارت یوں ہے "اذا نام الکلب علیٰ حصیر المسجد ان کان یابسا لم یتنجس وان کان رطبا ولم یظھر اثر النجاسۃ فیہ فکذلک (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص: ۱۱)

وعفی رشاش بول "(۱) یعنی پیشاب کے باریک چھینٹے کپڑے پر بدن پر خواہ کتنے ہی پڑے ہوئے ہوں یہاں تک کہ کپڑا یا بدن بھر گیا ہو لیکن پھر بھی کوئی حرج نہیں وہ کپڑا بھی پاک وہ بدن بھی پاک،

برادران! غور کرو کیا یہ قیاسی دفتر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کے قابل ہیں؟ کیا یہ رائے کے روڑے کسی دیرپا اور مضبوط عمارت کے بنانے میں کام آسکتے ہیں؟ دوبارہ غور فرمایئے کہ خون شہداء کی چھینٹیں ناپاک، جن کی پاکی کا بیان حدیث میں موجود، بلکہ رسول اللہ ﷺ فرمائیں قیامت کے روز بھی شہید اسی ادا سے اٹھایا جائے گا کہ اس کے زخم خون بہا رہے ہونگے جس خون کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ ہوگی اور اہل محشر کے دماغوں کو معطر و معنبر کردے گی(۲) اور ساتھ ہی پیشاب کی باریک چھینٹیں سوئی کے نالے کے برابر کی پاک، گوہ سارے جسم پر یا سارے کپڑے پر اڑی ہوں، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ حنفی مذہب کی کتاب درمختار مصری ص:۲۳۵ جلد اول میں ہے "وعفی دون ربع "(۳) یعنی نجاست آلود کپڑا پہن کر نماز ہو جاتی ہے جبکہ وہ نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم آلودہ کئے ہوئے ہو۔

حنفی بھائیو! یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث ان کتابوں کو نہیں مانتے ان کے تمام مسائل کو واجب العمل نہیں جانتے، رائے قیاس کو قرآن وحدیث کا درجہ نہیں

(۱) وعفی رشاش البول ولو مغلظا كرؤوس الابر ولو محل ادخال الخيط للضرورة وان امتلأ الثوب والبدن ولايجب غسله .(حاشية الطحاوى على مراقى الفلاح ص: ۸۱، ۸۲ (مكتبه اشرفيه ديوبند)

(۲) عن ابى هريرة ان رسول اللهﷺ قال والذى نفسى بيده لايكلم احد فى سبيل الله والله اعلم بمن يكلم فى سبيله الاجاء يوم القيمة واللون لون الدم والريح ريح المسك. (بخارى ج ۱ ص: ۳۹۳ كتاب الجهاد باب من يجرح فى سبيل الله)

(۳) درمختار ج ۱ ص: ۵۵ مطبوعه ايچ ايم كمپنى پاكستان

دیتے، اپنے ضمیر کا گلا گھونٹ دینا، اپنی نکیل امتیوں کے ہاتھ میں دیدینا پسند نہیں کرتے، وہ ائمہ کرام کو نبوت کے درجہ پر نہیں پہنچاتے، وہ احکام شرع کا دارومدار صرف قرآن وحدیث پر ہی رکھتے ہیں، اقوال فقہاء کو یہ درجہ نہیں دیتے وہ امتیوں کے رائے قیاس کو حدیث کی اجازت کا محتاج جانتے ہیں، حدیث و قرآن پر عمل کرنے کو کسی امام کی اجازت کا محتاج نہیں جانتے اور اسی کی آپ کو تلقین کرتے اور تعلیم دیتے ہیں یہی اختلاف کا مرکز ہے یہی وہ حد فاصل ہے جس نے ہم مسلمانوں کو تتر بتر کر دیا ہے اور مختلف راہوں پر ڈال دیا ہے، آج یہی رائے قیاس کے ٹکڑے ہمارے ہاتھوں میں رہ گئے اور مائدہ آسمانی یعنی قرآن وحدیث پر عمل ہم سے چھوٹ گیا، آؤ اماموں کو مانو لیکن اسی درجہ پر جس درجہ کے وہ مالک ہیں، فقہاء کی عزت کرو لیکن اتنی ہی جتنی اجازت ہے۔

دوستو! کیا بات ہے کہ جب ہماری طرف سے یہ سیدھی سی بات کہی جاتی ہے تو کہیں تو آپ ہمیں منکر امام کہتے ہیں، کہیں دشمنان بزرگان دین بتلاتے ہیں، اب اس روش کو چھوڑیئے اور راستی کا راستہ اختیار کیجئے۔

کہوں کیا میں تجھ سے کہ کیا چاہتا ہوں - جفا ہو چکی اب وفا چاہتا ہوں

قسم خدا کی اگر آج حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے اور ان قیاسی دفاتر کو دیکھتے تو ہم اہل حدیثوں کی طرح ان سے دامن جھاڑ لیتے ان کی پوری تردید کرتے اور اعلان کر دیتے کہ ان مسائل کو میری طرف منسوب کرنا محض جھوٹ ہے اور کھلا افتراء ہے میں ان سے بیزار اور بری الذمہ ہوں، میرا مذہب ان کتابوں کے مسائل کو بتلانا مجھ سے صریح دشمنی کرنا ہے، بیشک بزرگان دین کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے مسائل کو نہ مانیں ان کے مطابق فتویٰ نہ دیں اور اپنی قیاس سے لاکھوں کروڑوں مسائل بنا کر شریعت میں داخل کر دیں لوگوں کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیں اور مسلمانوں کو اصل

مذہب بتا کر یہاں تک کہ امت محمد ﷺ کو محمدی کہلوانے سے بھی روکیں یہاں تک عمل بالحدیث کو خلاف اسلام مذہب کہہ کر پابند عمل کریں۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

بڑے بڑے دفاتر جو اہل اسلام کے صدیوں بعد لکھے گئے اور کروڑوں بال سے باریک تر مسائل از خود تراشے گئے، ہزاروں ناممکن الوقوع صورتیں اپنے ذہن سے فرضی بنا لی گئیں ان کے لئے فتوے گھڑے گئے پھر ان تمام دفاتر کی نسبت بزرگان دین ائمہ اسلام کی طرف کر کے مسلمانوں میں رائج کر دیئے، انہیں یہ کہہ کر کہ تم قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتے تمہیں بجز ان کتابوں کے ماننے کے چارہ نہیں ان سے تحقیق کا مادہ چھین لیا اور اندھا دھند ان کتابوں کے پیچھے لگا دیا اس لئے آج اہل حدیث کہتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ مسلمانو! اللہ فی اللہ اس اسلام کی طرف آجاؤ جو اصل ہے جو صحابہ و تابعین میں مروج تھا جس کے پابند خود امام تھے جس کی وصیت کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اذا قلت قولا و کتاب اللہ یخالفہ فاترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل اذا کان خبر الرسول ﷺ یخالفہ قال اترکوا قولی لخبر الرسول" (1) یعنی میں جب کوئی بات کہوں اور وہ قرآن شریف کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو، لوگ پوچھتے ہیں اگر حدیث کے خلاف ہو تو فرماتے ہیں اس وقت بھی میری بات پر عمل نہ کرنا۔ ایک بزرگ کے ایسے صاف کلام کی موجودگی میں خلاف قرآن و حدیث مسائل پر عمل کرنا پھر اسے اسی امام کا مذہب

(1) اصول الحنفی ج ۱ ص ۱۰، حجۃ اللہ البالغہ، تاریخ اہل حدیث ص: ۱۴۰، عقد الجید ص [illegible] قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اذا قلت قولا و کتاب اللہ یخالفہ فاترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل اذا کان خبر رسول اللہ یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر رسول اللہ ﷺ فقیل اذا کان قول الصحابۃ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابۃ (عقد الجید ص: [illegible])

قرار دینا، ایسے مسائل کتابوں میں لکھ کر ان کی طرف منسوب کر کے دنیا کو قرآن و حدیث سے بے پرواہ کرنے کی کوشش کرنا کہاں تک اس بزرگ کی بزرگی کو تسلیم کرنا ہے؟ واللہ یہی بزرگ ہوں گے جن کی نسبت قرآن فرماتا ہے ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا﴾ (1) یعنی وہ جن کی تابعداری کی جاتی تھی اپنے تابعداروں سے قیامت کے روز بیزاری ظاہر کرنے لگیں گے، پس حقیقی تابعدار ان بزرگوں کا بھی وہی ہے جو قرآن و حدیث کا عامل ہو، اللہ ہمیں نیک سمجھ دے اور مثل بزرگان دین خدا کے دین یعنی قرآن و حدیث پر براہ راست عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمیں ہمت دے کہ ہم مخالفین کی مخالفت سے نڈر ہو کر خواہ کسی کا بھی خلاف ہو کوئی کچھ ہی کہے عمل کے لائق صرف قرآن و حدیث کو ہی جانیں اور ان پر کاربند ہو جائیں اور اسی حالت میں جئیں اور اسی حالت میں مریں اور اسی شان کے ساتھ خدا کے سامنے پیش ہوں اور رسول سے ملاقات کریں آمین۔

عقل ہی کو پیکر تفسیر حق پرست و لہد آرے آر سلیکم بالحق مارا کار نیست

بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے یہ منصب صرف اپنے رسولوں کو دیا ہے کہ دوسرے ان کی کل باتیں مانیں، فرمان ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (2) یعنی یہ منصب ہم نے صرف رسولوں ہی کو دیا ہے کہ دوسرے ان کی اطاعت، اتباع اور فرماں برداری کریں جو شخص دوسرے کی تمام باتوں کو ماننا اپنے ذمہ ضروری جانے وہ منصب نبوی غیر نبی کو دے کر صریح ظلم اور بے انصافی کرتا ہے۔ یہ کمال صرف نبی کی زبان کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ احکام شرع میں غلطی نہ کرے اس لئے کہ جو کچھ اس زبان سے ادا ہوتا ہے وہ دراصل فرمودہ خدا ہوتا ہے ان کی عصمت کا ذمہ دار خود پروردگار عالم ہوتا ہے

(1) البقرۃ ۲/۱۶۶
(2) النساء ۴/۶۴

فرماتا ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۱) یعنی ہمارے نبی زبان بھی نہیں ہلاتے جب تک کہ ان کے پاس ہماری طرف سے وحی نہ آجائے اسی لئے ارشاد خداوندی ہے ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (۲) یعنی جس نے رسول کی تابعداری کی اس نے خداوند تعالیٰ کی تابعداری کی مسلمانو! سچ بتلاؤ کیا کسی اور کے لئے بھی یہ الفاظ تمہیں قرآن میں مل سکتے ہیں ہر گز نہیں بلکہ قرآن پاک نے تو صاف فرمادیا: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۳) یعنی ہر ایک اپنے جھگڑے اور اختلاف کو خدا اور رسول کی طرف لوٹائے یعنی قرآن وحدیث سے حکم ٹٹولے اگر تم میں خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں " لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق " (۴) یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرماں برداری کرنی محض حرام ہے، حنفیہ کا مسلمہ اصول ہے کہ " المجتهد یخطی ویصیب " یعنی اماموں اور مجتہدوں سے غلطی بھی ہوجاتی ہے (شامی ص : ۱۳۶) (۵)۔ درمختار جلد اول میں ہے " مذهبنا صواب يحتمل الخطاء " (۶) یعنی ہمارا حنفی مذہب صحیح ہے مگر ممکن ہے غلط ہو پس غلطی کا احتمال جس کے کلام میں نہ ہو وہ رسول ہی ہے باقی کوئی مجتہد، امام اس غلطی سے خالی نہیں، اس لئے کوئی واجب الاتباع بھی نہیں سوائے پیغمبر کے، میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان صاف صاف دلائل کے بعد ہمارے بھائی کیوں تقلید پر اڑے ہوئے ہیں بلکہ اس سے روکنے والوں سے دشمنی پیدا کرلیتے ہیں، دوستو! آج نہیں تو کل اپنی حرکت پر آپ کو نادم ہونا پڑے گا۔

(۱) النجم ۵۳/۳-۴ (۲) النساء ۴/۸۰ (۳) النساء ۴/۵۹
(۴) شرح السنة بحوالہ مشکوۃ ص ۳۲۱ کتاب الامارة
(۵) شامی ج ۱ ص ۱۳۹
(۶) درمختار ج ۱ ص ۷

لڑنے کو اس نے رات کو غصہ میں لڑلیا = پر جب وہ اٹھ چلا تو کلیجہ پکڑلیا

برادران! آیئے میں اس موقع پر آپ کو ایک صاف صاف حدیث سناؤ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کل باتیں ماننے اور ان کی تقلید کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے صاف ممانعت فرمائی ہے، تاریخ بغداد جو حضرت امام خطیب نے لکھی ہے اس کے ایک جزء میں جس میں صرف امام صاحب کا ذکر ہے اس میں ہے امام محمد بن حمادؒ فرماتے ہیں مجھے منام میں حضور رسول مقبول ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں نے آپ سے دریافت کیا "یارسول الله ماتقول فی النظر فی کلام ابی حنیفة انظر فیها واعمل علیها قال لا لا لا ثلاث مرات قلت فما تقول فی حدیثک وحدیث اصحابک انظر فیها واعمل علیها قال نعم نعم نعم ثلاث مرات " (۱) یعنی میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے کلام کو دیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی آپ کو اجازت دیتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں نہیں نہیں، تین بار انکار فرمایا اور روکا میں نے پھر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی حدیثوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کیا میں انہیں دیکھوں اور ان پر عمل کروں آپ نے فرمایا ہاں ہاں ہاں تین مرتبہ اجازت دی۔

دوستو! اس حدیث رسول کو پھر ایک مرتبہ پڑھ جاؤ اور اپنے کلمہ کی لاج رکھ کر انصاف کرلو کہ جس روش پر تم ہو وہ رسول خدا کو پسند ہے یا نہیں خدا کا شکر ہے کہ آج یہ حدیث آپ کے کانوں تک پہونچا کر میں حق تبلیغ سے فارغ ہو رہا ہوں آپ سے امید ہے کہ اس صاف ممانعت کے بعد اب آپ فقہ حنفی کی کتابوں پر اور امام صاحب کے فرمانوں پر اس بے طرح جھکے ہوئے نہ رہیں گے جس طرح آج تک تھے۔

(۱) تاریخ خطیب بغدادی ص ۴۰۲

دوستو! آخر خدا سے معاملہ پڑتا ہے، خوب سوچ سمجھ لو، ان کتابوں اور اس تقلید کو چھوڑ دینے سے زیادہ سے زیادہ نقصان آپ کو دنیا میں یہی پہونچ سکتا ہے کہ کوئی دو چار ٹیڑھی ترچھی آپ کو سنا دے، لیکن ان کتابوں اور اس تقلید کے پیچھے لگے رہنے سے خدا کے رسول ﷺ کی حکم عدولی لازم آتی ہے جس کا بڑا خمیازہ اگر اس جہاں میں نہیں تو اس جہاں میں ضرور بھگتنا پڑے گا، ﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱) مقصود یہ ہے کہ برائی اور بدی کرنے والا خود تو ڈرے نہیں اور دوسرے جو اس فعل سے بری اور بیزار ہیں ڈریں اس کے کیا معنی؟ حق تو یہ ہے کہ اسے ڈرنا چاہئے جو مجرم ہے نہ اسے جو بے جرم ہے، اللہ ہمیں اپنی نافرمانی اور اپنے رسول کی مخالفت سے نجات دے اور نیک توفیق اور بھلی سمجھ کے ساتھ ضمیر کو آزادی دے۔

الٰہی دے اثر ایسا میری بیتابی دل میں
چلے آئیں کلیجہ تھام کر وہ میری محفل میں

سنئے جناب! بزرگوں کی، مجتہدوں اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الٰہی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں، بلکہ خداوند جل وعلا فرماتا ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ (۲) یعنی اگر ہمارے نبی بھی ہمارے اس دین میں وہ باتیں گھڑ کر کہہ دیں جو ہم نے نہیں کہیں تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی رگ جان کاٹ دیں اور تم میں سے کوئی انہیں ہمارے اس عذاب سے نہ بچا سکے۔

قرآن حکیم خود آپ کو حکم دیتا ہے کہ ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ (۳) یعنی لوگوں میں خدا کی اتاری ہوئی وحی سے فیصلے کیا کرو، اور ان کے خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

(۱) الانعام ۶/۸۱
(۲) الحاقۃ ۶۹/۴۴-۴۷
(۳) المائدۃ ۵/۴۹

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوتی ہیں اور بحکم شرع وہ اپنا اگلا نکاح جو مغیث غلام سے تھا توڑ دیتی ہیں اور مغیث کی قابل رحم حالت اور سچی محبت کو دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کو رحم آتا ہے اور آپ بریرہؓ سے سفارش کرتے ہیں کہ اپنا نکاح باقی رکھو تو وہ صاف جواب دیتی ہیں کہ اگر شریعت کا یہ حکم ہے تو مجھے منظور ہے اور اگر جناب اپنی طرف سے فرماتے ہیں تو میرے دل میں مغیث کے لئے کوئی جگہ نہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں نہیں یہ تو میری سفارش ہے شرعاً تمہیں دونوں باتوں میں اختیار ہے وہ فرماتی ہیں، بس پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں (۱)، بلکہ صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔ ''انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من امر دینکم فخذوبه واذا امرتکم بشیء من رائی فانما انا بشر '' (۲) یعنی میں تو تم جیسا انسان ہوں جب میں تمہارے دین کی بات بتلاؤں تو اسے لے لیا کرو، اور جب میں تمہیں اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ یعنی نہ اس کا ماننا تم پر ضروری، نہ اس کا ٹھیک اور درست ہونا ہی ضروری، تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک امتی کی رائے کو دلیل اور حجت سمجھنے لگے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ثم یحدث قوم یقیسون الامور برأیهم فیهدم الاسلام ویثلم '' (۳) یعنی پھر ایسے لوگ

(۱) صحیح بخاری میں یہ واقعہ یوں موجود ہے '' عن ابن عباس ان زوج بریرة کان عبدا یقال له مغیث کانی انظر الیه یطوف خلفها یبکی ودموعه تسیل علی لحیته فقال النبی ﷺ لعباس یاعباس الا تعجب من حب مغیث بریرة ومن بغض بریرة مغیثا فقال النبی ﷺ لوراجعتیه قالت یارسول الله تامرنی قال انما اشفع قالت فلاحاجة لی فیه.

(صحیح بخاری ج ۲ ص: ۷۹۵ کتاب الطلاق باب شفاعة النبی ﷺ
(۲) صحیح مسلم ج ۲ ص: ۲۶۴ کتاب الفضائل
(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۰

ہونگے کہ دینی مسائل میں قیاس دوڑانے لگیں گے، ان کے ہاتھوں اسلام ٹوٹ جائے گا اور اس میں سوراخ ہو جائیں گے کتاب مدخل بیہقی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لاتعملوا برأیکم" (۱) یعنی رائے پر عمل ہرگز نہ کرنا، حضرت شعبی فرماتے ہیں "ماحدثوک هولأء عن رسول الله ﷺ فخذ به وماقالوه برأيهم فالقه في الحش" (۲) یعنی یہ لوگ جو کچھ خدا کے پیغمبر ﷺ کی حدیثیں پہنچائیں انہیں تو لے لیا کرو اور جو مسائل یہ لوگ اپنی رائے سے بتلائیں انہیں کوڑے کرکٹ میں ڈال دیا کرو۔ اصول فقہ کی معتبر کتاب اصول الشاشی مطبوعہ احسن المطابع ص: ۹۱ سطر ۴ میں ہے "ان العمل بالرای انما یکون عند انعدام دلیل سواہ شرعاً" (۳) یعنی رائے قیاس صرف اسی وقت ہیں جب اور کوئی دلیل شرعی نہ ہو، اور ص: ۸۹ میں ہے "فانه لاسبيل الى العمل بالرای مع امكان العمل بالنص" (۴) یعنی جب تک قرآن وحدیث پر عمل ممکن ہو رائے قیاس پر عمل حرام ہے۔ (۵)

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار = مت دیکھ کسی کا قول وکردار

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے "عن عبادة بن الصامت قال سمعت رسول الله محمداً اباالقاسم (ﷺ) يقول يكون بعدی رجال يعرفونكم ماتنكرون وينكرون ماتعرفون فلاطاعة لمن عصی الله ولاتعملوا برأيكم (المدخل للبيهقی ص: ۱۸۷ باب مايذكر من ذم الرای)

(۲) الانصاف ص: ۴۷. دارمی ج ۱ ص: ۷۸ باب فی كراهية اخذ الرای. اعلام ج ۱ ص: ۲۶ میں شعبی کا ایک قول اس طرح منقول ہے "ماحاكم به هولاء من اصحاب رسول الله ﷺ فخذوه وماكان من رايهم فاطرحوه فی الحش.

(۳) اصول الشاشی ص: ۸۳ (مطبع دیوبند)

(۴) اصول الشاشی ص: ۸۱

(۵) محمد بن یحیٰ کہتے ہیں میں نے ابوالولید (ہشام بن عبدالملک طیالسی) سے سنا ہے انھوں نے ایک مرفوع حدیث بیان کی جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے کہا "ليس مع النبی ﷺ رای" (المدخل للبيهقی ص: ۲۰۶)

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمال کو لکھتے ہیں:
"لارأی لاحد فی كتاب الله ولارأی لاحد فی سنة سنها رسول الله ﷺ" (دارمی) (۱) یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ معتبر ہے کسی کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اتقوا الرأی فی دينكم" (۲) یعنی دین میں رائے سے بچتے رہو۔
مسلمانو! کیا بھول گئے؟ حدیث میں بیسیوں واقعات ایسے موجود ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے مسائل پوچھے آپ نے صاف جواب دیدیا کہ میرے پاس اس بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی جب وحی الٰہی آئی آپ نے انہیں وہ مسائل بتادیئے (۳) جب کفار نے بطور امتحان اصحاب کہف کا واقعہ، روح کی حقیقت اور ذوالقرنین کا حال پوچھا تو آپ نے یہی فرمایا، پندرہ دن تک وحی نہیں آئی آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ وحی آگئی اب آپ نے انہیں

---

(۱) "كتب عمر بن عبدالعزيز انه لارای لاحد فی كتاب الله وانما رأی الائمة فيما لم ينزل فيه كتاب ولم تمض به سنة من رسول الله ﷺ ولارأی لاحد فی سنة سنها رسول الله ﷺ" سنن دارمی ج ۱ ص: ۱۲۵ باب مايتقی من تفسير حديث النبی ﷺ وقول غيره عند قوله.

(۲) المدخل للبيهقی ص: ۱۹۰

(۳) صحیح بخاری میں موجود یہ حدیث اس بات پر روشن دلیل ہے "عن عبدالله قال بينا انا امشی مع النبی ﷺ فی خرب المدينة وهو يتوكا علی عسيب معه فمر بنفر من اليهود فقال بعضهم لبعض سلوه عن الروح فقال بعضهم لاتسالوه لايجیء فيه بشیء تكرهونه فقال بعضهم انسالنه فقال رجل منهم فقال يااباالقاسم ماالروح فسكت فقلت انه يوحیٰ اليه فقمت فلما انجلیٰ عنه فقال ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتوا من العلم الا قليلا. (بخاری ج ۱ ص: ۲۴ كتاب العلم باب قول الله ﷺ وما اوتيتم من العلم الا قليلا. ج ۲ كتاب التفسير باب قوله ويسئلونك عن الروح ص: ۶۸۶.)

جواب عنایت فرمایا(۱) اگر سوچ سمجھ کر رائے قیاس کر کے ادھر ادھر نظریں ڈال کر کچھ کہہ دینے کی اجازت ہوتی تو پندرہ دن تک کفار کے مقابلہ میں آپ خاموش نہ رہتے جب اللہ کے پیغمبر ﷺ کو یہ اجازت نہ تھی کہ خدا کے دین میں اپنی طرف سے کچھ کہہ دیں پھر اماموں اور مجتہدوں کو یہ منصب اور یہ رتبہ کیسے مل گیا؟ کہ حلال وحرام کے مسائل وہ رائے قیاس سے بیان کریں؟ اور پھر ہمیں کیسے یہ حق حاصل ہوگیا کہ ان کی باتوں اور ان کے رائے قیاس کے مجموعے کو شرعی چیز سمجھ کر اس کی پابندی اپنے اوپر لازم کرلیں اور ان کی تقلید کو یعنی ان کی ہر بات کے مانتے چلے جانے کو اسلام سمجھ بیٹھیں؟

اثبات تقلید کے موقعہ پر برادران احناف کی طرف سے عموماً یہ آواز اٹھتی ہے کہ چونکہ قرآن حدیث میں تمام مسائل کا بیان نہیں اس لئے تقلید شخصی کی ضرورت ہے حالانکہ یہ عذر بالکل غلط بلکہ اغلط ہے، قرآن کریم سے زیادہ سچی کتاب اور اللہ عزوجل سے زیادہ سچا اور کون ہوگا؟ کتاب اللہ میں فرمان خدا موجود ہے ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (۲) یعنی آج میں نے اپنا دین تم پر کامل کردیا، رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ”جو میں نہ کہوں اس کی بابت پوچھو بھی مت“ (اس لئے کہ وہ امر شرع میں سے نہیں) ابن ماجہ (۳) پس جو قرآن وحدیث میں ہے دین، اور جو ان دونوں میں نہیں وہ دین نہیں، وہ دین کی بات بھی نہیں، دین کی باتیں وحی خدا یعنی قرآن وحدیث میں کامل مکمل موجود ہیں، لیکن بالفرض اگر ہم اپنے ان بے خبر بھائیوں کی بات مان بھی لیں تاہم ہم پوچھتے ہیں کہ جن کی تم تقلید کرتے ہو کیا ان سے تمام باتیں مروی ہیں؟ گو وہ اس کا جواب اثبات میں دیں لیکن واقعات اور دلائل چیخ چیخ کر پکار رہے ہیں کہ یہ

(۱) مختصر تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص: ۴۰۸ (مطبع بیروت)
(۲) المائدۃ ۵/ ۳
(۳) ذرونی ما ترکتکم (ابن ماجہ ج ۱ ص ۳)

جواب غلط ہے اولاً تو احناف کا یہ اصول کہ جب امام صاحبؒ سے کسی مسئلہ کا حکم نہ ملے تو ان کے شاگردوں کی، اس کے بعد پھر شاگردان شاگرد کی، اور اسی طرح مسلسل مانی جائے، ملاحظہ ہو در مختار: ۳۶(۱) ثانیاً خود امام صاحب نے بہت سے مسائل کے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے، اور وہ انکار حنفی مذہب کی معتبر کتب، فقہ میں مرقوم ہے، ملاحظہ ہو ردالمختار المعروف بہ شامی شرح در مختار جلد ثالث مطبوعہ دار الکتب مصر ص: ۱۱۸ (۲) جہاں دس مسئلے لکھے ہیں جن کی بابت حضرت امام صاحب نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ میں انہیں نہیں جانتا۔

(۱) درمختار مع شرح رد محتار ج ۱ ص: ۱۷۱ ”یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد
(ف) ثانی سے مراد امام ابو یوسف اور ثالث سے مراد امام محمد ہیں (شامی ج ۱ ص: ۱۷۱)
(۲) ردمحتار ج ۵ ص: ۶۰۸ (مکتبہ زکریا دیوبند)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

دس مسئلوں

کے متعلق فرمایا کہ میں نہیں جانتا

۱- حضرت امام صاحب سے سوال ہوتا ہے کہ دھر کتنی مدت کو کہتے ہیں مثلاً کسی نے قسم کھائی میں تجھ سے دھر تک نہ بولوں گا تو کب تک اسے بول چال بند رکھنی پڑے گی؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

۲- آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ جو حلال جانور مثلاً گائے بکری بھینس وغیرہ کو پاخانہ کھانے کی عادت ہوجائے، اسی کو کھائے یا اکثر غذا اس کی یہی ہو تو اس کا گوشت کتنے دن تک اسے اس غذا سے روکنے کے بعد پاک ہوگا؟ آپ نے فرمایا مجھے اس کا بھی علم نہیں۔

۳- دریافت ہوتا ہے کہ شریعت میں کتا سدھا ہوا شکار کھیلنے کے قابل کب مانا جاتا ہے؟ جواب ملتا ہے کہ میں اس سے بھی لاعلم ہوں۔

۴- پوچھا جاتا ہے کہ ختنہ کا وقت کیا ہے یعنی بچے کی کتنی عمر میں اس کا ختنہ کرایا جائے؟ فرماتے ہیں مجھے خبر نہیں۔

۵- پوچھا جاتا ہے کہ خنثیٰ جو دونوں سوراخوں سے پیشاب کرتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ فرماتے ہیں میں اس سے بھی بے خبر ہوں۔

۶- سوال ہوتا ہے کہ اگر گدھا پانی وغیرہ کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس پانی سے ہم وضو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ فرماتے ہیں میں اس کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

۷- آپ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ مشرکوں کے چھوٹے بچے جو بلوغت سے پہلے مرجائیں وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں؟ فرماتے ہیں "لاادری" میں نہیں جانتا۔

۸- امام ابوحنیفہ سے پوچھا جاتا ہے کہ انبیاء کرام افضل ہیں یا فرشتے؟ یہی جواب ملتا ہے کہ میں اس کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔

۹- آپ سے فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے کہ مسجد کی دیواروں پر نقش ونگار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ فرماتے ہیں مجھے اس مسئلہ کی تحقیق نہیں۔

۱۰- لوگ آپ سے استفتاء لیتے ہیں کہ جنات کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ قیامت والے دن مثل انسانوں کے ملے گا یا نہیں؟ آپ فتویٰ دینے سے یہ کہہ کر رک جاتے ہیں کہ میں نہیں جانتا (۱) سردست یہ دس مسئلے میں نے نقل کئے ہیں گو اس قسم کے اور مسائل بھی بہت سے ہیں یہاں تک کہ صاحب ہدایہ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام تجنیس ہے۔ جس کی نسبت شامی مصری جلد اول ص: ۲۴۵ (۲) میں لکھا ہے۔" ان ھذاالکتاب لبیان مااستنبطہ

---

(۱) شیخ الاسلام ابن ابی شریف نے اسی کو اس طرح نظم کیا ہے

حمل الامام أبا حنیفة دینه ☆ ان قال لاادری لتسعة اسئله
أطفال اهل الشرک این محلهم ☆ وهل الملائکة الکرام مفضله
ام انبیاء الله ؟ لم اللحم من ☆ جلالة انى یطیب الأکل له
والدهر مع وقت الختان وکبهم ☆ وصف المعلم ای وقت حصله
والحکم فی الخنثى اذا مابال من ☆ فرجیه مع سور الحمار استشکله
واجائز نقش الجدار لمسجد ☆ من وقفه ام لم یجز ان یفعله
ویزاد عاشرة هل الجنی یثا ☆ ب بطاعة کالانس یوم المسئله

ردالمحتار ج ۵ ص: ۶۰۸ (مکتبہ زکریا دیوبند)

(۲) شامی ج ۱ ص ۵۴۴

المتأخرون ولم ینص علیه المتقدمون" یعنی اس کتاب میں صرف وہی مسائل ہیں جو پچھلوں نے استنباط کئے ہیں اور جن پر اگلوں کا کوئی فتویٰ نہیں پایا گیا، پس اب ہمارے مقلد بھائی ہمیں بتلائیں کہ وہ اب کیا کریں گے؟ قرآن وحدیث کو تو محض اس غلط خیال کی بنا پر کہ اس میں تمام مسائل نہیں، ناکافی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا لیکن اب جبکہ صاف اور واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ جن کی وہ تقلید کرتے ہیں انھوں نے قطعاً اور یقیناً سارے مسائل نہیں بتلائے، تو اب کیا وجہ ہے کہ ان کی تقلید کو بھی ردنہ کر دیا جائے؟

برادران! بھلا غور تو کرو یہ ہو بھی سکتا ہے کہ خدا اپنے دین کو ناقص چھوڑ دے؟ نبی اپنی شریعت کو ناتمام چھوڑ دیں؟ اور امتی آکر اس نقصان کو پورا کریں؟ پھر ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جن مسائل میں امام صاحبؒ نے فتویٰ نہیں دیئے اپنی لاعلمی ظاہر کی ان میں ان کے مقلدین کو فتوے دینے کا کون ساحق تھا؟ لیکن آپ یقین مانئے کہ ان تمام مسائل میں فقہاء حنفیہ نے فتوے دیئے اور آج ان پر حنفیوں کا عمل ہے پھر تقلید شخصی کہاں گئی؟

میرے دوستو! امام صاحب نہ کہیں اور دوسرے ان کے مقلد ان کے خلاف کہیں تو تم مان لو؟ اور اگر خدا رسول کی بات تمہیں ملے تو تم اس سے کنارہ کش ہو جاؤ؟ یہ کہاں تک انصاف ہے؟ الغرض بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ باوجود سوال ہونے کے امام صاحبؒ ان کا جواب نہیں دے سکتے بہت سے مسائل وہ بھی ہیں، جن میں امام صاحب نے فتویٰ دیا لیکن پھر بھی اپنی غلطی معلوم کر کے رجوع کر لیا بلکہ آپ بطور اصول کلی فرماتے ہیں "انی قد أریٰ الرأی الیوم فاترکه غدا وأری الرأی غدا واترکه بعد غد" (جزء تاریخ بغداد للخطیب) (۱) یعنی آج میں اپنی رائے سے ایک مسئلہ بتلاتا ہوں پھر اسے کل

(۱) جزء تاریخ بغداد للخطیب ص: ۴۰۲ مطوعه دار الکتاب العربی بیروت

چھوڑ دیتا ہوں اور کل بتا کر پرسوں چھوڑ دیتا ہوں (۱) بلکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے حضرت حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کنت اجلس الیٰ ابی حنیفة فاسمعه یسأل عن مسئلة فی الیوم الواحد فیفتی فیها بخمسة اقاویل فلما رأیت ذلک ترکته واقبلت علی الحدیث" یعنی میں امام صاحب کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا تو یہ رنگ دیکھتا تھا کہ ایک سوال کے جواب میں کبھی کچھ فرماتے کبھی کچھ فرماتے پانچ پانچ مختلف جواب ایک ہی دن میں ایک ہی مسئلہ میں بتلاتے یہ حالت دیکھ کر آخر کو میں تو فقہ حنفیہ کو چھوڑ کر حدیث رسول ﷺ کے پیچھے لگ گیا، الغرض ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی اقوال بھی امام صاحب کے ہیں، امام صاحب نے اپنے بہت سے اقوال سے توبہ بھی کی ہے، امام صاحب نے بہت سے مسائل کے جواب میں اپنی لاعلمی بھی ظاہر کی ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ بے عیب حدیث کو چھوڑ کر امتی کے بے نور کلام کو لیا جائے۔ تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ مصری: ۲۲ میں ہے (۲) کہ ایک مشرقی شخص امام ابوحنیفہ کے پاس آیا اور ایک سال پہلے امام صاحب نے جو فتوے

(۱) امام ابوحنیفہ نے یہ بات امام ابویوسف سے کہی تھی تاریخ بغداد میں ہے امام زفر کہتے ہیں کہ ایک دن ابوحنیفہ نے ابویوسف سے کہا "ویحک یایعقوب لاتکتب کل ماسمعته عنی فانی قد اری الرای الیوم فاترکه غدا واری الرای غدا واترکه بعد غد اسی صفحہ میں ہے ابونعیم کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ کو سنا وہ ابویوسف سے کہہ رہے تھے "لاتروا عنی شیئا فانی واللہ ما ادری مخطئ انا ام مصیب" (ایضاً)

(۲) جاء رجل من اهل المشرق الی ابی حنیفة بکتاب منه بمکة عاما اول فعرضه علیه مماکان یسأل عنه فرجع عن ذلک کله فوضع الرجل التراب علیٰ راسه ثم قال یا معشر الناس اتیت هذا الرجل عاما اولا فافتانی بهذا الکتاب فاهرقت به الدماء وانکحت به الفروج ثم رجع عنه العام.

(تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبة مصری ص ۶۳)

لکھوائے تھے وہ انہیں دکھائے امام صاحب نے فرمایا میں نے ان سب سے اب رجوع کرلیا ہے، اب اس کے حلال کو حرام کہتا ہوں اور اس میں لکھے ہوئے حرام کی حلت کا قائل ہوں، اس شخص نے اپنے سر پر خاک ڈال لی اور لوگوں سے مخاطب ہو کر رنج اور صدمہ سے کہنے لگا ''اتیت ھذا الرجل عاما اولا فافتانی بھذا الکتاب فاھرقت بہ الدماء وانکحت بہ الفروج ثم رجع عنہ العام'' یعنی اگلے سال انھوں نے مجھے یہ فتوے دیئے تھے جن پر میں نے عمل کیا اور خون اور شرمگاہ کو ان فتووں کی بنا پر حلال حرام سمجھا، لیکن افسوس کہ اس سال ان تمام فتاویٰ سے یہ ہٹ گئے۔

حضرات! کیا یہ واقعہ آپ کو یہ سبق نہیں دیتا کہ امام صاحب خود اپنی رائے کو حجت نہیں جانتے تھے، جوں جوں حدیث نبوی ملتی جاتی اپنے اگلے اقوال سے رجوع کرتے جاتے، آج اگر وہ زندہ ہوتے اور یہ صحیح حدیثیں ان تک پہونچ جاتیں تو کیا وہ ان کے خلاف کرتے؟ پس آج ان کا نام لے کر خلاف احادیث مسائل ماننا اور انہیں ان کا مذہب قرار دینا یہ دراصل ان کی اپنی منشاء کا بھی خون کرنا ہے۔ پس مسلمانو! غیر معصوم ہستی سے ہٹ کر معصوم ہستی کی طرف آجاؤ یعنی فقہ سے ہٹو حدیث کی طرف آؤ۔

بتاؤ دوستو ڈالا یہ کیا رخنہ شریعت میں
کئے افسوس تم نے چار ٹکڑے ایک ملت میں

ائمہ کرام اور تقلید شخصی

میں تقلید شخصی کی تردید میں کچھ اور دلائل بیان کروں اس سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ چاروں ائمہ کے اقوال بیان کردوں کہ خود ان کا فیصلہ تقلید کی نسبت کیا ہے؟ (۱) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''انما انا بشر اخطی واصیب فانظروا فی رائی فکل ما وافق الکتاب والسنۃ فخذوہ وکل مالم یوافق فاترکوہ۔ (۲) یعنی میں ایک انسان ہوں کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے کبھی غلط ہوتی ہے تم میری اس بات کو تو لے لو جو کتاب وسنت کے مطابق ہو، اور جو ان میں سے کسی کے خلاف ہو اسے ہرگز نہ مانو۔ آپ فرمایا کرتے تھے'' مامن احد الا وماخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا رسول اللہ ﷺ '' (۳) یعنی دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس کی بعض باتیں سچی اور درست اور بعض باتیں غلط اور نادرست نہ ہوتی ہوں ان کی اچھی باتیں نہ لے لی جاتی ہوں اور بری باتیں نہ چھوڑ دی جاتی ہوں سوائے رسول خدا ﷺ کے کہ آپ کی تمام باتیں سچی اور اچھی آپ کی تمام باتیں لینے، ماننے، قبول کرنے

---

(۱) امام شعرانی اپنی کتاب المیزان میں تقلید کی نسبت ائمہ کی رائے یوں لکھتے ہیں ''وقد کان الائمۃ المجتھدین کلھم یحثون اصحابھم علی العمل بظاھر الکتاب والسنۃ ویقولون اذا رأیتم کلامنا یخالف ظاھر الکتاب والسنۃ فاعملوا بالکتاب والسنۃ واضربوا بکلامنا الحائط'' (المیزان ج ۱ ص: ۶۰ مطبوعہ اکمل المطابع دھلی

(۲) جامع العلم ص: ۳۳ . اعلام ج ۱ ص: ۲۶

(۳) عقد الجید ص: ۷۵ ☆المیزان للشعرانی میں یہی بات ان الفاظ کے ساتھ ہے '' ومامن احد الا وماخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا صاحب ھذہ الروضۃ یعنی بہ رسول اللہ ﷺ (المیزان ۱/۶۵) بیہقی نے اس قول کی نسبت عطاء ومجاہد کی جانب بھی کی ہے، (دیکھئے میزان ج ۱ ص: ۶۱)

اور عمل کرنے کے قابل، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لاتقلدنی ولاتقلدن مالکا ولا الشافعی ولا الاوزاعی ولا الثوری وخذ من حیث اخذوا" (عقد الجید)(۱) یعنی خبردار ہرگز نہ میری تقلید کرنا نہ مالک کی نہ شافعی کی نہ اوزاعی کی نہ ثوری کی بلکہ جہاں سے یہ بزرگ احکام لیا کرتے تھے وہیں سے تم بھی لیا کرو یعنی صرف قرآن وحدیث سے، آپ کا یہ بھی ارشاد ہے "لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام" (عقد الجید)(۲) یعنی خدا اور رسول کے کلام کے ہوتے ہوئے کسی کا کلام کوئی چیز نہیں،

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنۃ رسول اللہ فقولوا بسنۃ رسول اللہ ودعوا ماقلت" (بیہقی)(۳) یعنی جب تم میری کتاب میں سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف کچھ

---

(۱) عقد الجید ص: ۹ – دیگر کتابوں یہ قول اس طرح ہے "وکان الامام احمد رضی اللہ عنہ یقول لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام وقال ایضا لرجل لاتقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی ولاغیرھم وخذ الکلام من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ" حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص: ۱۵۷. میزان شعرانی ج ۱ ص: ۶۸. عقد الجید ص ۷۶. اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۱۹ میں امام احمد کا یہ قول بھی موجود ہے "من قلۃ فقہ الرجل ان یقلد دینہ الرجل". میزان شعرانی میں ہے کسی کہنے والے نے امام احمد کے سامنے کہا "الی متی حدیث اشتغلوا بالعلم فقال لہ الامام احمد قم یا کافر لا تدخل علینا انت بعد الیوم ثم انہ التفت الی اصحابہ وقال ماقلت ابدا لاحد من الناس لاتدخل داری غیر ھذا الناس" (میزان ج ۱ ص: ۶۲)

(۲) عقد الجید ص: ۷۶ مطبوعہ دار الفتح الشارقۃ

(۳) المدخل الی السنن الکبریٰ للحافظ ابوبکر البیہقی ص: ۲۰۵ – رد محتار میں ہے "روی البویطی عن الشافعی رضی اللہ عنہ انہ قال انی صنفت ھذہ الکتب فلم آل فیھا الصواب ولابد ان یوجد فیھا مایخالف کتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسولہ ﷺ، قال اللہ تعالیٰ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا. [النساء ۸۲] فماوجدتم فیھا مایخالف کتاب اللہ وسنۃ رسولہ فانی راجع عنہ الی کتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسولہ. ردمحتار ج ۱ ص: ۱۰۵

پاؤ تو میرے قول کی کچھ پرواہ نہ کرو اور سنت نبوی کو مضبوط تھام لو،(۱) آپ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ "اذا صح الحدیث فھو مذھبی واذا رأیتم کلامی یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا بکلامی الحائط" (عقد الجید)(۲) یعنی صحیح حدیث میں جو وارد ہوا ہو وہی میرا مذہب ہے جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو(۳) آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے آپ اس کے متعلق ایک

---

(۱) ربیع کہتے ہیں کہ ایک بار امام شافعی نے فرمایا "کل مسئلۃ تکلمت فیھا صح الخبر فیھا عن النبی ﷺ عند اھل النقل بخلاف ماقلت فانا راجع عنھا فی حیاتی وبعد مماتی" اعلام ج ۱ ص: ۲۵۵،
علاوہ ازیں امام شافعی کے یہ اقوال بھی کتابوں میں موجود ہے
☆ "اذا صح الحدیث عن رسول اللہ ﷺ فھو اولیٰ ان یوخذ بہ من غیرہ" رواہ ابونعیم فی الحلیۃ ۹/۱۰۷ ☆ اذا وجدتم لرسول اللہ ﷺ سنۃ فاتبعوھا ولاتلتفتوا الیٰ قول احد ☆ کل ماقلت وکان عن النبی ﷺ خلاف قولی مما یصح فحدیث النبی ﷺ اولیٰ ولاتقلدونی. ☆ اذا صح الحدیث عن رسول اللہ ﷺ فقلت قولا فانا راجع عن قولی وقائل بذلک (بحوالہ حاشیہ المدخل للبیھقی دراسۃ وتحقیق دکتور محمد ضیاء الرحمن الاعظمی.)

(۲) عقد الجید ص: ۶۷

(۳) عقد الجید ص: ۶۷. حاکم، بیھقی، بحوالہ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص: ۱۵۷ اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۵۴ میں ہے "وتواتر عنہ قال اذا صح الحدیث فاضربوا بقولی الحائط. میزان شعرانی میں یہ قول اس طرح ہے "اذا صح الحدیث فھو مذھبی. قال ابن حزم ای صح عندہ اوعند غیرہ من الائمۃ وفی روایۃ اخری اذا رأیتم کلامی یخالف کلام رسول اللہ ﷺ فاعملوا بکلام رسول اللہ ﷺ واضربوا بکلامی الحائط. (المیزان ج ۱ ص: ۶۶) امام شافعی کے نزدیک حدیث کی کیا وقعت تھی اس کا اندازہ آپ کو ان کے اس قول سے بخوبی ہو سکتا ہے کہتے ہیں اذا رایت صاحب حدیث فکانی رأیت احدا من اصحاب رسول اللہ ﷺ. (المیزان ج ۱ ص: ۶۵) ابوالفلاح حنبلی کا بیان ہے کہ امام شافعی امام احمد بن حنبل سے کہتے تھے "یا اباعبداللہ انت اعلم بالحدیث منی فاذا صح الحدیث فاعلمنی حتی اذھب الیہ شامیا کان او کوفیا اوبصریا. (شذرات الذھب ج ۲ ص: ۱۰)

حدیث سنادیتے ہیں کہ اس حدیث میں اس مسئلہ کا یہ حکم ہے سائل کہتا ہے کیا آپ بھی یونہی فرماتے ہیں امام صاحب کپکپانے لگتے ہیں چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور نہایت خفا ہو کر فرماتے ہیں، مجھے کون سی زمین اپنی پیٹھ پر چلنے دے گی؟ اور کون سا آسمان مجھے اپنے سایہ تلے رکھے گا؟ اگر میں حدیث نبوی کے خلاف کہوں خدا کے پیغمبر کا فرمان سر آنکھوں پر ہے (رواہ محمد بن سنۃ) (۱) دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تو نے مجھے زنار باندھے ہوئے یا کسی گرجے میں سے نکلے ہوئے دیکھا ہے؟ (۲) یعنی فرمان رسالت مآب ﷺ کے خلاف کچھ کہوں تو کافر اور نصرانی نہ بن جاؤں؟ اسی طرح آپ کا فرمان ہے کہ اگر میں کوئی حدیث بہ سند صحیح بیان کروں اور پھر اس کے خلاف فتویٰ دوں تو "اشھد کم ان عقلی قد ذھب" تم سمجھ لینا کہ میری عقل جاتی رہی (ربیع) (۳) بلکہ تقلید کی مذمت بیان فرماتے ہوئے آپ کا ارشاد ہوتا ہے کہ "مقلد کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بینائی کے بعد اندھا بن جانا یا روشن چراغ بجھا کر اندھیروں میں مارا مارا

---

(۱) یقول الربیع بن سلیمان سمعت الشافعی یقول وساله رجل عن مسئلة فقال روی عن النبی ﷺ انه قال کذا و کذا فقال له السائل یااباعبدالله اتقول بهذا فارتعد الشافعی واصفر وحال لونه وقال ویحک ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی اذارویت عن رسول الله ﷺ شیئا فلم اقل به نعم علی الراس والعینین نعم علی الراس علی العینین.
(اعلام ج ۱ ص: ۲۵۶)

(۲) أرایت فی وسطی زنارا اترانی خرجت من الکنیسة. (اعلام ج ۱ ص: ۲۵۶)

(۳) متی رویت عن رسول الله ﷺ حدیثا صحیحا فلم اٰخذ به فاشهد کم ان عقلی قد ذهب. اور ایک بار اسی بات کو یوں بیان کیا" اذا رویت عن رسول الله ﷺ حدیثاً ولم اٰخذ به فاعلموا ان عقلی قد ذهب. ایک موقع پر فرمایا "اجمع الناس علی ان من استبانت له سنة عن رسول الله لم یکن له ان یدعها لقول احد من الناس".
(اعلام ج ۱ ص: ۵۵-۲۵۴)

میزان ج ۱ ص: ۲۶ میں ہے امام شافعی کہا کرتے تھے اذا ثبت عن النبی ﷺ شیء لم یحل لنا ترکه. بابی هو وامی

پھرنا (منح امام شعراوی) ان تینوں اماموں کے یہ چند اقوال بیان کر کے میں چاہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اس بارے میں چند اقوال بیان کر دوں کیونکہ ہمارا روئے سخن زیادہ تر حنفیوں سے ہے۔

نالہ خواہم کہ بطرز دگر ایجاد کنم — دست دل گیرم و در کوئے تو فریاد کنم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اذا قلت قولا و کتاب الله یخالفه فاترکوا قولی بکتاب الله فقیل اذا کان خبر الرسول یخالفه قال اترکوا قولی بخبر الرسول فقیل اذا کان قول الصحابة یخالفه قال اترکوا قولی بقول الصحابة" (روضۃ العلماء) (۱) یعنی جب میرا قول کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو لوگوں نے پوچھا جب آپ کا فرمان حدیث رسول کے خلاف ہو فرمایا اس وقت بھی ترک کر دو، پوچھا گیا جب صحابہ کرام کے خلاف ہو فرمایا اس وقت بھی چھوڑ دو، آپ نے فرمایا "لاینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتیٰ بکلامی" (یواقیت والجواہر) (۲) یعنی جس شخص کو میری دلیل نہ معلوم ہو اسے میرے قول پر فتویٰ نہ دینا چاہئے، اسی طرح آپ سے یہ بھی منقول ہے "لایحل لاحد ان یاخذ بقولنا مالم یعلم من این اخذ ناه" (۳) یعنی جب تک کوئی شخص ہمارے اس قول کی سند کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے نہ پائے تب تک اس قول کو لینا، اس پر عمل کرنا اسے حرام ہے، نہایة النہایة میں حضرت امام صاحب کا یہ زریں مقولہ مروی ہے کہ "اذا

---

(۱) بحواله عقد الجید ص: ۵۷

(۲) بحواله عقد الجید ص: ۶۸. حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۷، اس کے ساتھ ساتھ یہ اضافہ بھی ہے "وکان رضی الله عنه اذا فتی یقول هذا رأی النعمان بن ثابت یعنی نفسه وهو احسن ماقدرنا علیه ممن جاء باحسن منه فهو اولی بالصواب". ملاحظہ ہو عقد الجید ص: ۷۵، وحجۃ اللہ البالغہ صفحہ مذکور

(۳) مقدمه عقد الجید ص: ۶. الانصاف میں اس قول کی نسبت امام یوسف وزفر کی جانب اور اعلام ج ۱ ص: ۲۱۵ میں اس قول کی نسبت صرف ابو یوسف کی جانب کی گئی ہے الفاظ یہ ہیں "لایحل لاحد ان یقول مقالتنا حتی یعلم من این قلنا".

صح الحدیث فھو مذھبی " (۱) یعنی صحیح حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہوجائے وہی میرا مذہب ہے، پس آج ابوحنیفہ کی تقلید کا دعویٰ کر کے ان کے صحیح مذہب پر صحت کے ساتھ چلنے والی اہل حدیث جماعت کو امام صاحب کی دشمن جماعت سمجھنا اوران سے امام صاحب کی مرضی کے خلاف اندھی تقلید منواتے کے درپے ہونا کیسی دل لبھانے والی ضد ہے؟

کم سنی ہے تو نرالی ہیں ضدیں بھی انکی - اس پہ مچلے ہیں کہ ہم زخم جگر دیکھیں گے

حنفی مذہب کی معتبر کتاب درمختار مصری جلد اول ص: ۵۰ میں ہے حضرت امام صاحب نے فرمایا " ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ" (۲) یعنی اگر تمہیں کوئی دلیل قرآن وحدیث سے مل جائے تو اسی پر عمل کرو اور اسی پر فتویٰ دیا کرو، شامی کے اسی صفحہ میں ہے (۳)" اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذھبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا بالعمل بہ فقد صح عنہ انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وقد حکی ذلک ابن عبدالبر عن ابی حنیفۃ وغیرہ من الائمۃ ونقلہ ایضا الامام الشعرانی عن الائمۃ الاربعۃ " یعنی صحیح حدیث جب امام صاحب کے قول کے خلاف ملے تو حنفی مقلد پر فرض ہے کہ امام صاحب کے قول کو چھوڑ دے اور حدیث پر عمل کرے اس سے وہ حنفیت اور تقلید سے خارج نہیں ہوگا (۴) اس لئے کہ امام صاحب نے فرمایا ہے کہ جو کچھ صحیح

(۱) بحوالہ مقدمہ عقد الجید ص: ۲ وشامی ج ۱ ص: ۱۶۷

(۲) درمختار ج ۱ ص: ۱۴

(۳) شامی ج ۱ ص: ۱۶۷

(۴) امام ابویوسف نے ایک بار اپنے مسلک کے خلاف حدیث پر عمل کیا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے "روی عن ابی یوسف انہ صلی الجمعۃ مغتسلا من الحمام ثم اخبر بفارۃ میتۃ فی بئر الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا من اھل المدینۃ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل الخبث" (ردالمحتار ج ۱ ص: ۱۷۷)

حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے، ابن عبدالبر نے اسے امام ابوحنیفہ سے اور شعرانی نے اس قول کو چاروں اماموں سے نقل کیا ہے۔

امام صاحب جب کبھی فتوی دیتے یا کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو ساتھ ساتھ بیان فرمادیا کرتے "ھذا رای النعمان بن ثابت یعنی نفسہ وھو احسن ماقدرنا علیہ فمن جاء باحسن منہ فھو اولیٰ بالصواب" (عقد الجید) (۱) یعنی یہ میری رائے جو مقدور بھر کوشش کے بعد ظاہر ہوئی اگر کسی شخص کو اس سے بہتر بات مل جائے تو وہی زیادہ اچھی اور قابل عمل ہے، امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں امام صاحب کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے شاگرد رشید قاضی ابویوسف سے فرمایا "لاتروعنی شیئا فانی واللہ ماادری مخطی انا ام مصیب" (۲) یعنی تم میری روایت سے مسائل نہ بیان کیا کرو خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں نے ٹھیک مسئلہ بیان کیا یا غلط بیان کیا ہے، اسی کتاب میں ایک روایت میں سند کے بعد ہے " ویحک یایعقوب لاتکتب کلما سمعتہ منی فانی قد اری الرای الیوم فاترکہ غدا واریٰ الرای غدا واترکہ بعد غد" (۳) یعنی اے ابویوسف تم مجھ سے جو کچھ سنو اسے ہرگز نہ لکھو ایک مسئلہ کی بابت میری رائے آج کچھ ہوتی ہے پھر کل اس کے خلاف کچھ اور ہوتی ہے اور کل کی بات پرسوں میں بدل لیا کرتا ہوں، امام صاحب کا یہ پاکیزہ فرمان بھی سنئے فرماتے ہیں " اذا رأیتم کلامنا یخالف ظاھر الکتاب والسنۃ فاعملوا بالکتاب والسنۃ واضربوا بکلامنا الحائط " (میزان شعرانی) (۴) یعنی ہمارے

(۱) عقد الجید ص: ۷۵ / حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص: ۱۵۷

(۲) تاریخ بغداد ص: ۴۰۲

(۳) تاریخ بغداد ص: ۴۰۲

(۴) المیزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص: ۶۰

اقوال کو قرآن وحدیث کے خلاف پاؤ تو انہیں دیوار پر دے مارو اور قرآن وحدیث پر عمل کرو آپ فرماتے ہیں "ایاکم والقول فی دین اللہ بالرأی وعلیکم باتباع السنۃ فمن خرج عنہا ضل" (فتوحات) (۱) لوگو! خدا کے دین میں رائے قیاس کرنے سے بچو! اور حدیث کی تابعداری میں لگے رہو! اگر سنت رسول ﷺ کی تابعداری چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

حنفی بھائیو! جنہیں امام مانا کیا ان کی اتنی عزت بھی دل میں نہیں کہ ان کا ایسا تاکیدی فرمان بھی آپ لاپرواہی سے چھوڑ دیں۔

زیر دیوار ذرا جھانک کے تم دیکھو تو لو = ناتواں کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر

اور یہ بھی فرماتے ہیں "حرام علیٰ من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی" (میزان شعرانی) (۲) یعنی میری بات کی دلیل قرآن وحدیث سے جسے معلوم نہ ہو اسے میرے کلام پر فتویٰ دینا حرام ہے، ایک مرتبہ ایک شخص کوفے میں آتا ہے اور اس کے پاس دانیال کی کتاب ہوتی ہے امام صاحب اس پر اس قدر بگڑتے ہیں کہ قریب تھا اسے قتل کر ڈالیں اور نہایت غصہ کے ساتھ فرماتے ہیں "اکتاب ثم غیر القرآن والحدیث" یعنی کیا دین خدا میں قرآن وحدیث کے سوا تیسری چیز ملانی چاہتے ہو (میزان شعرانی) (۳) آپ علی الاعلان یہ بھی

---

(۱) بحوالہ المیزان ج ۱ ص: ۶۳ . قواعد الحدیث ص: ۲۳ ، لیکن المیزان فتوحات مکیہ کے حوالہ سے یہ قول اس طرح ہے ایاکم والقول فی دین اللہ تعالیٰ بالرای وعلیکم بالرای وعلیکم باتباع السنۃ فمن خرج عنہا ضل۔
اسی کتاب میں امام شعرانی ابوحنیفہ کے بارے میں لکھتے ہیں وکان یقول ایاکم وآراء الرجال ودخل علیہ مرۃ رجل من اہل الکوفۃ والحدیث یقرأ عندہ فقال الرجل دعونا من ہذا الحدیث فزجرہ الامام اشد الزجر وقال لہ لولا السنۃ مافہم احد منا القرآن ثم قال للرجل ماتقول فی لحم القرد واین دلیلہ من القرآن فافحم الرجل فقال للامام فماتقول انت فیہ فقال لیس ہو من بہیمۃ الانعام. (میزان ج ۱ ص: ۶۳)

(۲) المیزان للشعرانی ج ۱ ص: ۶۳

(۳) ایضاً صـ ۶۴

فرمایا کرتے تھے "کذب واللہ وافتریٰ علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علی النص وھل یحتاج بعد النص الی قیاس" (۱) جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو صریح قرآن وحدیث پر مقدم کرتے ہیں وہ جھوٹا اور مفتری ہے قرآن وحدیث کی موجودگی میں رائے قیاس کی ضرورت ہی نہیں۔ (۲) فضیل ابن عیاض فرماتے ہیں "اذا وردت علیہ مسألۃ فیھا حدیث صحیح اتبعہ وان کان عن الصحابۃ والتابعین" یعنی امام صاحب کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا اور اس میں صحیح حدیث ہوتی تو آپ اس کی پیروی کرتے ورنہ صحابہ اور تابعین کی (جزء تاریخ بغداد للخطیب) (۳) امام ابو یوسف سے سوال ہوتا ہے (۴) کہ امام صاحب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ کہ لونڈی جب آزاد ہو اور اس کا خاوند غلام ہو تو آزاد ہوتے ہی اس پر طلاق پڑ جائے گی کیوں چھوڑ دیا؟ اور یہ مذہب اختیار کیا کہ نہیں لونڈی کو اس صورت میں اختیار ہے خواہ اپنا نکاح باقی رکھے خواہ چھوڑ دے تو فرمایا محض اس حدیث کی بنا پر جس میں ہے "ان بریرۃ حین اعتقت خیرت" (۵) یعنی بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آزاد ہوئیں تو انہیں نکاح باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا (جزء تاریخ بغداد (۶) امام صاحب تو اپنے استاد بلکہ صحابی رضی اللہ عنہ کی بات اپنے اوپر حجت نہ مانیں اور لوگ ان کے مقلد کہلوا کر آج ان کی باتیں اپنے اوپر حجت مانیں، افسوس! اگر یہ الٹی گنگا نہ بہتی، اور مسلمان اسی روش پر قائم رہتے تو آج غیروں کی نظر میں مسلمانوں کی بے وقعتی نہ ہوتی۔

---

(۱) المیزان للشعرانی ج ۱ ص: ۷۱

(۲) وکیع کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا" من القیاس قیاس اقبح من البول فی المسجد (المدخل للبیہقی ص: ۲۰۳)

(۳) تاریخ بغداد للخطیب ص: ۳۴۰

(۴) سوال کرنے والے اعمش ہیں

(۵) ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ ص: ۷۶۳ باب الحرۃ تحت العبد

(۶) تاریخ بغداد ص: ۲۴۰

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔ ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

امام صاحب اپنا مذہب خود بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں " آخذ بکتاب الله فما لم اجد فبسنة رسول الله ﷺ فان لم اجد فی کتاب الله ولا سنة رسوله ﷺ اخذت بقول اصحابه آخذ بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الیٰ قول غیرهم فاما اذا انتهیٰ الامر او جاء الامر الیٰ ابراهیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالا فقوم اجتهدوا فاجتهد کما اجتهدوا " (جزء تاریخ بغداد ص: ۶۷) (۱) یعنی میں سب سے پہلے مسئلہ کو کتاب اللہ میں ٹٹولتا ہوں اور اس کو لیتا ہوں اس میں نہ ملے تو حدیث رسول ﷺ کو لیتا ہوں، اگر قرآن وحدیث دونوں میں نہیں پاتا ہوں تو صحابہ کے اقوال پر عمل کرتا ہوں اگر ان میں اختلاف ہو تو جس کے قول کو میں پسند کرتا ہوں لے لیتا ہوں اور دوسروں کے قول کو چھوڑ دیتا ہوں لیکن اس صورت میں بھی رائے قیاس نہیں کرتا نہ کسی اور کے قول کو لیتا ہوں اور جب قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ تینوں میں نہ پاؤں تو پھر بھی ابراہیم نخعی اور امام شعبی اور ابن سیرین اور حسن بصری اور عطا تابعی اور سعید بن مسیب جیسی جلیل القدر بزرگ ہستیوں کی تقلید نہیں کرتا (بلکہ انہیں مجتہد جان کر ان کے کلام کو خطا سے پاک نہ مان کر) میں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتا ہوں، امام سیوطیؒ نے خطیب کے واسطے سے ابوحمزہ سکری کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے خود امام صاحب کی زبانی سنا کہ آپ نے فرمایا میں حدیث سن کر دوسری طرف نہیں جاتا، جز خطیب کے ص: ۱۲۱ میں ہے (۲) مزاحم بن زفر نے ایک مرتبہ امام صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت یہ جو فتویٰ دیا کرتے ہیں اور رائے قیاس سے مسائل بتلایا کرتے کیا آپ

(۱) تاریخ بغداد ص: ۳۶۸، المدخل للبیهقی ص: ۲۰۴

(۲) تاریخ بغداد ص: ۲۰۲

کے نزدیک یہ سب حق ہیں؟ آپ نے فرمایا" لعله الباطل الذی لاشک فیه" شاید یہ سراسر ناحق باطل اور غلط ہی ہوں اور ان کے غلط ہونے میں کوئی شبہ ہی نہ ہو (۱) اسی کتاب میں ہے کہ ایک شامی آپ سے فقہ سیکھتا تھا جب وہ اپنے وطن جانے لگا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا میرے یہ قیاسی مسائل اپنے ساتھ لے جاؤ گے؟ اس نے کہا ضرور آپ نے فرمایا" تحمل شرا کثیرا" تم بڑی برائی اٹھا لے چلے (۲) اسی صفحہ میں ہے آپ نے اپنے ان قیاسی مسائل کی نسبت فرمایا" عامة ما احدثکم به خطأ " یعنی مرے یہ مسائل اکثر خطا ہیں غلط ہیں۔

عقود الجواہر میں ہے" ومما یرویٰ عنه انه کان یقول ضعیف الحدیث احب الی من آراء الرجال " یعنی امام صاحب سے یہ بھی مروی ہے کہ ضعیف حدیث بھی میرے نزدیک لوگوں کی رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے (۳) ظفر الامانی ص: ۱۸۳ میں ہے " ما جاء عن رسول الله ﷺ فبا

(۱) عن مزاحم بن زفر قال قلت لابی حنیفة یا اباحنیفة هذا الذی تفتی والذی وضعت فی کتبک هو الحق الذی لاشک فیه قال فقال والله ما ادری لعله الباطل الذی لاشک فیه. (تاریخ بغداد ص: ۲۰۲)

(۲) ایضاً ص: ۴۰۱

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۷ میں ہے "واصحاب ابی حنیفة رحمه الله مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولیٰ من القیاس والرای وعلی ذلک بنی مذهبه.)

یہی بات امام احمد بن حنبلؒ کی جانب بھی منسوب ہے "قال عبد الله بن احمد سمعت ابی یقول الحدیث الضعیف احب الی من الرای فقال عبد الله سالت ابی عن الرجل یکون ببلد لایجد فیه الاصاحب حدیث لایعرف صحیحه من سقیمه واصحاب الرای فتنزل به النازلة فقال ابی یسال اصحاب الحدیث ولا یسال اصحاب الرای ضعیف الحدیث اقوی من الرای. (اعلام ج ۱ ص: ۲۷)

امام مالک نے بھی رائے وقیاس سے فتویٰ دینے پر افسوس کا اظہار کیا ہے =

لراس والعین " (۱) یعنی حدیث سے جو ثابت ہو وہی سر آنکھوں پر ہے۔
میں نے بہ نسبت تین ائمہ کے حضرت امام ابوحنفیہ رحمہ اللہ کے اقوال کچھ زیادہ
وارد کئے اس لئے کہ اصل مقصد اور صحیح مخاطب ہمارے حنفی ہی ہیں۔
برادران احناف! اب بتلاؤ خود امام صاحب اپنی باتوں کو بلا دلیل مان لینے کو حرام بتلاتے ہیں لوگوں کو اپنی تقلید سے روکتے ہیں، سب کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے اور انہی دو چیزوں کو واجب العمل اور بے خطا ماننے کی تعلیم وتلقین کرتے ہیں پھر تقلید کی حرمت میں آپ کو کیا شک رہ گیا؟ بلکہ میں یوں بھی کہہ سکتا ہوں کہ

= قعنبی کہتے ہیں کہ میں مالک بن انس کے مرض الموت میں ان کے پاس گیا اور ان سے سلام کیا پھر میں بیٹھ گیا میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں میں نے کہا "یا اباعبدالله ماالذی یبکیک فقال لی یابن قعنب ومالی لاابکی ومن احق بالبکاء منی والله لوددت انی ضربت بکل مسئلة افتیت فیها بالرای سوطا وقد کانت لی السعة فیما قد سبقت الیه ولیتنی لم افت بالرای " (ایضا)
امام شافعی کہتے ہیں " مثل الذی ینظر فی الرای ثم یتوب منه مثل المجنون الذی عولج حتی برا فاعقل مایکون قد هاج به " (ایضا)
اعلام ج ا ص: ۲۵۴ میں ہے "قال شدادبن حکیم عن زفر بن هذیل انا ناخذ بالرای مالم نجد الاثر فاذا جاء الاثر ترکنا الرای واخذ نا بالاثر .
اعلام ہی میں ہے " ان السلف جمیعهم علی ذم الرای والقیاس المخالف للکتاب والسنة وانه لایحل العمل به لافتیا ولاقضیٰ وان الرای الذی لایعلم مخالفته للکتاب والسنة ولاموافقته فغایته ان یسوغ العمل به عندالحاجة الیه من غیر الزام ولاانکار علی ماخالفه ". (اعلام ج ا ص: ۲۷)
(۱) المدخل للبیهقی ص: ۲۰۴ ، میزان ج ا ص: ۱۷ لیکن میزان کے الفاظ یہ ہیں ماجاء عن رسول الله ﷺ فعلی الراس والعین بابی هو و امی ولیس لنا مخالفته - اور المدخل ص: ۱۱۱ میں ہے 'ابن المبارک کہتے ہیں میں نے ابوحنیفہ سے فرماتے ہوئے سنا ہے اذا جاء عن النبی ﷺ فعلی الراس والعین فاذاجاء عن اصحاب النبی ﷺ نختار من قولهم واذاجاء عن التابعین زاحمناهم .

مقلد بھی انسان اسی وقت بن سکتا ہے جب غیر مقلد ہو جائے، یا دوسرے لفظوں میں آپ یوں کہہ لیجئے کہ پورا غیر مقلد وہ ہے جو تقلید کرتا ہو کیونکہ تقلید کرنے والے پر ضروری ہے کہ جس کی تقلید کرتا ہے اس کی تمام باتیں مانتا چلا جائے اور ان تمام باتوں میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ان کی تقلید نہ کی جائے پس حقیقی غیر مقلد وہ ہے جو تقلید کرتا ہے اس لئے کہ خود اماموں نے اپنی اپنی تقلید حرام کر دی۔

بوحنیفہ تھے امام باصفا - ہے انھوں نے بے تامل کہہ دیا
قول پر میرے نہیں فتویٰ روا - ہو نہ جب تک اصل کے اس کا پتہ

امام ابوحنیفہؒ کے تو شاگرد بھی اس تقلید سے روکتے رہے امام ابو یوسف اور امام زفر سے مروی ہے "لایحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا " (۱) یعنی کسی کو جائز نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے اسے کہاں سے کہا؟ (۲) امام ابو یوسف اپنی وفات کے وقت کہتے ہیں "کل مـاافتیت بـه فقد رجعت عنه الا ماوافق الکتاب والسنة " یعنی میں نے جتنے فتوے دیئے ہیں ان میں سے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں میں ان سے رجوع کرتا ہوں ، امام صاحب کے دونوں شاگردوں کے مشہور و معروف شاگرد امام عصام بن یوسفؒ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کا خلاف

---

(۱) المدخل للبیهقی ص: ۲۱۱ ، حجة الله البالغة ج ا ص: ۱۵۸
(۲) حجة الله البالغة ج ا ص: ۱۵۵ میں ہے " الفقهاء کلهم قد نهوعن تقلید غیرهم فقد خالفهم من قلد هم .
علامہ عزالدین عبدالسلام مقلدین پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ومن العجب العجیب ان الفقهاء المقلدین یقف احد هم علی ضعف ماخذ امامه بحیث لایجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلک یقلده فیه ویترک من شهد الکتاب والسنة والا قیسة الصحیحة لمذهبهم جمودا علی تقلیدامامه بل یتحیل لدفع ظاهر الکتاب والسنة ویتاولها بالتاویلات البعیدة الباطلة نضالاً عن مقلده (حجة الله البالغة ج ا ص: ۱۵۵)

کیوں کرتے ہیں؟ جواب دیتے ہیں ”لا یسعنا ان نفتی بقوله مالم نفهم“ یعنی ناممکن ہے کہ ہم بغیر سمجھے کورانہ تقلید کسی کی کرلیں۔(۱)

اہل حدیث کا تو ایمان ہے کہ شرعی مسائل میں غلطی سے پاک صرف نبی آخر الزماں کی ذات والاصفات ہے ﷺ، گو حنفی مذہب کی اصولی کتابیں بھی اس میں اہل حدیث کے ساتھ متفق ہیں، کہ ”المجتهد یخطی ویصیب“ (۲) یعنی مجتہد سے کبھی غلطی ہوجاتی ہے کبھی وہ صحیح بات کہہ گذرتا ہے لیکن آج کل یہ حال ہے کہ جہاں کسی مقلد حنفی مذہب سے کہا گیا کہ حنفی مذہب کا فلاں مسئلہ غلط ہے اس لئے کہ فلاں حدیث میں یوں ہے تو سب سے پہلا جواب ان کا یہ ہوتا ہے کہ کیا اس حدیث کا علم تمہیں ہے اور ہمارے امام صاحب کو نہ تھا؟ پس میں چاہتا ہوں کہ اس فضول جواب کا جواب الجواب آج پوری طرح ہوجائے۔

یا ہاتھ توڑے جائیں گے یا کھولیں گے نقاب

سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

حنفی بھائیو! ذرا کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر ایمان داری سے بتلاؤ کہ حضرت امام ابوحنیفہ علم وفقہ میں بڑھے ہوئے تھے یا حضرت عمر فاروق خلیفۃ المسلمین امیر المومنین رضی اللہ عنہ؟ میں آپ کی طرف سے یہ جواب دینے میں غالباً حق بجانب ہوں گا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پس آؤ سنو! بہت سے صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی اور ہمارا آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروقؓ بے خبر تھے، سنئے!

(۱) قیل لعاصم بن یوسف رحمه الله انک تکثر الخلاف لابی حنیفة رحمه الله قال لان اباحنیفة رحمه الله اوتی من الفهم ما لم نوت فادرک بفهمه ما لم ندرک ولا یسعنا ان نفتی بقوله مالم نفهم (حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۸)

(۲) ردالمحتار المعروف به شامی ج ۱ ص: ۱۳۹

☆ حضرت فاروق کا فرمان تھا کہ جنبی شخص کو جب پانی نہ ملے تو تیمم کرکے نماز پڑھنا جائز نہیں گو مہینہ بھر گذر جائے (۱) حالانکہ قرآن اور حدیث میں صاف موجود ہے کہ ایسے وقت تیمّم سے جنبی شخص نماز ادا کرسکتا ہے۔(۲)

(۱) محلی با لآثار ج ۱ ص: ۳۶۷ میں ہے ”کان عمر بن الخطاب وعبدالله بن مسعود یقولان ان لم یجد الماء لم یصل یعنی الجنب، اسی کتاب اور بخاری ج ۱ ص: ۵۰ میں ہے قال ابن مسعود ان لم اجد الماء شهرا لم اصل.

مصنف عبدالرزاق میں ہے ”عن عبدالرحمٰن بن ابزی قال جاء رجل من اهل البادیة الیٰ عمر بن الخطاب فقال یا امیر المومنین انا نمکث الشهر والشهرین لا نجد الماء قال عمر اما انا فلم اکن لاصلی حتی اجد الماء فقال عمار بن یاسر اما تذکر اذا انا وانت بارض کذا نرعی الابل فتعلم انی اجنبت قال نعم فتمعکت فی التراب فذکرت ذلک للنبی ﷺ فضحک وقال ان کان لیکفیک من ذلک الصعید ان تقول هکذا وضرب بیده الارض ثم نفخها ثم مسح بهما علی وجهه وذراعیه الیٰ قریب من نصف الصاع فقال عمر اتق الله یاعمار قال فقال یاعمار فیما لک علیّ من حق یا امیر المومنین ان شئت لا اذکره ما حییت فقال عمر کلا والله ولکن اولیک من امرک ماتولیت (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص: ۳۹-۳۳۸)

صحیح مسلم میں ہے ”ان رجلا اتی عمر فقال انی اجنبت فلم اجد ماء فقال لا تصل فقال عمار اما تذکر یا امیر المومنین اذ انا وانت فی سریة فاجنبنا فلم نجد ماء فاما انت فلم تصل واما انا فتمعکت فی التراب وصلیت فقال النبی ﷺ انما کان یکفیک ان تضرب بیدک الارض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهک وکفیک فقال عمر اتق الله یاعمار فقال ان شئت لم احدث به. (مسلم ج ۱ ص: ۱۶۱ باب التیمم)

(۲) قرآن مجید میں ہے ”وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (المائدة ۵/۶) =

☆ کسی شخص نے کسی دوسرے کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھا کاٹ ڈالا تو آپ کا فتویٰ تھا کہ اسے دیت یعنی جرمانہ میں پچیس اونٹ دینے پڑیں گے (۱) حالانکہ حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ ہر انگلی کے بدلے دس دس اونٹ ہیں۔(۲)

= ایک حدیث میں ہے "عن ابی ذر انه اتی النبی ﷺ وقد اجنب فدعا النبی ﷺ بماء فاستتر واغتسل ثم قال له النبی ﷺ ان الصعید الطیب وضوء المسلم وان لم یجد الماء عشر سنین فاذا وجد الماء فلیمسه بشرته فان ذلک هو خیر وفی روایة قال وکانت جنابة ابی ذر من جماع"
(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص: ۲۳۸ باب الرجل یعزب عن الماء)
صحیح بخاری میں ہے "عن ابی رجاء قال حدثنا عمران بن حصین الخزاعی ان رسول الله ﷺ رای رجلا لم یصل فی القوم فقال یافلان ما منعک ان تصلی فی القوم فقال یارسول الله ﷺ اصابتنی جنابة ولاماء قال علیک بالصعید فانه یکفیک.
(صحیح بخاری ج ۱ ص: ۵۰ باب التیمم)
(۱) حضرت عمرؓ نہ یہ کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھا اور انگلی میں پچیس اونٹ دیت کے قائل تھے بلکہ وہ تو بنصر میں نو اور خنصر میں چھ کے بھی قائل تھے، جیسا کہ مصنف عبدالرزاق کی اس روایت سے صاف واضح ہوتا ہے۔
عن سعید بن المسیب ان عمر جعل فی الابهام خمس عشرة وفی السبابة عشرا وفی الوسطیٰ عشرا وفی البنصر تسعا وفی الخنصر ستا متی وجدنا کتابا عند آل حزم من رسول الله ﷺ ان الاصابع کلها سواء فاخذبه.
(مصنف عبدالرزاق ج۹ ص:۲۸۴، سنن کبریٰ للبیهقی ج ۸ ص: ۹۳ کتاب الدیات)
ابن مسیب ہی کی دوسری روایت میں یوں ہے "قال قضیٰ عمر بن الخطاب فی الاصابع بقضاء ثم اخبر بکتاب کتبه النبی ﷺ لآل حزم فی کل اصبع مما هنا لک عشرة من الابل فاخذ به وترک امره الاول. (مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۸۵)
(۲) سنن نسائی میں ہے "عن ابی موسیٰ قال قضیٰ رسول الله ﷺ ان الاصابع سواء عشرا عشرا من الابل. (نسائی ج ۲ ص: ۲۱۷) (دارمی ج ۲ ص: ۲۵۴-۵۵ باب دیة الاصابع. و ابوداؤد ج ۲ ص: ۲۸۶ باب دیات الاعضاء)"=

☆ تین مرتبہ کی اجازت طلبی کے بعد واپس نہ چلے جانا چاہئے یہ فتویٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا حالانکہ حدیث میں واپسی صاف موجود ہے۔(۱)

☆ خاوند کی دیت میں سے عورت کو ورثہ نہ ملے گا یہ فتویٰ فاروقی تھا حالانکہ حدیث میں ہے کہ عورت بھی اپنے خاوند کی دیت کی وارث ہوگی۔(۲)

= سنن کبریٰ للبیهقی میں ہے "عن ابی غطفان ان ابن عباس کان یقول فی الاصابع عشر عشر فارسل مروان الیه فقال اتفتی فی الاصابع عشر عشر وقد بلغک عن عمر فی الاصابع فقال ابن عباس رحم الله عمر قول رسول الله ﷺ احق ان یتبع من قول عمر. (سنن کبریٰ للبیهقی ج ۸ ص: ۹۳ کتاب الدیات)
بخاری شریف میں ہے "عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال هذه وهذه سواء یعنی الخنصر والبنصر. (بخاری ج ۱ ص: ۱۰۱۸)
(۱) ترمذی میں ہے "عن ابی سعید قال استاذن ابوموسیٰ علی عمر فقال السلام علیکم أادخل فقال عمر واحدة ثم سکت ساعة ثم قال السلام علیکم أادخل فقال عمر ثنتان ثم سکت ساعة فقال السلام علیکم أادخل فقال عمر ثلاث ثم رجع فقال عمر للبواب ماصنع قال رجع قال علی به فلما جاءه قال ما هذا الذی صنعت قال السنة قال السنة والله لتاتینی علی هذا ببرهان و بینة او لافعلن بک قال فاتانا ونحن رفقة من الانصار فقال یامعشر الانصار الستم اعلم الناس بحدیث رسول الله ﷺ الم یقل رسول الله ﷺ الاستیذان ثلاث فان اذن لک والا فارجع فجعل القوم یمازحونه قال ابوسعید ثم رفعت راسی الیه فقلت مااصابک فی هذا من العقوبة فانا شریکک قال فاتی عمر فاخبره بذلک فقال عمر ماکنت علمت بهذا.
(ترمذی ج ۲ ص: ۹۸ باب ماجاء فی الاستیذان ثلاث- بخاری ج ۲ ص: ۹۲۳ کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلاثا)
(۲) ترمذی ج ۲ ص: ۲۸۸ باب ماجاء فی میراث المراة من دیة زوجها میں ہے عن سعید بن المسیب قال قال عمر الدیة علی العاقلة ولاترث المرأة من دیة زوجها شیئا فاخبره الضحاک بن سفیان الکلابی ان رسول الله ﷺ کتب الیه ان ورث امرة اشیم الضبابی من دیة زوجها.

☆ مجوسیوں سے جزیہ لینے کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ تھے حالانکہ حدیث میں یہ موجود ہے۔(۱)

☆ آپ کا فتویٰ تھا کہ طواف وداع حائضہ عورت سے بھی ساقط نہیں۔(۲) حالانکہ حدیث میں اس کی معافی صاف لفظوں میں موجود ہے(۳)

☆ نبیوں کے نام پر نام رکھنا بھی آپ ناجائز بتلاتے تھے(۴) حالانکہ جواز موجود ہے۔(۵)

---

(۱) ترمذی ج ۱ ص: ۲۸۸ باب فی اخذ الجزیة من المجوس

(۲) حارث بن عبداللہ بن اوس کہتے ہیں "اتیت عمربن الخطاب فسالته عن المرأة تطوف با لبیت یوم النحر ثم تحیض قال لیکن آخر عهد ها بالبیت" (ابو داؤد ج ۱ ص: ۲۷۴)

(۳) "عن عائشة ان صفیة بنت حیی زوج النبی ﷺ حاضت فذکر ذلک لرسول الله ﷺ فقال احا بستنا هی قالوا انها قد افاضت قال فلا اذن. (بخاری شریف ج۱ص:۲۳۷باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت ،(ترمذی ج ۱ص:۱۸۸)

(۴) شرح مسلم للنووی ج ۲ ص: ۲۰۶ میں ہے "کتب عمر الی الکوفة لاتسموا احدا باسم نبی وامر جماعة بالمدینة بتغییر اسماء ابناء هم محمد.

(۵) عن ابی موسیٰ قال ولد لی غلام فاتیت به النبی ﷺ فسماه ابراهیم فحنکه بتمرة ودعا له بالبرکة ودفعه الی وکان اکبر ولد ابی موسیٰ.
(بخاری ج ۲ ص: ۹۱۵ کتاب الادب)

صحیح مسلم میں ہے "عن جابر بن عبدالله قال ولد لرجل منا غلاما فسماه محمدا فقال له قومه لاندعک تسمی باسم رسول الله ﷺ فانطلق بابنه حامله علیٰ ظهره فاتی به النبی ﷺ فقال یارسول الله ﷺ ولد لی غلام فسمیته محمدا فقال لی قومی لاندعک تسمی باسم رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ تسموا باسمی ولاتکتنوا بکنیتی. (مسلم ج ۲ ص: ۲۰۶)

نبی ﷺ نے خود اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا ہے اور ابو موسیٰ، محمد بن مسلم اور ابو ایوب نام کے صحابہ آپ ﷺ کے دور میں موجود تھے۔

☆ آنحضرت ﷺ کی بیویوں اور بچیوں کے مہر سے زیادہ مہر باندھنے کو آپ ناجائز جانتے تھے جو قطعاً جائز ہے قرآن سے بھی اور حدیث سے بھی۔(۱)

☆ طاعون والی جگہ نہ جانا اور وہاں کے لوگوں کا وہاں سے نہ نکلنا بھی آپ کو معلوم نہ تھا حالانکہ حدیث میں صاف موجود ہے۔ (۲)

☆ حج تمتع کے آپ قائل نہ تھے حالانکہ حدیث میں اس کی رخصت موجود ہے۔(۳)

یہ دس مسئلے ہوئے ابھی تلاش سے ایسے اور مسائل بھی مل سکتے ہیں۔(۴)

اور یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں تمام اہل زمین کا علم رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم تو تمام روئے زمین والوں کے علم سے بڑھ جائے گا۔(۵) پھر بھی ان موٹے موٹے مسائل میں جو روزمرہ کے

---

(۱) ملاحظہ ہو اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۴۹ ، مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص: ۱۰۸ باب غلاء الصداق ، تفسیر ابن کثیر عربی ج ۱ ص: ۴۷۸(طبع بیروت)

(۲) ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص: ۸۵۳ کتاب الطب

(۳) ترمذی ج ۱ باب ماجاء فی االتمتع

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ حج کے بھی قائل نہ تھے-آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو فوت شدہ کہنے کو ناپسند کرتے تھے آپ کو آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ یاد نہ تھی حتی کہ حضرت ابوبکرؓ کے یاددلانے پر فرمایا "والله کان ماسمعتها قط قبل وقتی هذا". دادا اور کلالہ کا مسئلہ آپ سے پوشیدہ تھا۔ سود کی بعض صورتیں آپ کے علم میں نہ تھیں آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مکہ میں داخل ہونے کا مطلق وعدہ کیا ہے اور اس کے لئے اسی سال کو متعین نہیں کیا ہے چنانچہ حدیبیہ والے دن حضور ﷺ سے مکہ شریف میں داخل ہونے پر زور دے رہے تھے۔ قربانی کر چکنے کے بعد طواف افاضہ سے پہلے خوشبو لگانے پر آپ کو اعتراض تھا۔

(۵) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۶ ، المدخل للبیهقی ص: ۱۲۶

ہیں دلائل شرعیہ آپ سے مخفی رہے، (۱) پھر کیا وجہ ہے؟ کہ بعد والوں میں سے کسی شخص کی ہستی ایسی مان لی جائے کہ اس سے شریعت کا کوئی مسئلہ پوشیدہ ہی نہیں۔ "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ" (۲) صرف شان رسول ہی ہے۔

ہم اہل حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی استعداد اور علمی قابلیت کو مانتے ہوئے بھی ہرگز اس کے لیے تیار نہیں کہ انہیں معصوم سمجھ لیں اور مان لیں کہ ان سے مسائل شرعیہ میں کوئی غلطی ہی نہیں ہوئی بہت ممکن ہے کہ صاف اور بے حد کھلا ہوا مسئلہ امام صاحب کو نہ پہنچا ہو اور کسی چھوٹے سے چھوٹے شخص کو پہنچ گیا ہو، بہت ممکن ہے کہ جوابِ مسئلہ کے وقت صاف آیت قرآنی اور صحیح سنت نبوی خیال میں نہ رہی ہو اور آج ان سے بہت چھوٹے مرتبے والے شخص کے ذہن میں آجائے، پس یہ اصول سرتاپا غلط ہے کہ آج جو حدیث تمہیں مل گئی کیا یہ امام صاحب کو نہیں ملی؟ اور جب یہ اصول غلط ہوا تو پھر کسی امتی کے تمام فتووں کو شرعی اٹل احکام ماننا بالکل خلاف شرع ثابت ہوا، وھو المراد، اور یہ اگر مانا جائے کہ گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ پر تو بعض دلائل ظاہر نہ ہوئے لیکن

(۱) یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو امت کے اعلم ہیں ان پر بھی بعض مسائل مخفی تھے، مثلاً آپ جدہ کے میراث سے بے خبر تھے حتی کہ آپ کو محمد بن مسلمہ اور مغیرہ بن شعبہ نے بتایا۔ آپ "ان الشهيد لا دية له" سے بھی بے خبر تھے حضرت عمر نے آپ کو بتایا، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حمل کی اقل مدت بھولے ہوئے تھے ابن عباس نے ان کو قرآن مجید کی آیت وحمله وفصاله ثلاثون شهرا اور الوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين۔ سنا کر یاد دلایا۔ حضرت ابن عباس گدھے کے گوشت کی حرمت سے ناواقف تھے اور ابن مسعودؓ مفوضہ کا حکم نہیں جانتے تھے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اعلام الموقعین لابن قیم ج ۱ ص: ۵۰-۲۴۹)

اسی صفحہ میں علامہ ابن القیم کا یہ فیصلہ کن قول بھی ملاحظہ فرمائیں: آپ صحابہ کرام کے بارے میں لکھتے ہیں "فليس احد منهم الا وقد خفي عليه بعض ما قضى الله ورسوله به".

(۲) سورۃ الاعلیٰ ۸۷ آیت ۶

ہمارے امام پر سب ظاہر ہیں تو اس میں صحابہؓ پر بھی انہیں ترجیح دینا لازم آتا ہے اگر مان لیا جائے کہ بعض دلائل امام صاحب پر بھی ظاہر نہ تھے تو مطلع صاف ہے کہ آج اگر امام صاحب کے فرمان کے خلاف فرمان رسول ﷺ مل جائے تو کیوں یہ عذر کیا جائے کہ کیا یہ حدیث امام صاحب کو نہیں ملی؟ ایمان دار کا یہی کام ہے کہ قرآن وحدیث ڈھونڈے اور اسی پر عمل کرے، خواہ اس کے امام نے فتویٰ دیا ہو خواہ نہ دیا ہو؟ خواہ اس کے خلاف فتویٰ دیا ہو "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ" (۱) یعنی مسلم کا یہ کام نہیں کہ قرآن حدیث کے بعد بھی وہ اسی کے مطابق عمل نہ کرے۔

(۱) سورۃ الاحزاب ۳۶/۳۳

اب اصولاً اس مسئلہ کے طے ہوجانے کے بعد فروعاد یکھئے کہ......

سیکڑوں مسائل حنفی مذہب کے آیتوں اور صحیح حدیثوں کے خلاف کتب فقہ میں موجود ہیں۔

☆ حدیث میں موجود ہے کہ جب تک رکوع سجدے وغیرہ میں کوئی شخص اطمینان نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی، (۱) لیکن حنفی مذہب میں نماز ہوجاتی ہے۔ (۲)

☆ حدیث میں صاف موجود ہے کہ نماز اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ (۳) لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ ہے کہ اس کے سوا سے بھی شروع ہوجاتی ہے۔ (۴)

☆ حدیث میں ہے کہ نماز سلام پھیرنے سے ختم ہوتی ہے (۵) لیکن حنفی مذہب

---

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص: ۱۰۹ میں ہے "عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی فرد عليه النبی السلام فقال ارجع فصل فانک لم تصل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غيره فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوة فكبر ثم اقرأ ماتيسر من القرآن ثم اركع حتی تطمئن راكعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالساً.

(۲) هدایه ج ۱ ص: ۱۰۶ میں ہے" اما الاستواء قائما فليس بفرض و كذا الجلسة بين السجدتين والطمانينة فی الركوع والسجود.

(۳) ملاحظه هو بخاری ج ۱ ص: ۱۰۱ باب ايجاب التكبير وافتتاح الصلوٰة

(۴) هدایہ ج اص: ۱۰۰ میں ہے" فان قال بدل التكبير الله اجل او اعظم او الرحمن اكبر او لا اله الا الله وغيره من اسماء الله تعالیٰ اجزاه عند ابی حنيفة ومحمد.

(۵) صحیح بخاری ج ۱ ص: ۱۱۶ میں ہے "كان رسول الله ﷺ اذا سلم قام النساء حين يقضی تسليمه. اور اسی صفحہ میں ہے عتبان بن مالک کہتے ہیں صلينا مع رسول الله ﷺ فسلمنا حين سلم.

کا فتویٰ ہے کہ گوز مار دینے سے بھی نماز پوری ہوجاتی ہے۔ (۱)

☆ ہر عمل میں نیت حدیث کی رو سے شرط ہے (۲) لیکن حنفی مذہب میں وضو غسل وغیرہ میں شرط نہیں۔ (۳)

☆ حدیث میں ہے کہ اولاد کو جو عطیہ دے اس میں برابری کرے۔ (۴) لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ برابری ضروری نہیں۔ (۵)

☆ حدیث میں ہے کہ جس جانور کا دودھ تھن میں روک کر دھوکہ دے کر بیچا جائے اسے لینے والا واپس کرسکتا ہے ساتھ ہی ایک صاع طعام دیدے (۶) لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے دودھ کی قیمت دے (۷)

---

(۱) قدوری ص: ۳۰ میں ہے "وان سبقه الحدث بعد ما قعد قدرا لتشهد توضأ وسلم وان تعمد الحدث فی هذه الحالة او تكلم او عمل عملا ينافی الصلوٰة تمت صلوته.

(۲) حدیث میں ہے "انما الاعمال بالنيات وانما لامری مانوی" (بخاری ج اص:۲)

(۳) هدایه ج ۱ ص: ۲۰ میں ہے "فالنية فی الوضوء سنة عندنا"

(۴) ملاحظه هو مسلم ج ۲ ص: ۳۷ كتاب الهبات

(۵) درمختار ج ۲ ص: ۱۶۰ میں ہے "لاباس بتفضيل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب و كذا فی العطايا اذا لم يقصد به الاضرار، اور آگے لکھتے ہیں "ولو وهب فی صحته كل المال للولد جاز"

(۶) صحیح بخاری ج ۱ ص: ۲۸۸ كتاب البيوع. میں ہے "قال ابوهريرة عن النبی لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد فانه بخير النظرين بعد ان يحلبها ان شاء ردها وصاع تمر وقال بعضهم عن ابن سيرين صاعا من طعام.

(۷) اصول الشاشی ص: ۸۵ میں ہے "ترک اصحابنا رواية ابی هريرة فی مسألة المصراة. ملاجیون لکھتے ہیں "فان هذا الحديث مخالف للقياس من كل وجه فان ضمان العدوانات والبياعات كلها مقدر بالمثل فی المثلی وبالقيمة فی ذوات القيم. فضمان اللبن المشروب ينبغی ان يكون باللبن او بالقيمة ولو كان بالتمر فينبغی ان يقاس بقلة اللبن و كثرته لا انه يجب صاع من التمر البتة قل اللبن او كثر فذهب مالک والشافعی رحمهما الله الی ظاهر الحديث وابن ابی ليلیٰ وابو يوسف الیٰ انه ترد قيمة اللبن وابوحنيفة الیٰ انه ليس له ان يردها ويرجع علی البائع بارشها ويمسكها" (نورالانوار ص: ۱۸۳)

☆ تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنا منع ہے (۱) لیکن حنفی مذہب اسے جائز قرار دیتا ہے۔(۲)

☆ حدیث میں ہے کہ کھیت کی پیداوار میں حصے مقرر کر کے کئی لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔(۳) لیکن امام ابوحنیفہ اسے منع کرتے تھے۔(۴)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ مدینہ حرم ہے اس کا شکار منع ہے لیکن حنفی مذہب مدینہ کو حرم نہیں مانتا اور اس کا شکار جائز بتلاتا ہے۔(۵)

☆ حدیث میں ہے کہ کھیت کی پیداوار اگر پانچ وسق (تقریبا انیس من

---

(۱) نهیٰ رسول الله عن بیع الثمر با لتمر (ابوداؤد ج ۲ ص: ۴۷۷) اور اسی صفحہ میں ہے رسول ﷺ سے شراء التمر بالرطب کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ کیا جب کھجور خشک ہو جاتی ہے تو کم ہو جاتی ہے لوگوں نے کہا ہاں تو آپ نے رد کر دیا۔

(۲) ہدایہ میں ہے "ویجوز بیع الرطب بالتمر مثلا بمثل عندابی حنیفة" هدایه ج ۳ ص: ۶۳ باب المرابحة)

(۳) ان رسول الله ﷺ عامل خیبر مایخرج من ثمر او زرع (مسلم ج ۲ ص: ۱۴) امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں "ان المسلمین فی جمیع الامصار والاعصار مستمرون علی العمل بالمزارعة . وقد صنف ابن خزیمة کتابا فی جواز المزارعة (ص: ۱۴) علامہ ابن القیم اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۸۳ میں لکھتے ہیں "المزارعة فعلها رسول الله وخلفاء ه الراشد ون."

(۴) هدایه ج ۴ ص: ۲۲۴ میں ہے "قال ابوحنیفة المزارعة بالثلث والربع باطلة"

(۵) قال النبی ﷺ ان ابراهیم حرم مکة وانی حرمت المدینة مابین لابتیها لایقطع عظاهها ولایصاد صید ها (مسلم ج ۱ ص: ۴۴۰)
امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں الاحادیث حجة ظاهرة للشافعی ومالک وموافقیهما فی تحریم صید المدینة وشجرها واباح ابوحنیفة ذلک (مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص: ۴۴۰) حنفیہ کی دلیل صرف آپ ﷺ کا یہ قول ہے یا اباعمیر مافعل النغیر ، جس کا شافی جواب محدثین نے دیا ہے ملاحظہ ہو مسلم شرح نووی واعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۸۳

انگریزی) سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں (۱) لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ اس میں زکوٰۃ ہے (۲)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ کم سے کم مہر پر بھی مثلاً لوہے کی انگوٹھی پر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے (۳) لیکن حنفی مذہب کہتا ہے نہیں ہوتا، (۴)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ ریشمی فرش پر نہ بیٹھو (۵) لیکن حنفی مذہب اسے جائز بتلاتا ہے (۶)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ وتر ایک رکعت ہے۔(۷) لیکن حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا۔(۸)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ فرضوں کی جماعت ہوتے ہوئے نوافل، سنن جائز

---

(۱) عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال لیس فی مادون خمسة اوسق من التمر صدقة (بخاری ج ۱ ص: ۱۹۶ کتاب الزکوٰة)

(۲) قال ابوحنیفة فی قلیل ما اخرجته الارض وکثیره العشر سواء سقی سیحا اوسقته السماء (هدایه ج ۱ ص: ۲۰۱ باب زکوٰة الزروع والثمار)

(۳) بخاری ج ۱ ص: ۷۷۳ باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق / مسلم ج ۱ ص: ۴۵۷ باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآن وخاتم حدید الخ......

(۴) هدایه ج ۱ ص: ۳۰۳ باب المهر میں ہے اقل المهر عشرة دراهم
امام نووی لکھتے ہیں قال ابوحنیفة واصحابه اقله عشرة دراهم
(صحیح مع شرح نووی ج ۱ ص: ۴۵۷)

(۵) عن حذیفة قال نهانا النبی ﷺ ان نشرب فی آنیة الذهب والفضة وان ناکل فیها وعن لبس الحریر والدیباج وان نجلس علیه (بخاری ج ۲ ص: ۲۶۸ کتاب اللباس

(۶) درمختار ج ۲ ص: ۲۳۹ میں ہے "ویحل توسده وافتراشه والنوم علیه"

(۷) کان النبی ﷺ یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعة
(بخاری ج ۱ ص: ۱۳۶ ابواب الوتر)

(۸) هدایه ج ۱ ص: ۱۴۴ میں ہے "الوتر ثلث رکعات لایفصل بینهن بسلام"

نہیں (۱) لیکن حنفی مذہب اس سنت کا بھی مقابلہ کرتا ہے۔(۲)

☆ حدیث شریف سے امام کا بھی "ربنا ولک الحمد" پڑھنا ثابت ہے (۳) لیکن حنفی مذہب اس کا بھی قائل نہیں۔(۴)

☆ حدیث میں ہے عورت میت کے سر کے بالوں کی تین لٹیں کر کے پیچھے کی طرف ڈال دیں۔(۵) لیکن حنفی مذہب اسے بھی رد کرتا ہے اور کہتا ہے دو حصے کر کے سینے پر ڈال دیں۔(٦)

(۱) ان رسول الله ﷺ رای رجلاً وقد اقمیت الصلوٰة یصلی رکعتین فلما انصرف رسول الله ﷺ لاث به الناس فقال له رسول الله ﷺ االصبح اربعاً االصبح اربعاً . (بخاری ج ا ص: ۹۱ باب اذا اقیمت الصلوة فلاصلوٰة الاالمکتوبة)

(۲) هدایه ج ا ص: ۱۵۱ میں ہے "ومن صلی رکعة من الظهر ثم اقیمت یصلی اخری صیانة لہ مودی عن البطلان ثم یدخل مع القوم احرازاً لفضیلة الجماعة

(۳) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال کان النبی ﷺ اذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم ربنا ولک الحمد (بخاری ج ا ص: ۱۰۹ باب مایقول الامام ومن خلفه اذا رفع راسه من الرکوع)

(۴) هدایه ج ا ص: ۱۰۶ میں ہے " ویقول الموتم ربنا ولک الحمد ولایقولها الامام عند ابی حنیفة

(۵) عن ام عطیة قالت توفیت احدی بنات النبی ﷺ فاتانا النبی فقال اغسلنها بالسدرة وترا ثلثاً اوخمساً اواکثر من ذلک ان رأیتن ذلک واجعلن فی الآخرة کافورا اوشیئا من کافور فاذا فرغتن فاذننی فلما فرغنا آذنا فالقی الینا حقوه فضفرنا شعرها ثلثة قرون والقینا ها خلفها .
(بخاری ج ا ص: ۱۶۸. ۱۶۹ باب یلقی شعر المرأة خلفها ثلثة قرون)

(٦) هدایه ج ا ص: ۱۶۹ میں ہے "ثم یجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها فوق الدرع"

☆ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں شراب کا سرکہ نہ بناؤ (۱) حنفی مذہب کہتا ہے کہ اسے بنا ڈالو۔(۲)

☆ کسی نعمت کے ملنے پر سجدہ شکر بجالانا سنت ہے۔ (۳) لیکن حنفی مذہب اس کا قائل نہیں۔(۴)

یہ ڈیڑھ درجن موٹے موٹے روزہ مرہ کے مسائل ہوئے جن میں صریح حدیثیں مروی ہیں لیکن حنفی مذہب ان کا منکر ہے اور اسی طرح کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں، اب جس کسی مسلمان کے سامنے ان مسائل کے خلاف یہ حدیثیں پیش کی جائیں اور وہ یہ کہہ کر ٹال دے کہ کیا یہ حدیثیں امام صاحب کو معلوم نہ تھیں وہ دراصل ایک غیر صحابی کو حضرت عمرؓ جیسے بزرگ تر وجود پر فضیلت دے کر شرعی اصول کو توڑنے والا ہے۔

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے -ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں حنفی دوستو! خوب سوچو سمجھو آخر دنیا کی کل باتیں اپنے نفع نقصان کی سوچا کرتے ہو، یہ تو دینی امر ہے جو دنیا کے کل امور سے ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ اہم ہے، ایسا نہ ہو قیامت کے دن شفیع المذنبین رسول مقبول ﷺ شفاعت کے عوض اور شکایت کریں اور خدا سے عرض کریں "وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ اِنَّ قَوْمِی

(۱) عن انس ان النبی ﷺ سئل عن الخمر تتخذ ها خلاً قال لا .
(مسلم ج ۲ ص: ۱٦۳ کتاب الاشربة باب تحریم تخلیل الخمر.)

(۲) قدوری ص: ۲۲۳ کتاب الاشربة میں ھے " واذا تخللت الخمر حلت سواء صارت بنفسها خلااوبشیء طرح فیها ولایکره تخلیلها .

(۳) ان النبی ﷺ بعث علیا الی الیمن فذکر الحدیث قال فکتب علی باسلامهم فلما قرأ رسول الله الکتاب خرّساجدا شکراً لله علیٰ ذلک (رواه البیهقی واصله فی البخاری بحواله بلوغ المرام ص: ۲٦-۲۵ باب سجود السهو......والشکر)

(۴) مسلم الثبوت ص: ۲۱ میں ہے شکرا لمنعم لیس بواجب عقلا .

اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا" (۱) یعنی یہ رسول کہیں گے اے میرے رب میری اس امت نے تیری پاک کتاب قرآن کریم کو چھوڑ رکھا تھا، اس وقت سوا دستِ حسرت ملنے اور ہاتھ چبانے اور ہائے وائے کرنے کے کچھ نہ بن پڑے گا، قرآن پاک کا ارشاد ہے ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾ (۲) یعنی اس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کاش! کہ میں نبی کی راہ پکڑتا (یعنی سنت نبوی کی اتباع کرتا) ہائے ہائے کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بناتا (یعنی اس کی محبت میں آکر اس کی ہر بات کو تسلیم نہ کرتا) قیامت کے دن صاف طور پر یہ مجرم اقرار کریں گے اور کہیں گے ﴿رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا﴾ (۳) یعنی اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور بڑوں کے پیچھے لگ گئے ان کی مانتے رہے اور راہ سے بھٹک گئے اس دن ایسے سب لوگ اپنے بڑوں سے اور وہ بڑے ان چھوٹوں سے دست برداری کرلیں گے قرآن حکیم فرماتا ہے ﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا﴾ (۴) یعنی تابعداری کرنے والے جن کی تابعداری کی جاتی تھی ان سے قیامت والے دن دست بردار ہو جائیں گے۔

مسلمانو! تمہیں پروردگار عالم مخاطب فرماتا ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (۵) یعنی تمہیں جو کچھ میرا پیغمبر دے لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ، ایمان داروں کی تو شان یہی ہے ارشاد ہوتا ہے ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۶) یعنی ایمان دار کو جب بھی خدا اور اس کے رسول کے حکم کی

(۱) الفرقان ۳۰/۲۵ (۲) الفرقان ۲۵/۲۷-۲۸
(۳) الاحزاب ۶۷/۳۳ (۴) البقرۃ ۱۶۶/۲
(۵) الحشر ۷/۵۹ (۶) النور ۵۱/۲۴

طرف بلایا جائے تو اس کا قول یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور مانا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، قرآن فرماتا ہے ﴿النَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (۱) یعنی مومنوں کو اللہ کے یہ نبی ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں، سورۂ توبہ میں ارشاد ہے ﴿وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ﴾ (۲) یعنی کسی کو یہ لائق نہیں کہ اپنی جان کو رسول اللہ ﷺ کی جان سے زیادہ عزیز سمجھے، اندھا دھند تقلید نہ کرنے والوں، بے دلیل نہ ماننے والوں کی رب العالمین اپنے کلام میں کس دھوم سے تعریفیں کرتا ہے فرماتا ہے ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (۳) جو لوگ باتیں سنتے ہیں پھر ان میں تمیز کر کے بھلی بات پر عمل کرتے ہیں اے نبی ﷺ تم انہیں ہماری جانب سے خوشخبری سنا دو کہ وہ ہدایت پر ہیں اور عقلمند ہیں، مثنوی روم ص: ۱۲۵ دفتر دوم میں ہے۔

گرچہ عقلت سوئے بالامی پرد - مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد

یعنی محقق انسان کی تو اپنی عقل کی تیزی سے بلند پروازی ہوتی ہے، لیکن مقلد انسان کی پست ہمتی کی وجہ سے ہمیشہ پستی ہی رہتی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حوض کوثر پر چند لوگ میرے پاس میری امت کے آنا چاہیں گے جنہیں فرشتے دھکے دے کر وہاں سے ہٹائیں گے اس وقت میں کہوں گا کہ انہیں آنے دو کیوں روکتے ہو؟ یہ تو میرے امتی ہیں فرشتے کہیں گے آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے کس طرح آپ کے دین کو بدلا تھا اور کیا کیا نئی باتیں اس میں نکالی تھیں؟ یہ سن کر میں کہوں گا پھر تو انہیں دور پھینکو، انہیں یہاں سے ہٹاؤ، (۴)

(۱) الاحزاب ۶/۳۳ (۲) التوبة ۱۲۰/۹
(۳) سورة الزمر ۱۸/۳۹
(۴) عن سهل بن سعد قال قال النبی ﷺ انا فرطكم على الحوض من مر على شرب ومن شرب لم يظمأ ابدا ليردن على اقوام اعرفهم ويعرفوني ثم يحال بيني وبينهم قال ابو حازم فسمعني النعمن بن عياش فقال هكذا سمعت من سهل =

قرآن کریم فرماتا ہے ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (۱) یعنی خدا کے اور اس کے رسول کے ماننے والے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہونگے جو بہتر رفقا ہیں، ارشاد ہے ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (۲) یعنی خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والے فائز بہ مرام ہوکر ہمیشگی والی جنتوں میں جائیں گے، قرآن پاک، خداوند تعالیٰ کی وحی، قرآن وحدیث کے ماننے، اور اس کے سوا کسی اور کی نہ ماننے کی کھلے الفاظ میں منادی کرتا ہے فرماتا ہے ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ (۳) اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز قرآن وحدیث کی تابعداری کرو اس کے سوا کسی اور محبوب کی تابعداری میں نہ لگ جانا، جن لوگوں نے ایسا کیا تھا ان کی شفاعت تو کہاں الٹی شکایت اللہ کے

= فقلت نعم فقال اشهد على ابى سعيد الخدرى لسمعته وهو يزيد فاقول انهم منى فيقال انك لاتدرى مااحدثوا بعدك فاقول سحقاً سحقاً لمن غير بعدى.
(بخارى ج ۲ ص: ۹۷۴ كتاب الحوض . كتاب الفتن ص: ۱۰۴۵).
مسلم ج ۲ ص: ۲۴۹ كتاب الفضائل . مسلم ج ۱ كتاب الطهارة ص: ۱۲۷.
حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس حدیث کے الفاظ یہ بھی ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "يرد على يوم القيامة رهط من اصحابى فيحلئون عن الحوض فاقول يارب اصحابى فيقول انك لاعلم لك بما احدثوا بعدك انهم ارتدوا على ادبارهم القهقرى (بخارى ج ۲ ص: ۹۷۴ كتاب الحوض)
اور ابن ماجہ کے الفاظ تو انتہائی دردناک ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں الاوانى فرطكم على الحوض واكاثر بكم الامم فلاتسودوا وجهى الاوانى مستنقذ انا سا ومستنقذ منى اناس فاقول يارب اصيحابى فيقول انك لاتدرى ما احدثوا بعدك
(ابن ماجه كتاب المناسك باب الخطبة يوم النحر ج ۲ ص: ۲۱۹ مطبع ديوبند)
(۱) النساء ۶۹/۴ (۲) النساء ۱۳/۴ (۳) الاعراف ۳/۷

رسول ﷺ اللہ کے سامنے کریں گے ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ (۱) یعنی یہ نبی کہیں گے خدایا میری امت کی اس جماعت نے تیری پاک کتاب چھوڑ رکھی تھی۔

پیغمبر ﷺ صحابہ کرام کو ایک زبردست پرزور خطبہ سناتے ہیں جس سے ان کے دل دہل جاتے ہیں آنکھیں بہنے لگتی ہیں، سوال کرتے ہیں حضور ﷺ کہیں آپ ہم سے جدا تو نہیں ہو رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہمیں کوئی آخری وصیت تو فرماتے جایئے ارشاد ہوتا ہے "اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة" میں تمہیں خدا سے ڈرنے اور (قرآن وحدیث) سننے اور ان پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں سنو! میرے بعد بڑے بڑے اختلاف ہونگے بہت سی فرقہ بندیاں ہو جائیں گی، تم اس وقت میری حدیثوں کو مضبوط تھام لینا، انہیں دانتوں سے پکڑ رکھنا، اور میرے (چاروں) خلیفوں کے قدم بہ قدم چلنا، خبردار اس کے بعد جو نئی راہیں نکلیں ان میں سے ہرگز کسی کو اختیار نہ کرنا وہ سب کی سب راہیں گمراہی کی ہوگی (ترمذی ابوداؤد) (۲) کیا بصراحت ثابت نہ ہوگیا کہ اس اختلاف کے زمانہ میں ہمیں سنت نبوی تھام رکھنی چاہئے اور خلفاء کی روش کو ہرگز نہیں چھوڑنی چاہئے جس طرح وہ مسائل شرعیہ صرف قرآن وحدیث سے لیا کرتے تھے جس طرح وہ اپنے آپس کے جھگڑے صرف ان دو چیزوں سے مٹایا کرتے تھے اسی طرح آج ہمیں بھی منظور نظر اور راحت دل وجگر صرف قرآن وحدیث ہی کو سمجھنا چاہئے۔

برادران! آیئے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی ممانعت تقلید سناؤں مجمع الزوائد للھیثمی کے ص: ۷۵ میں ہے "عن معاذ رضى الله عنه

---

(۱) الفرقان ۳۰/۲۵
(۲) ترمذى ج ۲ ص: ۹۶ باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة.
ابو داؤد ص: ۶۳۵ باب فى لزوم السنة

تعالیٰ قال قال النبی ﷺ لا تقلدوا العالم دینکم " (رواہ الطبرانی فی الاوسط) (۱) یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں دین میں کسی عالم کی تقلید نہ کرنا، یہی فرمان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ص:۱۸۰ (۲) اور اعلام الموقعین ج ۱ ص:۲۱۷ میں ہے فرماتے ہیں "لا یقلدن احدکم دینہ رجلا " (۳) یعنی خبردار تم میں سے کوئی بھی امر دین کے بارے میں کسی کی بھی تقلید ہرگز ہرگز نہ کرے اور سنئے میں آپ کو وہ حدیث سناؤں کہ جس کے دل میں ایمان ہو وہ اس حدیث کے سن لینے کے بعد تقلید کی چاردیواری میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جمع الجوامع جو حدیث میں ہے اس میں ہے بحوالہ ابن قطان مروی ہے "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ سیکون فی امتی رجال یدعون الناس الی اقوال امامھم ورھبانھم ویعملون بھا ویحسدون المسلمین علیٰ التامین خلف الامام الا انھم یھود ھذہ الامۃ ثلاثاً (رواہ ابن القطان وصححہ ابن السکن)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت میں عنقریب ایسے لوگ ہونگے جو اپنے اماموں اور عالموں کے اقوال ماننے کی لوگوں کو دعوت دیں گے اور خود بھی اپنے بزرگوں کی بتلائی ہوئی باتوں پر عمل وعقیدہ رکھیں گے ان کی اک علامت یہ ہے کہ مسلمان جو اپنے امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں یہ انہیں بہت بری لگے گی، یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے یہود ہیں یہ لوگ میری امت کے یہودی

(۱) مجمع الزوائد للهیثمی ص: ۱۸۶ (مطبوعہ بیروت)
(۲) پوری عبارت اس طرح ہے "عن عبداللہ بن مسعود قال لا یقلدن احدکم دینہ رجلا فان آمن آمن وان کفر کفر وان کنتم لابد مقتدین فاقتدوا بالمیت فان الحی لا یؤمن علیہ الفتنۃ. (ایضاً ص: ۱۸۰)
(۳) اس کے آگے عبارت ہے "ان آمن آمن وان کفر کفر فانہ لا اسوۃ فی الشر "

ہیں یہ لوگ میری امت میں ایسے ہیں جیسے آج کل حضرت موسیٰ کی امت کے یہود۔ (۱) اس حدیث کو امام ابن سکن رحمۃ اللہ علیہ صحیح کہتے ہیں۔

بھائیو! خدارا اس حدیث پر اور غور کرو اور ان علماء کے کہنے میں نہ آؤ جو تمہیں اپنے اپنے اماموں اور درویشوں اور بھلے لوگوں کی تقلید کی طرف بلاتے ہیں اور خود بھی ان کی تقلید کرتے ہیں، بلکہ ان کی ہدایت کو مانو جو تمہیں خدا اور اس کے رسول کی طرف بلاتے ہیں "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ " (۲) اس سے اچھی بات کسی کی نہیں ہوسکتی جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے، غور کرو اس کی بات ماننے کے قابل ہے جو ابوحنیفہ کی طرف بلائے یا اس کی جو ابوالقاسم کی طرف بلائے، ﷺ

روز سنتے ہو جھگڑے غیروں کے ۔ آج میری بھی التجا سن لو!

شفاء قاضی عیاض (۳) جزو دوم ص:۱۴ میں ہے "وقال ﷺ وجیء بکتاب فی کتف کفیٰ بقوم حمقاً اوقال ضلالاً ان یرغبوا عما جاء بہ نبیھم الیٰ غیر نبیھم او کتاب غیر کتابھم فنزلت اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم ان فی ذلک لرحمۃ وذکری لقوم یومنون " یعنی ایک مرتبہ لوگ ایک شانے پر کچھ لکھا ہوا لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا یہ بدترین حماقت اور کھلی ضلالت ہے کہ لوگ اپنے نبی کی لائی ہوئی وحی کو چھوڑ کر اس کی باتوں کی

(۱) ابن ماجۃ ج ۱ ص: ۶۱ میں بروایت عائشہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماحسدتکم الیھود علی شیء ماحسدتکم علی السلام والتامین – تم سے یہودی لوگ اتنا حسد کسی چیز میں نہیں رکھتے جتنا حسد وہ تمہارے سلام کرنے اور آمین بولنے سے رکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں اتنی زیادتی ہے " فاکثروا من قول آمین "تم لوگ آمین زیادہ کہو۔
(۲) حم السجدۃ ۳۳/۴۱
(۳) شفاء قاضی عیاض مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

طرف جھکیں جو ان کا نبی نہیں یا اس کتاب کی طرف توجہ کریں جو اس نبی کی نہیں اور ان کی طرف خدا کی جانب سے نازل شدہ نہیں، اسی وقت خداوند کریم نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (۱) یعنی ہم نے تجھ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے جو ایمان داروں کے لئے سراسر رحمت اور نصیحت ہے جو ان پر برابر تلاوت کی جارہی ہے کیا یہ انہیں کافی نہیں؟ (جو اور چیزیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں) جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تورات کے چند اوراق لاتے ہیں اور انہیں پڑھتے ہیں تو آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کیا تم بہک جانا اور گمراہ ہو جانا چاہتے ہو، قسم خدا کی آج اگر صاحب تورات بھی زندہ ہوتے تو انہیں بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا (دارمی، احمد) (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں "ایاکم والاستنان بالرجال" یعنی لوگوں کی تقلید سے بچتے رہو اور اس سے دور ہو۔ (ابن عبد البر) (۳)

ہماری اس تحریر یا ترک تقلید سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم ائمہ دین بالخصوص ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین وغیرہ بزرگان دین سے خدانخواستہ کوئی دشمنی رکھتے ہیں یا ان کی فضیلت کو نہیں مانتے، ہرگز نہیں بلکہ ہم تو خدا کے دوستوں سے دشمنی رکھنے

(۱) العنکبوت ۲۹/۵۱

(۲) سنن دارمی ج ۱ ص: ۲۶؛ باب مایتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ وقول غیرہ عند قولہ. مسند احمد ج ۳ ص: ۳۸۷

(۳) بحوالہ اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۱۷ . اس کی عبارت یوں ہے "وان الرجل يعمل بعمل اهل الجنة ثم ينقلب لعلم الله فيه فيعمل بعمل اهل النار فيموت وهو من اهل النار وان الرجل ليعمل بعمل اهل النار فينقلب لعلم الله فيه فيعمل بعمل اهل الجنة فيموت وهو من اهل الجنة فان كنتم لابد فاعلين فبالاموات لا بالاحياء

والے کو ملعون و مردود اور خدا کا دشمن سمجھتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ دوست کا دشمن بھی اپنا دشمن ہوتا ہے جو خدا کے دوستوں کا دشمن ہو وہ خدا کا دشمن ہے، بزرگان دین، ائمہ و مجتہدین، فقہاء و محدثین بلکہ کل صلحاء اور اولیاء اللہ کی دوستی کو ہم جزو ایمان جانتے ہیں ہم اپنے تئیں ان بزرگوں کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتے، لیکن یہ بھی خیال رہے کہ خود وہ بزرگ رسول خدا ﷺ کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، حضور ﷺ کے فرمان کے ہوتے ہوئے اس کے برخلاف ان میں سے کسی کی ماننا تو دراصل ان کو درجہ نبوت دینا اور نبی کی نبوت کو کامل نہ ماننا اور دین خدا کو ناقص جاننا ہے، وہ بزرگ تو خود ہمیں اپنی تقلید کو چھوڑنے اور براہ راست قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی بالوضاحت ہدایت کر گئے تو ان کی تقلید کرنا، قرآن و حدیث پر بلا واسطہ عمل نہ کرنا، ان کی تعلیم سے روگردانی کرنا اور انہیں دکھ دینا ہے یہ خیال کس قدر لچر، بیہودہ اور فضول ہے کہ اہلحدیث کو ترک تقلید کی وجہ سے دشمنان امام ٹھیرایا جائے۔

سنو آخر اے حنفی بھائیو! تم بھی تو تین اماموں کی تقلید ترک کئے ہوئے ہو تو کیا تم ان کے دشمن ہو؟ اگر باوجود ان کی تقلید نہ کرنے کے پھر بھی تم ان کے دشمن نہیں ہو تو اسی طرح اہل حدیث بھی باوجود تقلید نہ کرنے کے بزرگوں کی بزرگی کے قائل ہیں اور ان کے دشمن نہیں، حق تو یہ ہے کہ اماموں کی تعلیم کے سچے عامل اہل حدیث ہی ہیں کہ جو اقوال ان بزرگوں کے مطابق قرآن و حدیث ہوں سر آنکھوں پر اور جو خلاف ہوں وہ ترک۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی وصیت فرمائی ہے لکھتے ہیں "دائماً تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن آنچہ موافق باشند در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن امت را بر ہیچ وجہ از عرض مجتہدات بر کتاب سنت استغنا حاصل نیست و سخن متقشفہ فقہا را کہ تقلید عالمے را دستاویز ساختہ تتبع کتاب سنت را ترک کردہ نہ شنیدن وبدیشاں التفات نہ کردن و قربت خدا جستن بہ دوری اینہا" (وصیت نامہ)

یعنی ہمیشہ فقہ کی جزئیات کو قرآن وحدیث پر پیش کیا کرو جو مطابق ہو قبول کرلو اور جو مخالف ہو چھوڑ دو، امت میں سے کسی کو اس بات سے بے نیازی ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ اماموں کے اجتہادات کو کتاب وسنت سے نہ ملائے، ہرگز ان فقیہوں کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آنا چاہئے جو کسی امام کی تقلید کو سند بنائے ہوئے ہیں بلکہ ان فقہاء کی طرف التفات بھی نہ کرنا چاہیے، بلکہ جس قدر ان سے دوری ہوگی اسی قدر خدا سے نزدیکی حاصل ہوگی، بلکہ اگر انصاف کیا جائے اور واقعات کو سامنے رکھا جائے تو معاملہ ٹھیک ہوجاتا ہے بھلا کیا مجال کہ ایک حنفی، امام شافعی کی بات کو قبول کرلے اور کیا مجال کہ کوئی شافعی امام ابوحنیفہ کی مان لے، اسی طرح حنبلی اور مالکی، مگر اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ خدا رسول کی پہنچائیں تو قبول، امام شافعی پہنچائیں تو منظور، امام مالک پہنچائیں تو تسلیم امام احمد پہنچائیں تو سر تسلیم خم۔ پھر ایک ایسی جماعت پر اماموں کے نہ ماننے یا ان کی دشمنی رکھنے کی تہمت لگانا کس قدر لغو اور مضحکہ خیز حرکت ہے، ان کا جرم ہے تو صرف یہی کہ چاروں اماموں کو مانتے ہیں یہ نہیں کہ ایک کو مانیں اور تین باقی کو چھوڑ دیں۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

دوستو! سنو اگر آپ تقلید کے دعوے میں سچے ہیں تو آج ہی سے قرآن وحدیث سے مسائل لیا کریں کیونکہ جن کی تم تقلید کرتے ہو وہ خود قرآن وحدیث سے مسائل لیا کرتے تھے، پس ان کی تقلید بھی یہی ہے کہ تم ان کی تقلید چھوڑ کر، جس طرح انھوں نے اپنے بڑوں کی تقلید چھوڑی تھی براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل لیا کرو جس طرح وہ خود لیتے تھے، صاف بات یہ ہے کہ یا تو وہ محقق تھے یا مقلد، اگر مقلد تھے تو مقلد کی تقلید کیسی؟ اور اگر محقق تھے تو ان کی تقلید بھی یہی ہے کہ تم بھی محقق بنو، مولا روم اپنی مثنوی ج ۲ ص: ۱۱۱ میں لکھتے ہیں:

گر تو بے تقلید از واقف شوی   بے نشاں بے جائے چوں ہاتف شوی

یعنی اگر تو بغیر تقلید کے اس سے واقف ہوجائے تو تو فرشتہ صفت بن جائے۔

مسلمانو! افسوس صد افسوس؟ آج اگر غیر مسلم اقوام یہ معلوم کرلیں کہ مسلمانوں کے دین میں یہ بات بھی اب داخل ہوگئی ہے، کہ سوائے خدا اور رسول کے دوسروں کی تابعداری کے طوق انھوں نے اپنی گردن میں ڈال لئے ہیں اور کچھ لوگ ایسے مقرر کرلئے ہیں کہ جب تک ان کی سرکار سے اجازت نہ ملے یہ قرآن وحدیث پر عمل نہیں کر سکتے، تو وہ غالبا مسلمانوں کی بربادی پر شادیانے بجائیں اور پھولے نہ سمائیں۔

آہ! وہ کیسے خوش ہوتے ہوں گے جب انہیں معلوم ہوتا ہوگا کہ اس زمانے کے مسلمانوں نے اپنی نسبت بھی اپنے نبی کی طرف سے ہٹالی، وہ محمدی نہیں کہلواتے بلکہ حنفی شافعی مالکی حنبلی کہلواتے ہیں، بلکہ محمدی کہلوانے کو وہ لامذہب اور بے دین کہتے ہیں اور اس مہلک مرض میں نہ صرف ان کے عوام اور بڑھے لوگ ہی گرفتار ہیں، بلکہ ان کے علماء اور شمس العلماء اور وہ بھی لوگ اس مرض کے مریض ہیں جو دستار فضیلت سر پر باندھے ہوئے ہیں، مولانا بنے مدارس دینیہ میں درس وتدریس میں مشغول ہیں۔

آہ! مسلمانو! قرآن وحدیث میں کیا نہ تھا جو تمہیں فقہ اور رائے قیاس میں نظر آیا وہ کون سی نورانیت تھی؟ وہ کون سی بھلائی تھی؟ وہ کون سی سمجھداری اور دانشمندی تھی؟ وہ کون کمی تھی وہ کون سا نقصان تھا کون سی برائی تھی کون سی نیکی نہ تھی؟ کون سی نورانیت کون سی بزرگی اور فضیلت آپ میں نہ تھی؟ جو تم نے اماموں میں پائی کہ اپنی نسبتیں اپنے پیغمبر سے ہٹا کر ان کی طرف کرلیں۔

نمود روئے تو گل ہائے باغ راچہ کنم - چو آفتاب برآمد چراغ راچہ کنم

آہ! یہودی آج تک اپنے تئیں موسائی کہلوائیں، نصاریٰ آج تک اپنے تئیں

عیسائی کہلوائیں لیکن امت محمد ﷺ اپنے تئیں محمدی نہ کہے بلکہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہلوائے۔ انالله وانا الیه راجعون

یوں تو حنفی مذہب کے اکثر مسائل اور مسائل کے اکثر اصول قرآن وحدیث کے خلاف ہیں بعض اصول تو صرف اس لئے وضع کئے گئے ہیں کہ ان سے احادیث رسول کی معقول مقدار دوراز کار بلکہ بیکارِ محض بنادی جائے، سچ تو یہ ہے کہ ان اصولوں کے رواج نے لوگوں کے دلوں میں سے محبت حدیث اور عظمت حدیث بالکل دور کردی، آج ان اصولوں کے ماتحت بیسیوں کنز وقدوری تک کی ابتدائی تعلیم والے بھی حدیث کا گلا مروڑنے بیٹھ جاتے ہیں اگلوں سے لے کر پچھلوں نے اپنے مسائل کے خلاف حدیثیں پاکر ان اصولوں تلے پناہ لی، جن سے بآسانی وہ اپنے مسائل کے خلاف کی حدیثوں کو رد کرسکیں اور ایسا ہی کیا اور ان ازخود تراشیدہ اصول کی وہ عظمت لوگوں کے دلوں میں جمائی کہ آج ان کے خلاف آواز اٹھانا گویا بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنا ہے لیکن آخر خاموشی اور مجرمانہ خامشی کب تک؟

نہ تونالے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

میں چاہتا ہوں کہ ایک اصول کو نمونے کے طور پر مع چند مسائل ناظرین کے سامنے رکھوں اور ان کے زندہ ضمیر سے اپیل کروں کہ وہ اپنے کلمہ کی لاج رکھ لیں اور ان اصول فقہ کے ماتحت جوامتیوں کے وضع کردہ ہیں، اللہ کے پیغبر کی حدیثوں کو نہ چھوڑیں، صحیح بخاری کی بالکل صحیح حدیث میں ہے "انما الاعمال بالنیات وانما لامری مانوی "(۱) یعنی تمام تر اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی، اس صحیح اور صاف حدیث کی بنا پر حدیث پر عمل کرنے والے وضو اور غسل

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۲

میں بھی نیت کی فرضیت کے قائل ہیں کہ اگر ان میں بھی نیت نہ ہوئی تو نہ وضو ہوگا نہ غسل، مثلاً ایک شخص نیت وضو کے بغیر ہاتھ منہ دھونے بیٹھا اور اس نے پورا وضو کرلیا لیکن اس کی نیت وضو کی نہ تھی تو وضو نہیں ہوا، اسی طرح ایک شخص جس کے ذمہ غسل فرض تھا وہ اپنے کسی کام کے باعث کسی کنویں میں اترا یا بارش میں بھیگا یا تالاب میں غوطہ لگایا اور پوری طرح نہاچکا مگر اس کی نیت ناپاکی دور کرنے کی نہ تھی تو وہ غسل شرعاً معتبر نہیں، لیکن حنفیوں کے یہاں مسئلہ ہے کہ ان صورتوں میں بھی بلانیت وضو وغسل ہوجائے گا، وہ نیت کو فرض نہیں مانتے (۱) اس لئے اس حدیث کو ٹالنے کی ضرورت پڑی تو انھوں نے اصول ہی گھڑ لیا کہ قرآن نے وضو میں نیت کا حکم نہیں کیا، اگر ہم نیت کو واجب مان لیں تو یہ قرآن پر زیادتی ہوگی، جو حکم میں نسخ کے ہے اور سنت سے قرآن منسوخ نہیں ہوسکتا، لہذا نیت وضو میں فرض نہیں ہوسکتی، اب اس اصول کے ماتحت اور بھی بہت سے حدیث کے مسائل کو نہایت بے پروائی کے ساتھ رد کردیا، مثلاً سورۂ فاتحہ کی فرضیت، ارکان نماز میں اطمینان کرنے کی فرضیت، صرف اللہ اکبر سے نماز شروع کرنے کی فرضیت، صرف السلام علیکم کہنے سے نماز ختم کرنے کی فرضیت وغیرہ۔ اب آپ اس اصول کے مطلب تک پہونچئے، اور پھر اس حدیث کو سامنے رکھئے تو آپ پر رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کی صداقت روز روشن کی طرح کھل جائے گی، ان اصول کا مطلب ہوا کہ جس حدیث سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے وہ ماننے اور عمل کرنے کے قابل نہیں، اور صحیح حدیث میں ہے جو سنن میں بیہقی وغیرہ میں

(۱) منیۃ المصلی میں ہے "واما النیة فلیست بشرط فی الوضوء والاغتسال حتی ان الجنب اذا انغمس فی الماء الجاری اوفی الحوض الکبیر للتبرد او قام فی المطر الشدید وتمضمض واستنشق یخرج عن الجنابة" (منیة المصلی ص: ۱۵)
اور ھدایہ میں ہے: فالنیة فی الوضوء سنة عند نا وعند الشافعی فرض لانه عبادة فلایصح بدون النیة کالتیمم ولنا انه لایقع قربة الابالنیة لکنه یقع مفتاحاً للصلوٰة. (ھدایہ ج ۱ ص: کتاب الطہارات)

ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں اور جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ صحیح بتلاتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں قرآن دیا گیا ہوں اور اسی کے ساتھ اسی جیسی اور چیز دیا گیا ہوں (یعنی حدیث) ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی پیٹ بھرا آرام لیٹا بیٹھا کہنے لگے کہ صرف قرآن کو تھام لو اسے میری کوئی حدیث پہنچے تو وہ کہہ دے کہ ہم تو صرف قرآن پر عامل ہیں اس میں جسے حلال پائیں گے حلال کہیں گے جسے حرام پائیں گے حرام کہیں گے، سنو جو میں حرام کردوں وہ مثل اللہ کے حرام کئے ہوئے کے ہے، دیکھو شہری گدھے اور کچلیوں والے درندے تم پر حرام ہیں، معاہد کا گرپڑا مال جو تمہیں مل جائے تمہارے لئے حلال نہیں۔(۱)

(یہاں یہ لطیف نکتہ بھی یاد رہے کہ جو شخص کتاب اللہ کی وجہ سے حدیث کو چھوڑے وہ جب اللہ کے رسول کی زبانی مورد غضب ٹھہرے پھر وہ جو شخص اقوال فقہاء کی وجہ سے حدیث کو چھوڑے وہ کس قدر نامراد اور مغضوب علیہ ٹھہرے گا) پس دراصل اس اصول کے وضع کرنے والے وہ ہیں جن کی خبر اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں دیدی ہے، اب سنئے کہ حدیث و قرآن میں تین طرح کے تعلق ہیں، یا تو حدیث ہر طرح قرآن کے موافق اور برابر ہوگی اور جو حکم اس میں وہی اس میں، یہ تو ہے توارد، یا مرادِ قرآن اور تفسیر قرآن کے واضح کرنے کے لئے ہوگی، یا یہ کہ اس میں کوئی ایسا حکم بیان ہوگا جس سے قرآن خاموش ہو یا کوئی ممانعت ایسی ہوگی جو قرآن میں نہ ہو۔

پس اول تو یہ مسلمہ خود غلط ہے کہ کوئی حدیث قرآن کے معارض ہو کوئی صحیح حدیث کسی آیت کے معارض نہیں، اب جس حدیث میں کسی مسئلہ کی زیادتی بیان ہوئی ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ کا ایک مستقل حکم ہے جس کا ماننا ہمارے ذمے ویسا ہی ہے جیسا قرآن کا، اس لئے کہ حضور ﷺ کی اطاعت ہم پر واجب

(۱) ملاحظہ ہو ابوداؤد ج ۲ ص: ۲۹۲ باب فی لزوم السنة
ترمذی ج ۲ ص: ۹۵ ابواب العلم

ہے اور آپ کی معصیت حرام ہے بلکہ اگر اس موقعہ پر حنفیوں کے اس اصول کو مان لیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ کی خود کی کوئی مستقل اطاعت ہم پر ضروری نہیں بلکہ آپ کی اطاعت مقید ہے، آپ کا صرف وہی فرمان مانا جاسکتا ہے جو مطابق وموافق قرآن ہو اور جو زائد قرآن ہو وہ ماننے کے لائق نہیں، پھر اس آیت کے کیا معنی ہونگے ؟ کہ ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ''(۱) یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی حقیقتاً اسی نے خدا کی فرمانبرداری کی، ان اصولوں کو جو لوگ اس طرح مانتے ہیں کہ ان سے ایک انچ ادھر ادھر سرکنا اپنے نزدیک گویا حرام مطلق سمجھتے ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کیوں جناب جو عورت کسی کے گھر میں ہو اس کی خالہ اور اس کی پھوپھی سے تم نکاح کرنا حرام بتلاتے ہو یہ کیوں؟ جو رشتے حرام تھے قرآن انہیں ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ ......﴾ (۲) میں بیان فرمادیئے اور ان میں یہ دونوں رشتے نہیں پھر تم اپنے اس اصول کے خلاف ان رشتوں کو جو حدیث میں آئے اور جو حدیث بقول تمہارے قرآن پر زیادتی ہے اور جو زیادتی تمہارے نزدیک نسخ ہے اور جو نسخ تمہارے نزدیک جائز نہیں کیوں حرام کہتے ہو؟

اور اگر یہاں اپنا یہ اصول توڑ دیا تو مذکورہ بالا مسائل میں اس اصول پر جم کر فرمان رسول ﷺ کو اس اصول سے کیوں توڑتے ہو؟ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وضو اور غسل میں بھی نیت فرض ہے؟ کیوں نہیں مانتے کہ سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا

(۱) النساء ۴/۸۰
(۲) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا
(النساء ۴/۲۳)

فرض ہے؟ کیوں نہیں مانتے کہ بغیر اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے نماز شروع نہیں ہوسکتی؟ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ گوز ماردینے اور ہنس دینے اور بول دینے سے نماز تو ختم نہیں ہوتی؟ بلکہ سلام پھیرنے سے ہی نماز ختم ہوتی ہے اور سنئے! تمہارے اور ہمارے نزدیک رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، پھر یہاں تمہارا یہ اصول کہاں گیا؟ شفعہ کا مسئلہ بتلاؤ تو قرآن میں کہاں ہے؟ حالت قیام میں رہن رکھنے کا مسئلہ قرآن میں کہاں ہے؟ فرمان ہے ﴿وَإِنْ كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ (۱) پس جب سفر ہو جب کاتب نہ ملے تب رہن کا جواز ہے لیکن جب سفر نہ ہو جب کاتب موجود ہو، پھر بھی رہن کے جواز کا مسئلہ جو صراحتا زیادتی کتاب اللہ پر ہے تم کیوں مانتے ہو؟ نماز کو قصر کرنے کا حکم قرآن کریم میں خوف کی حالت میں ہے ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (۲) یعنی اگر تمہیں سفر میں کفار کا خوف ہو تو نماز کے قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، پھر تم خوف نہ ہونے کی حالت میں بھی سفر میں نماز کو قصر کرنا کیوں مانتے ہو؟ حائضہ عورت کو نماز اور روزے سے قرآن کی کون سی آیت روکتی ہے؟ رمضان کے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے پر کفارہ قرآن کی کون سی آیت مقرر کرتی ہے؟ اے وتر کو بغیر کسی مضبوط دلیل کے واجب کہنے والو! تم کس طرح اس اصول کے حامی بنتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں فقہ کی کسی جزئی کو ٹالنا مشکل ہے اس لئے بعض جزئیات جو خلاف احادیث تھیں انہیں ثابت رکھنے کے لئے اور ان حدیثوں کو رد کرنے کے لئے تم نے یہ اصول گھڑا اور ان حدیثوں کو رد کردیا، اب اس اصول کے مطابق جو جزئیات فقہ تمہیں ٹوٹتی ہوئی نظر آئیں تو تم نے وہاں سے اس اصول کو توڑ دیا، غرض نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے

(۱) البقرہ ۲/۲۸۳
(۲) النساء ۴/۱۰۱

جو کہا اسے بھی نہ کر دکھایا

یاروں نے گو انا الحق اس منہ سے بول دیکھا

ہیں سر حق سے غافل سب کو ٹٹول دیکھا

سنو دوستو! کتاب خدا نے تمہیں نماز کا، روزے کا، حج کا، زکوٰۃ کا حکم دیا، لیکن ان تمام احکام کی تفصیل کا بیان کرنا اپنے افضل الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذمہ رکھا، آپ سارا قرآن اول سے آخر تک پڑھ جایئے ان احکام کی جزئیات کو کہیں نہ پائیں گے ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (۱) قرآن کا فرمان ہے یعنی ہم نے تیری طرف ذکر (اس کتاب) کو اس لئے نازل فرمایا کہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اسے تو صاف صاف بیان کردے، اسی لئے قرآن نے غیر مشروط طور پر ہمیں حکم دیا کہ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (۲) جو کچھ تم کو یہ رسول دیں، لے لو، اور جس چیز سے یہ روکیں رک جاؤ، اسی کی طرف اشارہ ہے اوپر والی حدیث میں کہ مجھے جہاں قرآن دیا گیا ہے وہیں ایک چیز اس جیسی اور دی گئی ہے یعنی حدیث جو خود بھی وحی تھی مثل کلام اللہ کی وحی کے۔ (۳)

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ قرآن میں ورثے کے احکام میں ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ﴾ (۴) وغیرہ آیات موجود ہیں لیکن حدیث اس پر زیادتی کرتی ہے کہ "لایرث المسلم الکافر" (۵) یعنی مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور تمام

(۱) سورۃ النحل ۱۶/۴۴
(۲) الحشر ۵۹/۷
(۳) حماد بن زید کہتے ہیں "حرمة احاديث رسول الله ﷺ كحرمة كتاب الله تعالىٰ (المدخل للبيهقی ص: ۳۹۲)
(۴) النساء ۴/۱۱
(۵) بخاری ج ۱ صـ ۱۰۰۱ کتاب الفرائض / ابو داؤد صـ ۴۰۳ کتاب الفرائض باب هل يرث المسلم الكافر.

امت اس پر متفق ہے، قرآن میں کھلے لفظوں میں موجود ہے کہ ہر چور کے ہاتھ کاٹو۔(۱) لیکن حدیث کہتی ہے کہ پھل کے چور کے ہاتھ نہ کاٹو،(۲) اگر نیت وضو وغسل موجب نسخ ہو کرنا قابل تسلیم ہے تو نبیذ کھجور سے وضو اس حکم میں کیوں نہ ہو؟ اگر آپ عورت اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حدیث کی بنا پر مان سکتے ہیں، تو ایک شاہد اور ایک قسم سے فیصلہ کرنا صحیح حدیث (۳) کی بنا پر کیوں نہیں مان سکتے ؟ اگر باوجود قرآن میں وضو کی حالت میں پیروں کے دھونے کا حکم ہونے کے آپ بوجہ حدیث جرابوں پر مسح کر سکتے ہیں تو باوجود سر کے مسح کا حکم ہونے کے پگڑی پر مسح کیوں نہیں کر سکتے (۴) اگر تم ایک غیر ثابت شدہ حدیث (۵) کو سامنے لا کر یہ مسئلہ کہہ سکتے ہو کہ دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنا جائز نہیں، تو پھر کیا وجہ ہے جو تم ایک بالکل صحیح حدیث (۶) کو سامنے رکھ کر یہ مسئلہ نہ کہہ

---

(۱) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا . المائدة ۵/ ۳۸

(۲) لاقطع فی ثمر ولا کثر ترمذی ج ا ص: ۲۶۹

(۳) وہ حدیث یہ ہے "ان رسول اللہ ﷺ قضیٰ بیمین وشاھد . مسلم ج ۲ ص: ۲۴ باب وجوب الحکم بشاھد ویمین .

امام ابوحنیفہ کہتے ہیں لایحکم بشاھد ویمین فی شی ء من الاحکام ۔ ملاحظہ ہو مسلم مع النووی کا مذکورہ صفحہ

(۴) حنفیہ کے نزدیک عمامہ پر مسح جائز نہیں۔قدوری ص:۱۳ میں ہے "لایجوز المسح علی العمامة".

(۵) اشارہ اس حدیث کی جانب ہے "قطع فی مجن قیمته عشرة دراھم" یہ روایت ضعیف ہے۔امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں "واما مایحتج به بعض الحنفیة وغیر ھم من روایة جاء ت قطع فی مجن قیمته عشرة دراھم فھی روایة ضعیفة لایعمل بھا لوانفردت فکیف وھی مخالفة لصریح الاحادیث الصحیحة الصریحة فی التقدیر بربع دینار . شرح مسلم للنووی ج ۲ ص: ۶۴ .

(۶) عن عائشة انھا قالت کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول اللہ ﷺ وھی فیما یقرأ القرآن . مسلم ج ا ص: ۴۶۹ فصل بیان ان خمس رضعات یحرمن .

سکو کہ پانچ مرتبہ دودھ پی لینے سے رضاعت کے احکام صادر ہو جاتے ہیں؟ تعجب ہے تعجب ہے کہ تم اس حدیث پر عمل نہیں کرتے "لایقتل مسلم بکافر "(۱) یعنی کوئی مسلمان کسی کافر کے قتل پر قتل نہیں کیا جا سکتا اور تم کہتے ہو کہ یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے قرآن میں ہے" ﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ (۲) یعنی جان، جان کے بدلے، لیکن پھر تم قرآن کی اس آیت کے ہوتے ہوئے کہ "جَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُھَا "(۳) اس حدیث پر عمل نہیں کرتے کہ جس یہودی نے ایک لونڈی کا سر پتھر سے کچل دیا تھا اور آپ نے حکم دیا کہ اس کا سر بھی اسی طرح کچل دیا جائے (۴) تم اس آیت اور اس صاف صحیح اور صریح حدیث کے خلاف کہتے ہو کہ بغیر تلوار کے قصاص دوسری طرح جائز نہیں (۵) کیوں صاحب کیا آپ کا یہ مسئلہ آیت "جَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُھَا" کے خلاف نہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ جمعہ کا عام حکم قطعی عام فرضیت آیت قرآنی سے ثابت (۶) لیکن تم کہو کہ مصر جامع کے سوا جمعہ جائز نہیں۔(۷)

دوستو! انصاف کرو للہ انصاف کرو، بخدائے لایزال میں تو اسی نتیجہ پر ہوں کہ

---

(۱) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۲۱ کتاب الدیات

(۲) المائدة ۵/ ۴۵۔ قدوری ص:۲۰۳ کتاب الجنایات میں ہے "والمسلم بالذمی" مسلم کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا

(۳) الشوریٰ ۴۲/ ۴۰ .

(۴) ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۲ ص: ۵۸ باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ من المحددات .

(۵) قدوری ص: ۲۰۳ کتاب الجنایات میں ہے "لایستوفی القصاص الا بالسیف

(۶) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . الجمعة ۶۲/ ۹

(۷) قدوری ص: ۳۶ میں ہے "لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولایجوز فی القریٰ".

دراصل آپ حضرات نے دل میں ٹھان لی ہے کہ فقہ شریف کی کسی جزئی کے خلاف ہرگز نہ کریں گے موافقت قرآن ہو تو فبہا اور مخالفت قرآن ہو تو چہ غم؟

احمد مرسل کی باتوں کی کہاں توقیر ہے = اب تو ہر جا قول مرشد یا طریقہ پیر ہے

اتنا ہی نہیں بلکہ محض قیاس سے قرآن وحدیث کے خلاف بھی مسائل مانے جارہے ہیں، عدل کا حکم قرآن میں موجود ہے۔(۱) حدیث میں آچکا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو،(۲) لیکن یہاں کہا جاتا ہے کہ چونکہ ہر شخص اپنے مال کا مالک ہے وہ جس طرح جس کو دینا چاہے مختار ہے۔(۳) الغرض میرے بھائیو! میں آپ سے اپیل کروں گا کہ تقلید کے، کتب فقہ کے اصول فقہ کے قربان گاہ پر احادیث رسول ﷺ کو بھینٹ چڑھانے سے باز آؤ یہ وہ جرم نہیں جو قابل معافی ہو، آؤ اہل حدیث کے صاف ستھرے اصول کی طرف کہ جس کا کلام مطابق خدا اور رسول ہو مقبول، والامردود۔

حدیث رسول ﷺ کو محض اس بہانے سے ٹالنے والے کہ یہ قرآن پر زیادتی ہے وہ غور کریں کہ چور کی چوری میں ہاتھ کا کاٹنا قرآن کا مسئلہ ہے(۴)

---

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا .(النساء ۱۳۵/۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ .(المائدة ۸/۵)

(۲) فاتقوا الله واعدلوا بين فى اولادكم . (مسلم ج ۲ ص: ۳۷ كتاب الهبات)

(۳) درمختار ج ۲ ص: ۱۶ میں ہے "لاباس بتفضيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذا فى العطايا اذا لم يقصد به الاضرار اور پھر آگے لکھتے ہیں "ولو وهب فى صحته كل المال جاز"

(۴) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ .المائدة ۳۸/۵

پھر حدیث میں ہے کہ ہاتھ کٹ چکنے کے بعد پھر اگر چوری کرے تو پاؤں کاٹ دو،(۱) کیا یہ حدیث قرآن پر زیادتی نہیں؟ ہے، پھر اس اصول فقہ کے ماتحت اس حدیث پر بھی عمل نہ کرنا چاہئے، مگر چونکہ حنفی مذہب کی کتب فقہ میں یہ آچکا ہے(۲) اس لئے تمام حنفیہ اسے مانتے ہیں اور اپنے اصول کو ترک کرتے ہیں۔

میرے پیارے بھائیو! جس طرح یہاں یہ اصول توڑ دیا گیا اور مسائل میں پھر اسے جوڑ کر حدیث کو کیوں توڑ دیتے ہو؟ منافقین کی ایک خصلت قرآن کریم نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ ﴿وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ﴾ (۳) یعنی اگر رسول خدا ﷺ کا حکم ان کے موافق ہو تو ہنسی خوشی قبول کر لیتے ہیں لیکن جب خلاف ہو تو رک جاتے ہیں اعراض کر لیتے ہیں یہ بیمار دل لوگ ہیں یہ مرتاب ہیں انہیں خدا رسول پر پورا ایمان نہیں بلکہ یہ ظالم ہیں، پس میری نصیحت ہے کہ اصول فقہ کے ماتحت احادیث رسول کو نہ چھوڑو، بلکہ احادیث کی موجودگی میں دوسری طرف نظر بھی نہ ڈالو۔

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری = غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

برادران اسلام! میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا پرانا ورثہ اور قدیمی دستور، اصلی برادری اور سچا اصول کیا ہے؟ ہمارے اسلاف نے ہمیں کس شاہراہ پر چھوڑا ہے؟ ہمارے سردار نے کس کے ہاتھوں ہمارا ہاتھ دے کر دنیا سے منہ موڑا ہے؟

---

(۱) ان رسول الله ﷺ قال فى السارق ان سرق فاقطعوا يده ثم ان سرق فاقطعوا رجله ثم ان سرق فاقطعوا يده ثم ان سرق فاقطعوا رجله (شرح السنة بحواله مشكوة ص: ۳۱۳ باب قطع السرقة)

(۲) قدوری ص: ۲۲۱ كتاب السرقة وقطاع الطريق میں ہے "ويقطع يمين السارق من الزند وتحسم فان سرق ثانيا قطعت رجله اليسرىٰ.

(۳) وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ . أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ . (النور ۴۸/۲۴، ۴۹، ۵۰)

ہمارے آباء واجداد کے چمن مراد کو سرسبز کرنے والی باد صبا کون سی تھی؟ اور ہماری لہلہاتی کھیتیوں کو آج کس باد صرصر نے چرمر کردیا ہے؟ اب چمن ہے تو گل نہیں اور گل ہے تو بو نہیں اور بو ہے تو دماغ نہیں آہ! ے

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی ایک شور تھا غل تھا
خزاں کے وقت دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رورو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

ہمارے پیشوا سید المرسلین آنحضرت ﷺ جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں ساری دنیا پر گھنگھور اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے بنی نوع آدم تنکوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں، عالم کا نہ نظام ہے نہ انتظام، اتحاد و اتفاق کا نہ نشان ہے نہ نام، حضور ﷺ کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ آپ ان خودسر لوگوں کے سروں کو جوڑ دیتے ہیں، ایک پگڈنڈی پر چلنا سکھا دیتے ہیں، سب کو ایک ہی اصول پر کاربند کرتے ہیں، جب دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں اپنے بعد اپنی قائم مقام ایک جماعت چھوڑ کر جاتے ہیں جو بالکل گویا آپ کا نمونہ ہوتی ہے، جن کی تعریفیں قرآن کریم کر رہا ہے ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (۱) آگے بڑھنے والے اور خدا کے لاڈلے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (۲) خدا ان سے خوش اور یہ رب سے راضی تعلیم نبوی کا سچا فوٹو، رضائے رسول کا پورا نمونہ، لشکر اسلام کی صف اول، مجسمہ اسلام کی روح رواں، چمنستان حق کا خوش بو گل، خزانہ ایمان کا انمول موتی، آسمان عدل کا چمکتا تارا یہی پاکباز جماعت تھی، پچھلی نسلوں کے لئے نمونہ خیر، امت کے کھوٹے کھرے کی میزان، مسلمانوں کے اصول و فروع کا مرکز انہیں کا پاکیزہ زمانہ تھا، خاتم النبوۃ

(۱) سورۃ الواقعۃ ۵۶/۱۰-۱۱ (۲) المائدۃ ۵/۱۱۹ و البینۃ ۹۸/۸

کی زبانی اسی زمانے کو خیر القرون کہا گیا ہے نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے بہتر دوزخی ہونگے اور ایک جنتی لوگ دریافت کرتے ہیں حضور ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ فرماتے ہیں "ما انا علیه و اصحابی" (۱) وہ فرقہ جو اس چیز پر عامل ہو، قابل عمل تقلید اسی کو جانتا ہو جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں، کتاب شرف اصحاب الحدیث للامام الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ص: ۲۵ میں ہے "عن محمد بن عبدالله بن بشر قال رأیت النبی ﷺ فی المنام فقلت من الفرقة الناجیة من ثلاث وسبعین فرقة قال انتم یا اصحاب الحدیث" یعنی حضرت محمد بن عبداللہ بن بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے منام میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ تہتر فرقوں میں سے نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اهل الحدیث

ہاں اس موقعہ پر یہ بھی سن لیجئے کہ ان تمام فرقوں میں سے سب سے بدترین فرقہ کون ہے؟ مجمع الزوائد ص: ۱۷۹ ج ۱ میں ہے "اعظمها فتنة علیٰ امتی قوم یقیسون الامور برایهم" (۲) یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت پر سب سے بڑا فتنہ پھیلانے والا وہ فرقہ ہے جو امور دین میں رائے قیاس کو دخل دے گا اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "ایاکم و اصحاب الرای فانهم اعداء السنن" (۳) یعنی رائے قیاس والوں سے بچو یہ لوگ حدیثوں کے اور سنتوں کے دشمن ہوتے ہیں۔

(۱) ترمذی ج ۲ ص ۹۳ باب افتراق هذه الامة (مشکوۃ)
(۲) مجمع الزوائد ج ۱ ص: ۱۷۹ باب فی القیاس و التقلید.
(۳) پورا قول اس طرح ہے ایاکم و اصحاب الرای فانهم اعداء السنن. اعیتهم الاحادیث ان یحفظوها فقالوا بالرأی فضلوا و اضلوا. (الاعتصام ج ۱ ص: ۱۲۴ - اعلام ج ۱ ص: ۱۹)

ظاہر بات ہے کہ چراغ کی اصلی اور سچی روشنی وہ ہوتی ہے جو اس کے آس پاس اردگرد ہو، جوں جوں دور ہٹتے جائیں گے روشنی کم ہوتی جائے گی، انسانی آواز کو دیکھئے اس کا صحیح اندازہ وہی ہے جو بولنے والے کے آس پاس قریب قریب سنائی دیتا ہے نہ وہ جو دور دراز جاکر دور والے آدمی کو سنائی دے، ٹھیک اسی طرح بالکل سچا اور اچھا صحیح اور پختہ اسلام وہ ہے جو اس پاکیزہ جماعت کا تھا، جو پیغمبر مدنی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسلمان ہوئے تھے جو شمع نبوت کے پروانے اور آسمان اسلام کے ستارے تھے، جو طریقہ ان کا تھا وہ اور تمام طریقوں سے بہترین تھا، جو بات ان بزرگوں نے ایجاد نہ کی بالیقین بعد والے اس کی ایجاد کا کوئی حق نہیں رکھتے، قرآن کہتا ہے ﴿نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ﴾(۱) ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا خلاف کریں حدیث نے صاف کردیا کہ اختلاف امت کے وقت برحق وہ فرقہ ہے جو بطریق صحابہ صرف وحی خدا کو قابل عمل وعقیدہ مانے ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ رہا صدیوں تک مسلمان صرف اس پر ہی عامل رہے لیکن پھر وہ بات ہی نہ رہی۔

وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا - اب عطر بھی ملیں تو محبت کی بو نہیں

میرے مسلمان بھائیو! ذرا ٹھنڈے دل سے اپنے خدا کو یاد رکھ کر اپنا مرنا اور سڑنا، گلنا مدنظر رکھ کر مجھے جواب تو دو کہ کیا صحابہ کرام نے تقلید کی تھی؟ اور اگر نہیں کی تو بتلاؤ وہ مسلمان تھے یا نہیں؟ اور مسلمان تھے تو کامل یا ناقص؟ اور اگر انہیں کامل مسلمان سمجھا جائے اور انسان بغیر تقلید شخصی کے کامل مسلمان ہوسکتا ہو، تو پھر آج تقلید بغیر اسلام کا کون سا حسن مارا جاتا تھا؟

میرے دوستو! آج اگر کہا جائے کہ تقلید کرنے والے ہی فرقہ ناجیہ ہیں مستحق جنت صرف یہی ہیں تو کیا کوئی کہے گا نہیں؟ کہ ائمہ اربعہ کس کے مقلد تھے؟ اور تابعین نے کس کی تقلید کی تھی؟ چار سو برس تک دنیا میں نبوت کو نبی پر ختم

(۱) النساء ۴/۱۱۵

سمجھا جاتا رہا، نہ مقلد تھے نہ تقلید تھی پھر کیا تب تک کے مسلمان فرقہ ناجیہ نہیں؟ کیا وہ سب نعوذ باللہ جہنمی ہیں؟ کیا چاروں امام اور ان کے کل شاگرد، تابعین، صحابہ اور چار سو برس تک کے لوگ سب نعوذ باللہ گمراہ مرے؟

بھائیو! ذرا جواب تو دو۔ قرآن سارا نازل ہو چکا ہے حدیثیں پیغمبر علیہ السلام کی سب بیان ہو چکی ہیں دین اسلام مکمل ہو چکا ہے مگر چاروں اماموں کا وجود بھی نہیں، دوسری صدی میں یہ بزرگ ظہور پاتے ہیں، علم دین حاصل کرتے ہیں، فتاوے دیتے ہیں، اب فرمائیے! کس پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے؟ کس آسمان سے، کس کی معرفت، کس پر حکم خداوندی ان بزرگوں کی تقلید کی نسبت اس دوسری صدی نازل ہوا؟ کیونکہ وحی الٰہی اس سے پیشتر منقطع ہے رسول اللہ ﷺ اس سے پیشتر خدا سے وصال کر چکے ہیں کیا اے دنیا کے لوگو! بتلا سکتے ہو کہ رسول خدا ﷺ اور آپ کے اصحاب کس چیز پر قائم تھے؟ کون سی چیز ان کے پاس قابل عمل وعقیدہ تھی؟ میں تو یہ جانتا ہوں کہ صرف وحی الٰہی تھی جس کے دو حصے تھے یعنی قرآن وحدیث، آج بھی دراصل حقانیت پر اور اصلی دین پر نجات پانے والا اور عذاب خدا سے بچنے والا وہی فرقہ ہے جو اسی روش پر ہو جو روش صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھی نہ وہ کسی موجود کی تقلید کرتے تھے نہ معدوم کی، نہ زندہ پرستی تھی نہ مردہ پرستی، بلکہ براہ راست قرآن وحدیث پر عمل کرتے تھے اور بس۔ نہ کسی اور چیز کی حقیتاً ضرورت ہے نہ وہ محسوس کرتے تھے، کیونکہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے اقوال الناس ایسے ہیں جیسے زر وجواہر کے ہوتے ہوئے ٹھیکریاں اور خرمہرے۔

باغ مراچہ حاجت سرو وصنوبر است - شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر است

یوں کہنے کو تو حنفی حضرات کہتے رہتے ہیں کہ ہم حدیثوں پر ہی عمل کرتے ہیں لیکن اگر دیکھا جائے اور قول کو چھوڑ کر فعل پر نظر ڈالی جائے تو حدیث سے بہت دور نکل گئے ہیں، خیال فرمائیے

☆ حدیث میں ہے۔"من ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فلیتم صلوته ومن ادرک رکعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیتم صلوته"(۱)

یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے جو شخص ایک رکعت عصر کی نماز کی پالے وہ اپنی نماز پوری کرلے اور جو شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت صبح کی پالے وہ اپنی نماز پوری کرلے، صبح اور عصر کی نماز کا ایک حکم ایک ہی حدیث میں ایک ساتھ یکساں طور پر اللہ کے رسول فداہ ابی وامی ﷺ بیان فرماتے ہیں مگر حنفی مذہب یہ ہے کہ عصر کی نماز تو ہوجائے گی صبح کی نہ ہوگی (۲) قرآن کفار کی کافرانہ روش بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾ (۳) کیا تم کتاب اللہ کے ایک حصے کو مانتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ قرآن کریم ایمانداروں کو اس کے بالکل برخلاف حکم دیتا ہے فرماتا ہے ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۤفَّةً ﴾ (۴) اے مومنو! اسلام میں پورے پورے آجاؤ۔ تعجب ہے کہ اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو مان کر عصر کی نماز کا یہی حکم دیتے ہیں اور دلیل میں یہی حدیث پیش کرتے ہیں مگر جب دوسرے ٹکڑے کے ماننے کو کہا جائے تو کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں کیا یہ کھلی دلیل نہیں کہ دراصل عمل حدیث پر نہیں مذہب پر ہے؟ اس نے عصر کی نماز جائز کی، یہ بھی جائز کہتے ہیں، اس نے صبح کی نماز ناجائز کی یہ بھی ناجائز کہتے ہیں، ورنہ اگر عصر کی نماز کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہوئی

---

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۷۹ باب من ادرک رکعة من العصر قبل الغروب. نسائی

(۲) شرح الوقایة ج ۱ ص: ۱۳۱ کتاب الصلوة میں صلوة عصر کے بارے میں ہے فاذا اعترض الفساد بالغروب لاتفسد اور فجر کے بارے میں ہے فاعترض الفساد بالطلوع تفسد.

(۳) البقرة ۸۵/۲ (۴) البقرة ۲۰۸/۲

تو کیا وجہ تھی کہ صبح کی نماز کے جواز کی دلیل یہ نہ ہو؟

☆ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے" صلوٰة اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا خشی احدکم الصبح صلّٰی رکعة واحدة توتر له ماقد صلّٰی"(۱) یعنی رات کو تہجد پڑھنے والا دو دو رکعت پڑھتا چلا جائے، جب اسے صبح صادق طلوع ہونے کا ڈر لگے تو ایک رکعت وتر ادا کرے، تاکہ سب نماز طاق ہوجائے۔ اسی طرح صحیحین (۲) کی اور حدیث میں ہے "یوتر بواحدة" آنحضرت ﷺ ایک وتر پڑھا کرتے تھے اسی طرح اور بھی بہت سی بالکل صحیح حدیثیں ایک رکعت وتر پڑھنے کی موجود ہیں، لیکن حنفی مذہب میں ایک رکعت وتر ہے ہی نہیں (۳) وہ ایک رکعت نماز کا قائل ہی نہیں۔ کیا مجال کہ کوئی حنفی ایک رکعت وتر پڑھ لے، کیوں کہ حدیث پر عمل نہیں عمل مذہب پر ہے، فقہ کی جزئی کا ٹلنا گویا ایمان سے ہاتھ دھونا ہے، ہاں حدیثیں ایک چھوڑ ایک ہزار بھی ٹل جائیں کوئی پرواہ نہیں۔

☆ بخاری شریف میں حدیث ہے"وان نجلس علیه "(۴) یعنی رسول اللہ ﷺ نے ریشمی فرش پر بیٹھنا حرام فرمایا لیکن حنفی مذہب نے اسے جائز لکھا ہے (۵)

---

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۱۳۵ ابواب الوتر / مسلم ج ۱ ص: ۲۵۷ باب صلوة اللیل الخ

(۲) بخاری ج ۱ ص: ۱۳۶ ابواب الوتر کان النبی ﷺ یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعة / مسلم ج ۱ ص: ۲۵۷ باب صلوة اللیل. اسی باب میں یہ روایت بھی ہے قال رسول اللہ ﷺ الوتر رکعة من آخر اللیل.

(۳) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۴۴ میں ہے الوتر ثلث رکعة لایفصل بینهن بسلام

(۴) عن حذیفة قال نهانا النبی ﷺ ان نشرب فی آنیة الذهب والفضة وان ناکل فیها وعن لبس الحریر والدیباج وان نجلس علیه. بخاری ج ۲ ص: ۸۶۸ کتاب اللباس.

(۵) درمختار ج ۲ ص: ۲۳۹ میں ہے"ویحل توسده وافتراشه والنوم علیه" / ہدایہ ج ۲ ص: ۴۵۷ میں ہے " لاباس بتوسده والنوم علیه عند ابی حنیفة

آج جاؤ اور بکھرو پوش مولویوں اور دستار بند فاضلوں سے پوچھو سب کہیں گے کہ جائز ہے کیوں؟ اس لئے کہ حنفی مذہب نے جائز کہا ہے کون پوچھے کہ حدیث میں کیا ہے؟ فقہاء کے فیصلوں کے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی قدر و قیمت ہی کیا ہے؟ ریشمی فرش پر بیٹھنا حدیث سے منع ہے لیکن حنفی مذہب میں منع نہیں اس لئے حنفی وہی جو اس فرمان رسول ﷺ کو پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہ دے۔

☆ صحیح مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا ہے کہ شراب کا سرکہ بنالیا جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں (۱)، ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس یتیم بچے ہیں جن کے مال میں شراب ہے اور اب شراب حرام ہوگئی ہے تو کیا اس کا سرکہ بنالوں؟ آپ نے فرمایا نہیں (۲) چنانچہ اس نے اس شراب کو بہا دیا یہاں تک کہ پانی کی طرح شراب کا نالہ بہہ نکلا۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ فتوی دیتا ہے کہ شراب کا سرکہ بنالینا جائز ہے (۳) ایک نہیں دو نہیں حنفی مذہب کی کل معتبر کتابیں اس پر متفق ہیں، غور کیجئے اگر عمل بالحدیث کا دعویٰ حنفیوں کا سچا ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ وہ اس صاف صریح اور صحیح بیداغ و بے عیب حکم کا خلاف کر کے اللہ کے نبی کی حدیث کو یوں رد کر دیتے؟ صاف بات ہے کہ مقصود حنفی مذہب پر عمل کرنا ہے نہ کہ حدیث رسول پر۔

---

(۱) صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۳ کتاب الاشربۃ

(۲) ابوداؤد ج ۲ ص: ۵۱۷ کتاب الاشربۃ / مسند احمد ج ۳ ص: ۱۱۹ و ۱۸۰ و ۲۶۰

(۳) قدوری ص: ۲۲۳ کتاب الاشربۃ میں ہے "واذا تخللت الخمر حلت سواء صارت بنفسها خلاً او بشیء طرح فیها ولا یکرہ تخلیلها۔

☆ صحیح بخاری مسلم میں حدیث ہے "اذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم ربنا ولک الحمد" (۱) یعنی آنحضرت ﷺ جب سمع اللہ کہتے تو اللهم ربنا ولک الحمد بھی پڑھتے لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ امام اسے نہ کہے یعنی امام صرف سمع اللہ کہے اس کے بعد کچھ نہ کہے (۲)

حنفی دوستو! کہو یہ حدیث کا ماننا ہے یا نہ ماننا؟

☆ اور سنئے! متفق علیہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے غسل کے وقت حکم دیا کہ ان کے بالوں کی تین لٹیں بنالی جائیں (۳) چنانچہ اس حکم پر عمل بھی کیا گیا لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ تین لٹیں نہ بنائی جائیں بلکہ دو لٹیں بنا کر آدھوں آدھ بال سینے پر ڈال دیئے جائیں۔ (۴)

کہو حنفی بھائیو! کیا یہ عمل بالحدیث ہے؟ ہرگز نہیں تقلید شخصی اور عمل بالحدیث میں منافاۃ ہے تقلید ایک زنجیر ہے، ایک لگام ہے، ایک نکیل ہے، جو آپ کو سنتوں کی راہ میں آزادی کے ساتھ چلنے دے گی ہی نہیں، پس میری خیر خواہانہ گذارش ہے کہ للہ اس چکردار پیچ و خم والے راستے کو چھوڑ دو اور سنت کی صحیح اور صاف روشن اور واضح راہ پر آجاؤ (۵) اس ارشاد نبوی کو سامنے رکھو جو ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچ کر فرمایا خدا کی سیدھی راہ یہی ہے اسی پر چلتے رہو،

---

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۱۰۹ باب مایقول الامام ومن خلفه اذا رفع رأسه من الركوع. مسلم ج ۱ ص: ۱۹۰ باب مایقول اذا رفع رأسه من الركوع.

(۲) هدایه ج ۱ ص: ۱۰۶ میں ھے "ویقول المؤتم ربنا لک الحمد ولایقولها الامام عند ابی حنیفة"

(۳) بخاری ج ۱ ص: ۱۶۸. ۱۶۹

(۴) هدایه ج ۱ ص: ۱۷۹ میں ہے "ثم یجعل شعرها ضفیرتین علیٰ صدرها فوق الدرع.

(۵) حدیث پر عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے "حکی عن احمد بن حنبل قال کنت یوماً مع جماعة تجردوا و دخلوا الماء

پھر چار لکیریں کھینچ کر اس کے دائیں بائیں کھینچ کر فرمایا خبردار ان راہوں پر نہ چلنا ورنہ راہ حق سے بھٹک جاؤ گے (۱) پس آج جماعت اہل حدیث بھی تم سے تمہاری خیر خواہی کے طور پر کہتی ہے کہ چاروں مذہبوں کو چھوڑ دو اور دین اللہ پر ایک ہو کر چلو میرے بھائیو! حدیث کے ہوتے ہوئے ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد (اللہ ان بزرگوں پر رحمت نازل فرمائے) کے قول کو ڈھونڈنا اور تلاش کرنا ہی ایمان سے ہاتھ دھونا ہے نہ کہ ان کے خلاف حدیث اقوال کو ماننا بھی اپنے ذمے فرض جاننا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ فرمان رسول ﷺ کے بعد جو شخص حضرت عمرؓ کے پاس گیا تھا آپ نے اس کا سر اتار دیا تھا (۲) اعلام الموقعین میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر سے آپ کی خلافت کے زمانہ میں مسئلہ پوچھا کہ ایک عورت نے طواف زیارت کر لیا ہے پھر وہ حیض سے ہوگئی تو کیا وہ طواف رخصت کئے بغیر چلی جا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس پر سائل نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا تھا تو آپ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا یعنی فرمایا تھا کہ وہ چلی جا سکتی ہے، اس پر جناب فاروقؓ بے حد ناراض ہوئے اور غصے کے مارے کھڑے ہو گئے اور کوڑا لے کر اسے پیٹنا شروع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ فتویٰ ہوتے ہوئے تو نے مجھ سے فتویٰ کیوں پوچھا؟ (۳)

= فاستعملت الحديث من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايدخل الحمام الابمئزر ولم اتجرد فرايت تلك الليلة قائلاً لي يا احمد ابشر فان الله قد غفر لك باستعمالك السنة وجعلك اماماً يقتدىٰ بك قلت من انت قال جبريل (شفاء قاضی عیاض ج ۲ ص: ۱۳)

(۱) ابن ماجة ج ۱ ص: ۶ (۲) تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ نمبر

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۵۴ / المدخل للبیهقی صفحه ۱۰۵ . ابوداؤد میں ایک روایت یوں ہے حارث بن عبداللہ بن اوس کہتے ہیں کہ میں عمر بن خطاب کے پاس آیا اور ان سے اس عورت کے بارے میں فتویٰ پوچھا جو یوم النحر کو طواف کے بعد حائضہ ہو جائے انھوں نے کہا لیکن آخر عهدها بالبيت قال فقال الحارث كذلك افتانى رسول الله ﷺ قال فقال عمر اربت عن يديك سالتنى عن شیء سالت عنه رسول الله لكيما اخالف. (ابو داؤد ج ۱ ص: ۲۷۴ کتاب المناسک)

پس مسلمانو! خدارا اپنے اسلام کو سنبھالو حدیث رسول کو پا کر پھر کسی اور کے قول کی طرف نظر بھی نہ اٹھاؤ۔

میں چاہتا ہوں کہ اسی قسم کی اور چند حدیثیں لکھ دوں، تا کہ ایک طرف تو یہ واضح ہو جائے کہ تقلید اور عمل بالحدیث یہ دو مختلف بلکہ متضاد حقیقتیں ہیں، اور دوسری جانب ان بھولے بھالے بھائیوں کو بھی معلوم ہو جائے جنہیں یہ تھپکی دی جاتی ہے کہ حنفی مذہب کا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف نہیں، مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ جب ان بھائیوں کو صراحتا معلوم ہو جائے گا کہ حنفی بن کر فقہ کی کتابوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے سے اللہ کے رسول معصوم ﷺ کی صحیح احادیث پر عمل ہم سے چھوٹ جاتا ہے بلکہ دراصل ان احادیث سے گویا انکار لازم آتا ہے تو وہ فوراً اس راہ سے ہٹ جائیں گے اور اس طریق عمل پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں گے جسے زبان رسول ﷺ نے بتلایا تھا، جو زبان اس وقت تک نہیں ہلتی تھی جب تک کہ خدائے عالم کی طرف سے وحی نہ آ جائے۔

☆ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا ''فمسح بناصيته وعلى العمامة'' (۱) اور آپ نے اپنی پیشانی کے اوپر کے بالوں پر اور عمامہ پر مسح کیا۔ حنفی مذہب کا اس مسئلہ میں عجب رنگ ہے وہ اس حدیث کو صحیح مانتا ہے قابل عمل جانتا ہے اس سے استدلال کرتا ہے، اس سے مسئلہ لیتا ہے لیکن آدھی حدیث اس کے خلاف ہے اس لئے اسے چھوتا ہی نہیں، یعنی حنفی مذہب میں ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے (۲) اس کو ثابت کرنے کے لئے تو وہ جھاویاں ڈال کر اس حدیث کو لیتا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ناصیہ پر مسح کیا وہ ناصیہ کے معنی کسی طرح پاؤ سر کر کے اپنے اس مسئلہ کو

(۱) صحیح مسلم ج ۱ ص: ۱۳۴

(۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۷ میں ہے ''المفروض فى مسح الرأس مقدار الناصية وهو ربع الرأس.

تو اس حدیث سے ثابت کر لیتے ہیں، اب رہا اس کا دوسرا ٹکڑا یعنی آپ نے پگڑی کا مسح کیا اسے دیکھا اور ناک بھوں چڑھائی، بھلا کیا مجال جو ایک حنفی بھی اپنے عمامے پر مسح کر لے، آپ ایک ایک کو ایک ایک لاکھ مرتبہ سنائیے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے اپنے عمامے پر مسح کیا ہے لیکن حنفی وہی ہے جو فقہاء کے اس فیصلے کو ہاتھوں سے نہیں بلکہ دانتوں سے تھام لے کہ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے لیکن میں تو کبھی اس حدیث کو مان کر نہیں دوں گا، اور سب سے بڑھ کر تو یہ لطف ہے کہ اسی حدیث کے نصف حصے پر ایمان ہے اس سے خواہ مخواہ دھینگا مشتی کر کے لغت عرب کا خلاف کر کے پاؤ سر مراد لیتے ہیں اور ایک ایسا مشکل مسئلہ ثابت کرتے ہیں جس پر کوئی عمل بھی نہ کر سکے، یعنی ہر وضو کے وقت کون سا پیمانہ لائے گا جس سے سر ناپے، پھر ٹھیک پاؤ سر پر مسح کر کے حنفی ہو کر فرضیت سے سبکدوش ہو۔

اگر حدیث کا مسئلہ جان کر چوتھائی سر کے مسح کے قائل ہوتے تو حدیث کا مسئلہ جان کر عمامہ پر مسح کرنے کے بھی قائل ہوتے لیکن نہیں دراصل عمل فقہ پر ہے، حنفی مذہب پر ہے، اس نے کہا کہ ناصیہ کا مسح فرض تو یہ بھی کہتے ہیں فرض، اس نے کہا کہ عمامہ پر مسح کرنا ناجائز (۱) تو یہ بھی کہتے ہیں ناجائز، تعجب ہے کہ ایک ہی حدیث ایک ہی سند سے ایک ساتھ مروی، اس کے ایک جملے کا اقرار دوسرے کا انکار، اقرار بھی دراصل زبانی ہی زبانی ہے ورنہ ناصیہ کے معنی کسی لغت میں چوتھائی سر کے نہیں ہیں۔

☆ سنن اربعہ وغیرہ میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان کے انیس کلمے سکھائے اور اقامت کے سترہ کلمے بتلائے۔ (۲) حنفی مذہب نے یہاں بھی عجب عجب چکر لگائے ہیں وہ اس حدیث کے آخری حصہ کو مانتا ہے لیکن اول حصے سے ہاتھ جھاڑ کر پیچھے ہٹ جاتا ہے یعنی

(۱) شرح وقایۃ ج ۱ ص: ۱۰۲ باب المسح علی الخفین میں ہے ولا علی العمامۃ اور حاشیہ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ای لایجوز المسح علی العمامۃ

(۲) ترمذی ج ۱ ص: ۴۸ باب ماجاء فی ترجیع الاذان۔

تکبیر کے کلمات تو وہ بھی سترہ بتلاتا ہے لیکن اذان کے کلمات اس سے بھی گھٹا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ صرف پندرہ ہیں، آج آل انڈیا حنفی مذہب یہی ہے کہ اذان میں صرف پندرہ کلمات کہنے چاہئیں، (۱) انیس ہرگز نہ کہیں بھلا کیا مجال جو اس آل انڈیا اجماع کے خلاف کوئی حنفی کہہ دے گو آپ اسے چیخ چیخ کر یہ حدیث ایک مرتبہ نہیں بار بار سناویں۔

برادران! آخر یہ کیا بات ہے کہ حدیث ایک، راوی ایک، مرتبہ ایک، بالکل صاف لیکن آدھے حصے پر آپ کا عمل ہو اور آدھے حصے کے آپ منکر ہوں۔ آپ اپنے نبی ﷺ کی پوری بات کو کیوں نہ مانیں؟ حدیث سن کر آپ کی گردن کیوں نہ جھک جائے؟ وہ امتی ہی کیا جس کے دل میں قول رسول کی عزت تمام دنیا کے اقوال سے زیادہ نہ ہو؟ سمجھئے تو سہی کہ آپ کلمہ محمد ﷺ کا پڑھتے ہین نہ کہ ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا، پھر عمل کے وقت مسئلے کے ماننے کے وقت آپ محمد ﷺ کو چھوڑ کر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کیوں پکڑیں؟

دوستو! جس کا کھاؤ اسی کا گاؤ جس کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کی باتوں پر عمل بھی کرو، اہل حدیث تمہیں امتیوں سے ہٹا کر نبی کی طرف لے جاتے ہیں، آپ کیوں مچل رہے ہیں، کیوں اڑ رہے ہیں، شوق سے راہ بدل دو اور اپنے نبی ﷺ کی طرف ذوق سے دوڑ کر جاؤ، خیال فرمائیے! ایک ہی حدیث ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے اذان کے انیس کلمے سکھائے یعنی چار مرتبہ "اللہ اکبر" دو مرتبہ "اشهد ان لآاله الا الله" پھر دو مرتبہ "اشهد ان محمدا رسول الله" پھر لوٹ کر ان دو کلموں کو دو دو مرتبہ اور، تو بارہ ہو گئے پھر حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ "حی علی الفلاح" دو مرتبہ پھر "الله اکبر" دو مرتبہ پھر "لا اله الا الله" ایک مرتبہ یہ کل انیس کلمے ہو گئے لیکن حنفی مذہب ترجیع کی اس اذان کو نہیں مانتا وہ اس مسئلہ پر عمل

(۱) هدایہ ج ۱ ص: ۸۷ باب الاذان میں ہے "ولا ترجیع فیه وهو ان یرجع فیرفع مع صوته بالشهادتین بعد ماخفض بهما.

کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیا مجال جو کسی حنفی مسجد سے حنفی موذن اس طرح اذان کہہ دے، اور پھر دوسرے جملے عمل کرنے میں بھی عجب حال ہے یعنی ایک اور حدیث میں ہے "امر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامة" (بخاری مسلم) (۱) یعنی حضرت بلال کو حکم فرمادیا تھا کہ وہ اذان کے کلمات دوہرے کہیں اور اقامت کے کلمات اکہرے کہیں، پس حنفی مذہب اس حدیث پر عمل کرنے سے بھی امت کو روکتا ہے (۲) یہ شرف صرف اہل حدیث کو ہے کہ وہ دونوں حدیثوں پر عامل ہیں۔ یعنی اکہری اقامت کے، بموجب اس حدیث کے بھی قائل ہیں اور دوہری اقامت کے بھی، بموجب حدیث مندرجہ بالا قائل ہیں، اگر کوئی مذہبی زنجیر ان کے پاؤں میں بھی ہوتی تو یہ ہر حدیث پر کبھی عمل نہیں کرسکتے تھے۔ بحمد اللہ یہ اس قید سے آزاد ہیں اور کل من عند ربنا کہہ کہہ کر ہر ہر حدیث رسول ﷺ پر عامل ہیں اور یہی دعوت دنیا کو دے رہے ہیں۔

دوستو! اگر کوئی شخص اس امت میں ایسا ہوسکتا تھا کہ اس کے فرمان کو شرعی حکم سمجھ کر اس کا خلاف نہ کیا جائے تو اس لائق سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے لیکن اس افضل امت کا خلاف باوجود ان کی خلافت و پادشاہت کے وہ شخص کرتا ہے جو امت میں ان کے بعد کا درجہ رکھتا ہے اور اس طرح یہ دونوں بزرگ امت محمد کو سبق دے جاتے ہیں کہ دیکھو بعد از رسول ﷺ کوئی ایسا نہیں کہ اس کی تمام باتیں احکام شرع کا درجہ رکھیں، اس کے بتلائے ہوئے ایک ایک مسئلہ کے ماننے کے ہم مکلف ہوں، حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلافت صدیقی میں جو لوگ مرتد ہوجاتے ہیں جب انہیں لشکر اسلام مغلوب کرلیتا ہے

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۸۵ کتاب الاذان / مسلم ج ۱ ص: ۱۶۴ باب بدء الاذان

(۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۸۷ باب الاذان میں ہے "والاقامة مثل الاذان الا انه یزید فیها بعد الفلاح قد قامت الصلوة مرتین. اور اسی صفحہ میں ہے" ولا ترجیع فیه"

تو ان کے بچوں کو حضرت صدیق اکبرؓ لونڈی غلام بنانے کا حکم دیتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ اسے تسلیم نہیں کرتے اور خلافت کے اس فیصلے کو نہیں مانتے، (۱) اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے انتقال کے وقت خلافت پر خلیفہ کو نامزد کرتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ ایسا نہیں کرتے بلکہ فرمادیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کیا، (۲) پس یہی اصل اسلام ہے کہ قول و فعل رسول اللہ ﷺ کا درجہ کسی اور کے قول فعل کو نہ دیا جائے۔

بھائیو! تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ کیا کسی فقیہ یا مجتہد یا امام یا محدث پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے؟ کیا کسی امتی کی اطاعت خدا نے ہم پر واجب کی ہے؟ کیا کوئی فقیہ خطا اور غلطی سے معصوم ہے؟ جب نہیں تو پھر کیا اندھیر ہے کہ امتیوں کی اطاعت بلکہ تقلید آج ہم نے اپنے ذمہ فرض کرلی، اور جس ذات مطہر میں یہ کل اوصاف تھے، جو خدا کے امین تھے، جن پر بار بار جبرئیل علیہ السلام آیا کرتے تھے، جو خطا اور غلطی سے معصوم تھے، جن کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی تھی ان سے کنارہ کش ہوگئے یہاں تک کہ آج محمدی کہلوانا بھی ہم پسند نہیں کرتے بلکہ حنفی، شافعی جب تک نہ کہلوائیں چین نہیں پڑتا۔

چار ہی دن میں نہ رکھا بلبل وگل کا نشاں
کھا گئی صیاد و گلچیں کی نظر گلزار کو

ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ ابوحنیفہ کنیت کے بیس مشہور امام گذرے ہیں جو سب کے سب اپنے زمانے میں امام مانے گئے ہیں اور آج تک وہ امام ابوحنیفہ کے مشہور لقب سے معروف ہیں، کتب تاریخ وسیر میں ان کے حالات موجود ہیں ۔پس فقہ حنفیہ کی کتابوں میں "هذا عند ابی حنیفة" اور قال ابو حنیفة اور

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۳۳

(۲) مسلم ج ۲ ص: ۱۲۰ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان لا استخلف فان النبی لم یستخلف.

مذہب ابی حنیفۃ یا عند الامام وغیرہ کے لفظ سے کون سے امام ابوحنیفہ مراد ہیں یہ بھی محقق نہیں، رہا لقب امام اعظم تو یہ بھی کوئی رجسٹری شدہ تو ہے نہیں ہر امام کے پیرو اپنے امام کو امام اعظم مان سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں، پھر ان میں بعض وہ بھی ہیں جن کی کنیت ابوحنیفہ ہے اور نام نعمان ہے یعنی کنیت اور نام دونوں میں میل جول اور اتحاد ہے اور بعض خاص کوفے کے بھی ہیں، پس فقہ حنفیہ کی کتابوں میں خدا جانے ان بیس ابوحنیفہ میں سے کس ابوحنیفہ کے فتوے اور مسئلے درج ہیں؟ مسائل فقہیہ کو جس وقت دیکھا جاتا ہے ہمارا جی تو نہیں مانتا کہ انہیں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کہیں، حنفی حضرات ہی جانیں۔ اب میں آپ کو بیس ابوحنیفہ کے نام مع حوالہ کتب بتلاتا ہوں۔

ایک نہیں! بیس ابوحنیفہ

۱ - ابوحنیفہ - (زاد المعاد جلد ۲ ص: ۲۵ د فتح پ 19) (۱) یہ بڑے پائے کے امام ہیں ان کے بہت سے متبعین ہیں ۲۸۲ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے، یہ لغت عرب کے ناقد اور زبردست طبیب تھے فراء اور اخفش اور ابن مارس جیسے لوگ ان کے متبع ہیں اور انہیں امام مانتے ہیں ان کا نام احمد بن راود ہے۔
ان کی بعض مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں کتاب القبلۃ، کتاب الوصایا۔ کتاب الجبر والمقابلہ، یہ دینور کے رہنے والے ہیں۔

۲ - ابوحنیفہ - یہ تیسرے طبقہ کے محدثین میں سے ہیں کوفے کے رہنے والے ہیں، عبدالاکرم کے والد ہیں (تقریب التھذیب ص: ۴۱۷) (۲)

۳ - ابوحنیفہ - یہ خالد بن یوسف سمتی کے شاگرد ہیں قبیلہ واسط میں سے ہیں (میزان الاعتدال ص: ۶ دص: ۳۷۳)

(۱) زاد المعاد ج ۴ ص ۶۸ مطبوعہ دار الفرقان کویت
(۲) تقریب التہذیب ص ۶۳۵ [یہ مجھول ھیں]

۴ - ابوحنیفہ - نام نعمان ہے کنیت ابوحنیفہ ہے ان کے والد کا نام ابوعبداللہ مغفور ہے، یہ ان بڑے بڑے اماموں میں سے ہیں جن کی طرف مسلمانوں کی انگلیاں اٹھتی ہیں (ابن خلکان ج ۲ ص: ۱۹۹)

۵ - ابوحنیفہ - یہ خوارزم کے مشہور امام ہیں (قالہ الطحاوی)

۶ - ابوحنیفہ - یہ حضرت مغیرہ بن مقسم کے استاد ہیں جبیر بن مطعم کے انتقال میں یہ موجود تھے محدثین میں سے ہیں (میزان ۶۴۴) (۱)

۷ - ابوحنیفہ - یہ سلیمان کے شاگرد ہیں ان کے مشہور شاگرد کا نام عبدالکریم ہے ان کا ذکر میزان الاعتدال کے ص: ۱۷۱ پر ہے۔

۸ - ابوحنیفہ - یہ سماک بن فضل کے لڑکے ہیں اور حضرت امام شافعی کے استاد ہیں (مسند امام شافعی ص: ۱۴۳) (۲)

۹ - ابوحنیفہ - یہ بیان کے لڑکے ہیں سابق الحاج کا انہیں خطاب ملا تھا اپنے زمانے کے بڑے فاضل امام تھے۔ (کتاب الکنیٰ والاسماء)

۱۰ - ابوحنیفہ - ان کا نام احمد بن مصدق تھا یہ نیشاپور کے رہنے والے تھے اور امام فقہ تھے (ابن نجار)

۱۱ - ابوحنیفہ - ان کے والد کا نام ماحان تھا یہ واسطی ہیں ان کی امامت مشہور ہے (کتاب الکنیٰ والاسماء)

۱۲ - ابوحنیفہ - یہ بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں زیلعی ہیں بڑے عالم فاضل تھے اور بہت ادیب اور فصیح اللسان تھے ان کا نام عبدالکریم تھا۔

۱۳ - ابوحنیفہ - یہ عدوی ہیں ان کا نام سلیمان بن حبان ہے اسماعیل بن عیاش محدث کے استاد ہیں اور مشہور امام ہیں (کتاب الکنیٰ)

(۱) میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۵۵
(۲) کتاب الکنی والاسماء للشیخ العلامۃ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی

۱۴- ابوحنیفہ- یہ صغیر کے لقب سے ملقب تھے بڑے فاضل شخص گذرے ہیں (روح الایمان)

۱۵- ابوحنیفہ- ان کا نام جعفر بن احمد تھا اپنے وقت کے امام تھے (روح الایمان)

۱۶- ابوحنیفہ- یہ خطیبی ہیں ان کا نام محمد بن عبیداللہ بن علی ہے (روح الایمان)

۱۷- ابوحنیفہ- ان کا نام عبیداللہ بن ابراہیم ہے یہ ثانی ابوحنیفہ کہے جاتے تھے بہت بڑے فقیہ تھے (روح الایمان)

۱۸- ابوحنیفہ- ان کا نام بکر بن محمد ہے انہیں ابوحنیفہ صفر کہا کرتے تھے فقہ کے بہت بڑے امام اور ماہر تھے (روح الایمان)

۱۹- ابوحنیفہ- یہ شیعوں کے امام تھے اور شیعہ مذہب کے زبردست اہل قلم تھے بہت سی کتابیں انہوں نے تصنیف کی ہیں (الملل والنحل)

۲۰- ابوحنیفہ- ان کا نام نعمان بن ثابت ہے کوفے میں اہل رائے کے امام تھے (تقریب ۱۵۶) (۱)

بستان المحدثین ص: ۸۸ میں ہے کہ امام اعظم لقب کے ایک بزرگ آدمی تھے دمشق اصل وطن تھا بڑے خوش شکل، خوش لباس، خوش گو، خوش خو اور اعلیٰ پائے کے علامہ اور مصنف تھے پس لقب امام اعظم بھی مخصوص نہ رہا۔

ناظرین یہ ہے نقشہ آپ کے سامنے، اب ایک شخص جو صرف ابوحنیفہ نام سن کر ہی دم بخود ہو جانے والا ہو وہ غور تو کرے کہ کس ابوحنیفہ کا کلام مجھے لوگ پہنچا رہے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کہا جائے ﴿مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ﴾ (۲) یعنی نام کی پکار وہ چیز ہے جس پر کوئی دلیل نہیں پس آپ ایسے وہم میں کیوں پڑیں۔ اور سنت کیوں چھوڑیں؟

(۱) تقریب التہذیب ص: ۶۳۵
(۲) یوسف ۱۲/ ۴۰

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

اب میں آپ کو چند واقعات سناؤں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں بالعموم اور زمانہ خلفاء میں بالخصوص صرف قرآن وحدیث ہی پر دین کا دارومدار سمجھا جاتا تھا، صرف فرمان خداوندی وفرمان نبوی مسلمانوں کے تمام اختلافات کا فیصلہ کن مانا جاتا تھا، صحابہؓ میں آپس میں علم وفضل زہد وتقویٰ وغیرہ کے اعتبار سے اگرچہ تفریق تھی مگر باوجود اس کے کوئی کسی کا مقلد نہ تھا، اس لفظ سے بھی یاران محمد نا آشنا تھے، اللہ اللہ! خدا جانے پھر ایسا پاکیزہ زمانہ کب آئے گا؟ اور کون خوش نصیب لوگ اس مبارک وقت کو دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی تمام اور نسبتیں کٹ جائیں صرف نسبت محمدی باقی رہ جائے۔

غنچے چٹخیں گے پھرائے خالق گلشن کب تک؟
خشک پتوں کے سنوں نالہ وشیون کب تک؟

سب سے پہلا اور سب سے بڑا اختلاف جو اس امت میں پڑتا ہے وہ خلافت کا جھگڑا ہے، سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار اور مہاجرین کا مجمع کثیر جمع ہے خلیفہ کا انتخاب ہو رہا ہے لوگوں کی مختلف رائیں ہیں جتنی زبانیں اتنی باتیں، انصاریوں کا پرزور مطالبہ ہے کہ امیر ہم میں سے ہو، تو تو میں میں تک کی نوبت آجاتی ہے قریب ہے کہ باہم ناچاقی ہو جائے، اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے "الائمة من قريش" (۱) امامت ہمیشہ قریش میں ہی رہے گی، بس حضور ﷺ کا نام اور آپ کی حدیث سنتے ہی سارا اختلاف رفع ہو جاتا ہے انصار اپنے دعوے سے دست بردار ہو جاتے ہیں اور خلافت قریشیوں کو سونپ دی جاتی ہے۔

(۱) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۹۶

زاں بعد اختلاف پڑتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو کس جگہ دفنائیں کوئی کہتا ہے مکہ میں جہاں آپ پیدا ہوئے، کوئی مسجد تجویز کرتا ہے، کوئی بقیع قبرستان کوئی بیت المقدس، اس اختلاف کا فیصلہ بھی حدیث سے ہی ہوتا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے "مامن نبی یقبض الا دفن تحت مضجعه "(۱) کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہیں قبض کرتا ہے جہاں دفن کرنا منظور ہو۔

جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ بتولؓ ورثے کا دعویٰ کرتی ہیں اور اصحاب بھی موافقت کرتے ہیں آخر جب حدیث سنتے ہیں کہ" نحن معشر الانبیاء لانورث ماترکناہ فھو صدقة "(ابوداؤد) (۲) یعنی انبیاء کا ورثہ نہیں بٹا کرتا، وہ جو کچھ چھوڑیں ساری امت پر صدقہ ہوتا ہے فوراً سب دست بردار ہو جاتے ہیں، اور جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا ہے، مندرجہ بالا چند واقعات سے آپ کو واضح ہو گیا ہوگا کہ خلیفہ اول کے زمانہ میں صحابہؓ کے اختلافات کو مٹانے کا آلہ صرف یہی حدیث رسول مقبول کی تھی، نہ کسی کی رائے نہ قیاس، خود خلیفہ کو بھی اختیار نہیں کہ من سمجھوتی کر کے رائے قیاس سے جو چاہیں کہدے۔ بلکہ شفاء قاضی عیاض جلد دوم ص:۱۴ میں ہے "انی اخشیٰ ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ"۔ یعنی مجھے ڈر ہے کہ اگر حضور ﷺ کے فرمان میں سے کچھ بھی چھوڑ دوں گا تو بہک جاؤں گا۔ **دادی** کے ورثہ کا مقدمہ آتا ہے صاف کہہ دیتے ہیں کہ مجھے عدالت عالیہ کا کوئی فیصلہ یاد نہیں میں

(۱) طبقات ابن سعد ج ۴ ص: ۱۰۶ . لیکن الفاظ یہ ہیں مامات نبی الادفن حیث یقبض وفی روایة ماتوفی اللہ نبیاً الا دفن حیث یقبض روحه .
صحیح سنن الترمذی للالبانی ج ۱ ص: ۲۹۸ کتاب الجنائز میں ہے ما قبض اللہ نبیاً الافی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه .
(۲) بخاری ج ۲ ص: ۹۹۵ کتاب الفرائض باب قول النبی ﷺ لانورث ماترکنا صدقة .

کیسے فیصلہ کر دوں؟ ظہر کی نماز پڑھا کر خلیفہ لوگوں سے سوال کرتا ہے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں 'اعطاھا رسول اللہ ﷺ سدساً" حضرت محمد بن مسلمہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں، اب اکبریؓ فیصلہ بھی اس کے مطابق صادر ہوتا ہے، (۱) یعنی چھٹا حصہ دلوایا جاتا ہے،

الغرض اس پاک زمانہ میں کلمہ شریف کی عزت قائم تھی جس کا کلمہ پڑھتے تھے اسی کے حکم کو ناطق سمجھتے تھے نہ کہ اوروں کے۔

بہادر منہ سے جو کہتے ہیں پورا کر دکھاتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

آیئے! اور زمانۂ فاروقی کو ملاحظہ فرمایئے شام کی طرف مسلمان مجاہدوں کے لشکر سیلاب کی طرح بڑھ رہے ہیں، ایک شہر میں جانا ہے لیکن وہاں طاعون ہے مشورہ ہوتا ہے کہ جائیں یا نہ جائیں مشورے میں اختلاف رائے ہوتا ہے اور کسی فیصلہ کن امر تک نہیں پہنچ سکتے، بڑے بڑے بزرگ صحابیوں کی رائیں ٹکراتی ہیں، بالآخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے اس شہر میں نہ جاؤ جہاں طاعون ہے اور جس شہر میں تم ہو اور طاعون آجائے تو وہاں سے بھاگو بھی مت (بخاری) (۲) بس سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں سارا اختلاف دور ہو جاتا ہے اور لشکر اسلام وہاں سے واپس مڑتا ہے، منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کے مہر زیادہ لمبے چوڑے مقرر نہ کیا کرو ایک بڑھیا اٹھ کر قرآن کی ایک آیت تلاوت کر دیتی ہے (۳) امیر المؤمنین تاسف کرتے ہوئے زانوں پر ہاتھ مارنے لگتے ہیں، اور کہتے ہیں اللہ اللہ! سب لوگ عمرؓ سے زیادہ سمجھدار ہیں

(۱) ابوداؤد ص: ۴۰۱ کتاب الفرائض
(۲) بخاری ج ۲ ص: ۸۵۳ کتاب الطب .
(۳) وہ آیت یہ ہے "وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا".

یہاں تک کہ عورتیں بھی، پھر اپنی بات سے بازگشت کرتے ہیں (ابن جہ) (۱) کعبۃ اللہ میں جاکر بیٹھ گئے ہیں، اور فرماتے ہیں آج یہاں کا کل خزانہ مسلمانوں پر تقسیم کرکے ہی ہٹوں گا داروغہ کہتا ہے کہ واللہ تم تقسیم نہیں کرسکتے فرماتے ہیں کیوں؟ کہتا ہے اس لئے کہ رسول خدا ﷺ نے یہ نہیں کیا جھٹ کھڑے ہوجاتے ہیں کہ یہ ٹھیک کہتا ہے۔ (۲) الغرض خود خلیفہ کا سر بھی حدیث رسول کے سامنے جھک جاتا تھا اور ماتحت بھی حدیث کے نثار تھے۔

نہ نالے گرم پیدا کر نہ آہیں سرد پیدا کر
کھڑے ہوں جو حمایت میں تیری وہ مرد پیدا کر

حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہے اعلان ہوگیا ہے کہ حج میں تمتع کوئی نہ کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت کھڑی ہوجاتی ہے اور سامنے آکر کہتی ہے ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا تم منع کرنے والے کون؟ گواہ رہو ہم سب تمتع کرتے ہیں (نسائی) (۳) بلکہ شفا قاضی عیاض میں ہے کہ آپ نے فرمایا ''لم اکن ادع سنة رسول الله ﷺ بقول احد من الناس'' یعنی ناممکن ہے کہ ہم کسی کے کہنے سے سنت رسول چھوڑ دیں۔ (۴)

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے درمیان جو صلحنامہ مرتب ہوتا ہے اس

---

(۱) مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص: ۱۰۸ باب غلاء الصداق / تفسیر ابن کثیر عربی ج ۱ ص: ۳۶۹/ اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۴۹

(۲) بخاری ج ۱ ص: ۲۱۷ باب کسوة الکعبة

(۳) نسائی ج ۲ ص: ۱۱ / مسلم ج ۱ ص: ۴۰۲

(۴) اسی کتاب میں یہ اقوال بھی ملاحظہ فرمائیں ''قال علی الا انی لست بنبی ولا یوحیٰ الیّ ولکنی اعمل بکتاب الله وسنة نبیه محمد ما استطعت.
قال ابن مسعود ''القصد فی السنة خیر من الاجتهاد فی البدعة.
قال ابن عمر صلاة السفر رکعتان من خالف السنة کفر.

میں لکھا جاتا ہے ''ان یقضیا بما فی کتاب الله تعالیٰ ومالم یجدا فی کتاب الله قضیا بما یجدان فی السنة'' ہر فیصلہ کتاب اللہ اور اس میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ سے ہونا چاہئے۔ (ابن تیمیہ) (۱)

مندرجہ بالا نقشہ آپ کے سامنے ہے جو آپ کو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ خود چاروں خلفاء بھی اپنی رائے اور اپنی بات دوسروں پر حجت نہ جانتے تھے نہ دوسرے اپنے اوپر، ان کے فتاوے نافذ نہ تھے، اختلاف ہوتے تھے باہم گربحثیں ہوتی تھیں آخر فیصلے حدیث سے ہوتے تھے حدیث آئی اور بادشاہ اور ماتحت سب خاموش ہوگئے۔

نقاب الٹا صبا نے جبکہ اس کے روئے تاباں کا
جھجک کر ابر کی چادر میں منہ خورشید نے ڈھانکا

حضرات! نہ صرف چاروں خلیفہ ہی قرآن وحدیث کو اس وقعت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ کل کے کل صحابہؓ اور سارے تابعین کا یہی حال تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ان العلماء من الصحابة والتابعین لم یزل شانهم انهم یطلبون الحدیث فی المسئلة فاذا لم یجدوا تمسکوا بنوع آخر من الاستدلال ثم اذا ظهر علیهم الحدیث بعد رجعوا من اجتهادهم الی الحدیث (الانصاف ص:۹) (۲) یعنی کل صحابہ بلکہ تابعین ذی علم مسئلہ کو حدیث شریف میں ٹٹولتے اگر نہ پاتے تو استدلال سے بھی کام لیتے مگر جب حدیث شریف مل جاتی تو اپنے قول سے رجوع کرتے اور حدیث کے مطابق فیصلہ کرتے'' یہی اصول تمام محدثین اور فقہاء میں مستعمل رہا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ دہلوی، الانصاف ص ۱۲ میں لکھتے ہیں'' وکان عندهم

---

(۱) بحوالہ طبری ج ۵ ص: ۵۳

(۲) الانصاف صہ ۴۳

انه اذا وجد فی المسئلة قرآن ناطق فلایجوز التحوّل منه الیٰ غیره فاذا لم یجدوا فی کتاب الله اخذوا بسنة رسول الله ﷺ" (۱)

ترجمہ: جملہ محدثین کا یہ اصول تھا کہ شرعی مسئلہ کو اول کتاب اللہ سے ثانیاً حدیث رسول سے لیا جائے ان کے ہوتے ہوئے تیسری چیز کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے، شاہ صاحب کی ایک آب زر سے لکھنے کے قابل بات ہے، گوش دل سے سنئے! آپ عقد الجید میں فرماتے ہیں "لم یزل الناس یسألون من اتفق من العلماء من غیر تقیید بمذهب ولا انکار علیٰ احد من السائلین الیٰ ان ظهرت هذه المذاهب ومتعصبوها من المقلدین فان احدهم یتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلداً له فیما قال فکانه نبی ارسل الیه هذا نأی عن الحق وبعد عن الصواب لایرضیٰ به احد من اولی الالباب "(۲) یعنی ان مذاہب اربعہ اور متعصب مقلدوں کے ظاہر ہونے سے پہلے تمام دنیائے اسلام کا یہی قاعدہ تھا کہ جس عالم سے موقع پڑا مسئلہ دینی دریافت کرلیا۔ اوراس کی بتلائی ہوئی قرآن وحدیث کی دلیل پر عمل کرلیا کسی خاص مذہب یا کسی مخصوص عالم کے وہ پابند نہ تھے لیکن افسوس اس زمانے کے متعصب مقلدوں نے تو گویا اپنے اپنے اماموں کو نبی مان لیا ہے، اگرچہ ائمہ کا قول حدیث وقرآن سے کوسوں دور کیوں نہ ہو مگر ان کی گردنوں میں سے تقلید کی پھانسی نہیں نکلتی، بھلا اس گمراہی اور حق سے دوری کو کوئی عقلمند پسند کرسکتا ہے؟ انتہی - مولانا روم مثنوی جلد دوم ص:۱۱۱ میں لکھتے ہیں

نوحہ گر باشد مقلد درحدیث جز طمع نہ بود مراد آں خبیث

یعنی مقلد حدیث، کے سمجھنے اوراس پرعمل کرنے میں نوحہ کرنے والا ہوتا ہے سوائے لالچ کے اس کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ آہ یہی وطیرہ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا تھا

(۱) الانصاف صـ ۵۰

(۲) عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید ص: ۴۴ مطبع دار الفتح شارقه

جس کا نقشہ قرآن کریم کھینچ رہا ہے ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ (۱) یعنی جب انہیں قرآن وحدیث کی تابعداری کرنے کو کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ہم سے اپنے بڑوں کی تقلید نہیں چھوڑی جاسکتی، اسی لئے اور جگہ اسی کتاب کے ص:۴۰ میں شاہ صاحب موصوف ؒ فرماتے ہیں "لاسبب لمخالفة حدیث النبی ﷺ الا نفاق خفی اوحمق جلی "(۲) یعنی تقلید پر جم کر احادیث کو چھوڑ دینا پوشیدہ نفاق اور کھلی حماقت ہے امام سندی حنفی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں "ان اتباع السنة یعم تمام الامة ولایختص بالمجتهد عن المقلد "(۳) یعنی اتباع سنت مجتہد مقلد سب پر فرض ہے یہ نہیں کہ مجتہد پر فرض ہو اور مقلد پر نہ ہو بلکہ کل امتی نبی کی تابعداری کے شرعاً مکلّف ہیں۔

برادران! غور کیجئے کہ جوان بزرگوں نے کہا، جو ہمارے اسلاف کا مذہب تھا آج وہی مذہب خدا کے فضل سے اہل حدیث کا ہے جس چیز کی طرف یہ جملہ حضرات دعوت دیتے رہے جس چیز پر یہ کل بزرگ عمل کرتے رہے اسی چیز کی طرف دعوت اہل حدیث دیتے ہیں اور اسی پر عامل ہیں پھر ان سے خواہ مخواہ کا بغض و بیر آپ کیوں باندھیں؟ اور برے القاب سے انہیں ملقب کیوں کریں؟

زہد وصوفی ہمہ سرمست گذشتند وگذشت
قصۂ ماست کہ درکوچۂ وبازار بماند

علامہ ابن الہمام حنفی مصنف فتح القدیر شرح ہدایہ فرماتے ہیں "فلو التزم مذهبا معیناً "الخ یعنی اگر کوئی شخص ایک ہی مذہب کی تقلید اپنے ذمے لازم کرلے، مثلاً حنفی، شافعی وغیرہ تو میرے دل بھاتی اور من مانی بات تو یہ ہے کہ اسے یہ لازم

(۱) البقرة ۲/ ۱۷۰

(۲) عقد الجید ص: ۴۴

(۳) ابن ماجة ج ۱ ص: ۴ مطبع مصر

نہیں۔ سید بادشاہ حنفی شارح تحریر فرماتے ہیں ''وقیل لایلزم وھو الاصح'' ....یعنی جو شخص کسی ایک مذہب کی پابندی اپنے ذمے لازم کرے تو زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ پابندی لازم نہ ہوگی اس لئے کہ خدا ورسول نے ان چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کو واجب نہیں کیا، علامہ ابن امیر الحاج حنفی تحبیر شرح تحریر میں فرماتے ہیں ''لم یوجب اللہ ورسولہ علیٰ احد ان یتمذھب بمذھب رجل من الائمۃ فیقلدہ فی کل ماياتی ویذر غیرہ الخ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کسی پر واجب نہیں کی کہ وہ سب کو چھوڑ کر اسی ایک کی تمام باتیں مانتا چلا جائے، بحر العلوم مولانا عبد العلی شرح سلم میں فرماتے ہیں ''فایجابہ تشریع جدید الخ'' یعنی ایک ہی مذہب کے مان لینے کا وجوب اور ایک ہی امام کی تقلید کو واجب جان لینے کا مسئلہ یہ لوگوں کی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی شریعت ہے، خدا اور اس کے رسول کی بات نہیں، حافظ الفقہ اخوند حبیب اللہ حنفی مغتنم الحصول میں لکھتے ہیں، ''فکان اجماعا علیٰ ان التزام مذھب معین غیر لازم الخ'' یعنی تقلید شخصی کے واجب نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے، مولانا اکمل صاحب حنفی تقریر الاصول میں فرماتے ہیں، ''لایلزم احدا ان یتمذھب بمذھب احد من الائمۃ الخ'' یعنی کسی شخص پر کسی ایک ہی امام کا مذہب ماننا ضروری نہیں، دیکھو صحابہ کرامؓ اگر کسی وقت ابوبکر وعمر سے کوئی مسئلہ پوچھ لیتے تو دوسرے وقت ابوھریرۃؓ اور معاذؓ سے بھی دریافت کر لیتے، پس ایک مجتہد کی تقلید کو واجب سمجھ لینا اجماع کے خلاف ہے۔ ملا حسن شرنبلالی حنفی عقد الفرید میں لکھتے ہیں ''لیس علی الانسان التزام مذھب معین الخ'' یعنی ایک ہی مقرر مذہب پر چمٹ جانا انسان پر ضروری نہیں، بلکہ ہر شخص کو جائز ہے کہ اپنے مذہب کے خلاف دوسرے مجتہد کے قول پر (جو زیادہ صحیح ہو) عمل کرے۔

سید محمد امین صاحب حنفی شارح درمختار شامی میں فرماتے ہیں

''العامی لامذھب لہ''(۱) یعنی عام لوگوں کا کوئی مذہب نہیں اس سے پہلے آپ نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ مذہب معین کا التزام ٹھیک نہیں، علامہ عابدی سندی حنفی فرماتے ہیں ''وجوب تقلید مجتھد معین لاحجۃ علیہ لامن جھۃ الشریعۃ ولامن جھۃ العقل'' یعنی کسی مقرر ومعین مجتہد کی تقلید کے واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں نہ شرعی نہ عقلی۔ **فتاوی خانیہ** سے جو حنفی مذہب فقہ کی ایک معتبر کتاب ہے شیخ عبد الحق صاحب دہلوی حنفی اپنی کتاب تحصیل التعرف میں نقل فرماتے ہیں ''لایجب تقلید امام بعینہ'' یعنی کسی ایک امام کی تقلید واجب نہیں۔ مولانا بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی شرح تحریر میں فرماتے ہیں ''تخصیص العمل بفتویٰ مجتھد دون مجتھد تحکم لایلتفت الیہ بل ھو تغیر لحکم الشارع من دون برھان وحجر رحمۃ اللہ الواسعۃ'' یعنی ایک ہی مجتہد کو مقرر کر لینا کہ جو یہ کہے گا ہم مانیں گے یہ نری دھینگا مشتی ہے اس کی طرف توجہ بھی نہ کرنی چاہئے بلکہ ایسا ماننا دراصل شارع کے حکم کو بے دلیل بدلنا اور خدا کی وسیع رحمت کو تنگ کر لینا ہے،

ناظرین! مولانا کی اس عبارت کو دوبارہ پڑھ جایئے یہ حنفی مذہب کے وہ علامہ ہیں جن کے پائے کے لوگ اس مذہب میں بہت کم ہیں بلکہ اب تو ہیں ہی نہیں، یہ تقلید شخصی کو حرام، شرک اور کفر کہتے ہیں کیونکہ حکم شریعت کو بدلنا کھلا کفر ہے اور ساتھ ہی تقلید شخصی کو بے دلیل اور بے جان چیز مانتے ہین اور آپ سے بھی منوا رہے ہیں۔

ناظرین! یہ حضرات تو غیر مقلد نہیں یہ تو وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کی بزرگی خود آپ کو بھی مسلم ہے خدا کرے ان کی یہ سچی باتیں اور تچی تلی نصیحتیں آپ کے دل پر بھی اثر کریں۔

(۱) شامی ج ۱ ص: ۱۳۹ . زکریا بک ڈپو دیوبند

بلبلو! کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں =چاہئے منقار چٹکی لے دل صیاد میں

یہی نہیں کہ تقلید دین میں آفت برپا کرتی ہے بلکہ دنیا کو بھی برباد کر کے چھوڑتی ہے، محدث حجاز امام فالح بن محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انجح المساعی میں تقلید کی مذمت کرتے ہوئے ص: ۴۸ پر لکھتے ہیں ''والحاصل انه قد جرب علیٰ ممر الاعصار ان محلا تکثر فیه مقلدة المذاهب لابد ان یحول امره الی البدع والدمار ووقوعه بآخرة فی قبضة الفجرة الکفار ''یعنی مدت ہائے دراز کے تجربے سے یہ ثابت ہو گئی ہے کہ جس جگہ ان مذاہب کے مقلدوں کی کثرت ہو جاتی ہے وہاں طرح طرح کی بدعتیں دین میں پھیل جاتی ہیں اور نئی نئی باتیں ایجاد ہو جاتی ہیں اور پھر آپس میں نااتفاقی، مار پیٹ، جنگ وجدل کی نوبت آجاتی ہے آخر یہ ہوتا ہے کہ دین کی تباہی کے بعد ملک کا بھی ستیاناس ہو جاتا ہے اور وہ جگہ بدبخت کفار کے قبضے میں چلی جاتی ہے، پس تقلید دین

دنیا کا خسران ہے، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ''من خالف السنة کفر ''یعنی مخالف سنت کافر ہے (شفاء قاضی عیاض جلد دوم ۱۲)

قرآن کا فرمان ہے ﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾ (۱) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں کھینچا تانی نہ کرو جس سے تم بے ہمت ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، یہ آیت بھی صاف بتلا رہی ہے کہ جب خدا رسول کی اطاعت چھوڑ دی جائے گی ہر ہر فرقہ اپنی اپنی طرف کھینچنے لگے گا اس وقت مسلمان پست ہمت ہو جائیں گے گر جائیں گے اور دشمنوں کے دل سے ان کا رعب اٹھ جائے گا۔

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا زریں مقولہ ان کی تصنیف عقد الجید میں یہ بھی

(۱) الانفال ۴۶/۸

ہے ''فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض الله علینا طاعته بسند صالح یدل علیٰ خلاف مذهبه وترکنا حدیثه واتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم منا؟ وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العالمین ''(۱)

ترجمہ: جب ہمیں پیغمبر خدا ﷺ کی کوئی حدیث صحیح سند سے پہنچے جو تابعداری کے لائق اور معصوم محض ہیں اور وہ حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ہو اس وقت اگر ہم اس حدیث رسول کو چھوڑ کر اس مذہبی تخمینہ پر جمے رہیں تو ہم سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور قیامت کے دن جبکہ سب لوگ رب العالمین کے دربار میں پیش ہونگے ہمارا کوئی عذر نہ چل سکے گا (۲) موجودہ تقلید شخصی کی نسبت شاہ صاحب ص: ۴۹ میں کتنا پاکیزہ فیصلہ کرتے ہیں فرماتے ہیں ''فهذا اعتقاد فاسد وقول کاسد لیس له شاهد من النقل والعقل وما کان احد من القرون السابقة یفعل ذلک ''(۳) یعنی اس تقلید کے واجب ہونے کا

(۱) عقد الجید ص: ۴۶

(۲) اب ذرا ٹھنڈے دل سے حنفیہ کی بات سنئے اصول کرخی جس پر فروع حنفیہ کا مدار ہے اس میں ہے ''ان کل آیة تخالف قول اصحابنا فانها تحمل علی النسخ اوعلی الترجیح والأولیٰ ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق......
جو آیت ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہو وہ نسخ یا ترجیح پر محمول ہوگی اور بہتر ہے کہ تاویل پر محمول ہو۔ تا کہ موافقت کی راہ ہموار ہو سکے
پھر آگے لکھتے ہیں ''ان کل خبر یجیٔ بخلاف قول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ اوعلیٰ انه معارض بمثله ثم صار الیٰ دلیل آخر اوترجیح فیه بما یحتج به اصحابنا من وجوه الترجیح اویحمل علی التوفیق. اصول الکرخی مع کتاب تاسیس النظر ص: ۸۴
اور صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں ''اذا ورد حدیث الصحابی فی غیر موضع الاجماع ان یحمل علی التاویل اوالمعارضة بینه وبین صحابی مثله.
مزید تفصیل کے لئے اصول کرخی صفحہ ۷۷ مطبع مصر ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عقد الجید ص: ۶۸

عقیدہ فاسد ہے اور یہ محض غلط اور جھوٹا قول ہے، اس کی کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں اور نہ پہلے لوگ یہ کرتے تھے اور کرتے کیسے؟ مولانا روم مثنوی روم دفتر دوم ص: ۱۱ میں فرماتے ہیں۔

زانکہ تقلید آفت ہر نیکو پست = کہ بود بود تقلید اگر کوہ قوی است

یعنی تقلید ہر بھلائی کے لئے آفت ہے، گو بہ ظاہر وہ پہاڑ معلوم ہو، لیکن دراصل وہ گھانس کا ایک تنکا ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز میں آیت ''فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اطاعت غیر اللہ تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر است یعنی کسی کی تابعداری استقلال کے ساتھ کرنی بھی کفر ہے۔ بحر العلوم مولانا عبدالعلی حنفی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں ''ثم ان من الناس اوجبوا تقليد واحد من هولاء على الامة وهذا كله هوس من هوسا تهم لم ياتوا بدليل ولا يعبأ بكلامهم وانما هم من الذين حكم الحديث انهم افتوا بغير علم فضلوا واضلوا'' یعنی بعض لوگوں نے تقلید شخصی کو امت پر واجب کیا ہے حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں اور ان لوگوں کی یہ فضول بکواس اور خیالی زٹل کا کوئی اعتبار نہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی بابت حدیث شریف میں ہے کہ بلا دلیل فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی بہکائیں گے۔ مولانا روم مثنوی میں لکھتے ہیں

منکر آں باشد کہ تقلیدے بود - دین احمد را نہ تحقیقے بود

یعنی دین میں تقلید کرنے والا اور تحقیق کو چھوڑنے والا شرع کا منکر ہے حنفی مذہب کی معتبر کتاب الفوائد البھیۃ یوسفی ص: ۴۹ میں ہے ''ان الحنفی لو ترک فی مسئلة مذهب امامه لقوة دليل خلافه لا يخرج به عن ربقة التقليد'' (۱) یعنی اگر مقلد حنفی کسی مسئلے میں امام صاحب کے مسلک کو

(۱) الفوائد البھیۃ ص: ۹۸ آگے لکھتے ہیں بل هو عين التقليد فى صورة ترك التقليد الا ترىٰ الىٰ ان عصام بن يوسف ترك مذهب ابى حنيفة فى عدم الرفع ومع ذلك هو معدود فى الحنفية.

چھوڑ دے اور دلیل کی پیروی کرے تو وہ تقلید سے باہر نہیں ہو جاتا، اسی کتاب کے صفحہ ۴۸ پر لکھا ہے کہ امام عصام بن یوسف جو امام ابو یوسف کے شاگرد تھے باوجود حنفی ہونے کے وہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (۱) پھر اسی کتاب کے اس کے بعد کے صفحہ پر لکھتے ہیں ''الى الله المشتكىٰ من جهلة زماننا حديث يطعنون'' (۲) یعنی ہمارے زمانے کے جاہل جہاں کسی شخص نے کسی دلیل کی بنا پر امام صاحب کے کسی مسئلے کے خلاف کیا اسے غیر مقلد کہنے لگ جاتے ہیں اور ان عوام سے تو کیا شکایت ہو تعجب تو ان پر ہے جو اپنے تئیں علماء سمجھتے ہیں اور جانوروں جیسی حرکت کرتے ہیں (یعنی دلیل پر چلنے والوں کو غیر مقلد کہتے ہیں) بحر العلوم مولانا عبدالعلی حنفی شرح تحریر ابن الھمام میں فرماتے ہیں ''فان وجد نقل صحيح منهم فى مسئلة فالعمل به والعمل بفتوى الائمة الاربعة سواء'' یعنی علاوہ ان چاروں اماموں کے جس کسی مجتہد کا قول صحیح نقل سے ہمیں مل جائے تو اس پر بھی عمل کرنا چاہئے جس طرح ائمہ اربعہ کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور قریب قریب اسی کے شرح مسلم میں بھی لکھا ہے۔ ملا علی قاری حنفی شرح عین العلم میں لکھتے ہیں ''ان الله سبحانه وتعالىٰ ما كلف احدا ان يكون حنفيا او شافعيا او مالكيا او حنبليا'' یعنی اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کو ہرگز یہ

(۱) الفوائد البھیۃ ص: ۹۸ اور آگے لکھتے ہیں ''وكان صاحب حديث يرفع يديه عند ركوع وعند رفع الرأس منه'' اور صاحب کتاب اپنی رائے اس طرح لکھتے ہیں۔ ''يعلم منه بطلان رواية مكحول عن ابى حنيفة ان من رفع يديه فى الصلوة فسدت صلوته فان عصام بن يوسف كان من ملازمى ابى يوسف وكان يرفع فلو كان لتلك الرواية اصل لعلم بها ابو يوسف وعصام.''

(۲) ایضاً ص: ۹۹

تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی شافعی مالکی حنبلی بنیں، (ا) شاہ ولی اللہ اپنے رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں'' اعلم انه لم یکلف الله تعالیٰ احد امن عباده ان یکون حنفیا اومالکیا اوشافعیا اوحنبلیا بل اوجب علیهم الایمان بما بعث به سید نا محمدا ﷺ ''یعنی اللہ عزوجل نے اپنے بندوں میں سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنے بلکہ پروردگار نے تو اپنے سب بندوں پر صرف سیدنا محمد ﷺ کی تابعداری اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانا فرض کیا ہے پیران پیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب مقالہ ۳۶ میں لکھتے ہیں'' واجعل الکتاب والسنة امامک وانظر فیهما بتامل وتفکر ولا تغتر بالقیل والقال والهوس واعمل بهما فلیس لنا کتاب غیره فنعمل به ولیس لنا نبی غیره فنتبعه ولاتخرج عنهما فیضلک هواک والشیطان وبهما یرتقی العبد الیٰ درجة الولایة والبدلیة ''یعنی قرآن وحدیث کو اپنا امام بنالے اور غور وفکر سے ان کا مطالعہ کیا کر اور ادھر ادھر کی باتوں اور ہوس میں نہ پھنس، صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتا رہ، اسے سمجھ لے کہ قرآن کے علاوہ ہمارے پاس عمل کے قابل کوئی کتاب نہیں اور نبی علیہ السلام کے سوا ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم تابعداری کریں، کبھی بھی قرآن وحدیث سے باہر نہ ہونا ورنہ خواہش نفسانی اور شیطان لعین تجھے سیدھی راہ سے بھٹکادیں گے، یاد رکھ! انسان اولیاء اللہ اور ابدال کے درجہ کو قرآن حدیث کی

(ا) اس کے برخلاف ردالمحتار ج ا ص: ۱۷۱ میں ہے
یفتیٰ بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد ۔ یہاں اللہ ورسول کا دور دور تک پتہ نہیں ہے ۔ فیاللرزیة ویا للمصیبة

تابعداری سے حاصل کرلیتا ہے۔ مولانا روم مثنوی دفتر چہارم ۳۵۱ میں فرماتے ہیں ؎

آنکہ او از پردۂ تقلید جست - او بہ نور حق بہ بیند ہر چہ ہست

یعنی جو شخص پردۂ تقلید سے باہر نکل آیا وہ ہر چیز کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واهرب عن التقلید فهو ضلالة = ان المقلد فی سبیل الهالک

یعنی تقلید سے بھاگتا رہ وہ گمراہی ہے یقیناً مقلد ہلاکت کے راستے پر ہے طحاوی میں امام صاحب کے اس فرمان کے ماتحت کہ تمہیں جو دلیل ملے اس کے مطابق کہو لکھتے ہیں'' ای ظهر لکم وجه الدلیل علیٰ غیر ماأقول ''یعنی میرے قول کے خلاف جو دلیل پاؤ اس دلیل کے مطابق کہو۔

گو میں مسئلہ تقلید شخصی کی نسبت بہت کچھ لکھ چکا لیکن چونکہ یہ مسئلہ آج کل ایک معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں میں جو دیوار سد سکندری کی طرح حائل ہے، وہ یہی تقلید شخصی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسے اور صاف کردوں۔ ؎

کھینچتا ہے کیوں مجھے محبوب کی آغوش سے
اور رہنے دے مجھے جلاد دم بھر دار پر

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ کم از کم اسلام کی پہلی صدی میں تو اس موجودہ تقلید کا نام ونشان بھی نہ تھا، کیونکہ باتفاق اہل اسلام وہ چاروں بزرگ جن کی آج علیحدہ علیحدہ تقلید کی جاتی ہے، وہ دنیا میں علامہ مفتی، اور امام بن کر آئے ہی اس وقت ہیں جبکہ اسلام کی ایک صدی کامل گذر چکی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ ہو۔

نام	سن ولادت	سن وفات	عمر
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۸۰	۱۵۰	۷۰
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۹۰	۱۷۹	۸۹
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۰	۲۰۴	۵۴
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۴	۲۴۱	۷۷(۱)

آپ اس نقشے میں دیکھ رہے ہوں گے کہ دو امام پہلی صدی میں پیدا ہوئے ہیں لیکن یہ ظاہر بات ہے کہ جب تک وہ علم دین حاصل نہ کرلیں، درجہ اجتہاد کو نہ پہنچ جائیں، فتوی دینے کے قابل نہ ہوجائیں پھر ان کے فتوے قبولیت کا درجہ حاصل نہ کرلیں اور دنیا میں مانے جانے کے قابل نہ ہوجائیں تب تک نہ ان کا مذہب معلوم ہوسکتا ہے نہ اس پر کوئی عامل بن سکتا ہے نہ ان کی تابعداری یا تقلید ہو سکتی ہے۔ خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کہ سن شعور کو پہنچ کر طلب علم میں مشغول نہیں ہوئے تھے بلکہ پہلے تو تجارت میں لگ گئے زاں بعد علم پڑھا چنانچہ شامی جلد اول ص: ۴۷ مصری میں ہے "انه اول امره اشتغل بالاكتساب" (۲) تو کم

(۱) شامی ج ۱ ص: ۱۶۵ (مطبوعہ مکتبۃ زکریا دیوبند) میں ہے
ان اباحنيفة ولد سنة ۸۰ ومات سنة ۱۵۰ وعاش ۷۰ سنة.
وقد ولد الامام مالک سنة ۹۰ ومات سنة ۱۷۹ وعاش ۸۹ سنة.
والشافعی ولد سنة ۱۵۰ ومات سنة ۲۰۴ وعاش ۵۴ سنة.
واحمد ولد سنة ۱۶۴ ومات سنة ۲۴۱ وعاش ۷۷.
اور ان تمام کو کسی نے نظم میں یوں بیان کیا ہے۔

تاريخ نعمان يكن سيف سطا	-	ومالک فی قطع جوف ضبطا
والشافعی صين ببرند	-	واحمد بسبق امر جعد
فاحسب على ترتيب نظم الشعر	-	ميلادهم فموتهم كالعمر

(۲) شامی ج ۱ ص ۱۶۱ (مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)

از کم بچپنے کے اور تجارت کے اور طلب علم کے بیس برس بھی رکھے جائیں تو پہلی صدی ختم ہوئی، دوسرے امام پہلی صدی کے گذرنے سے صرف دس برس پہلے کے ہیں اور یہ بھی طفولیت کا زمانہ ہے، باقی دو امام پہلی صدی کے گذر جانے کے بعد دنیا میں تشریف لاتے ہیں، اس تاریخی تحقیق سے کم از کم یہ تو ماننا پڑے گا کہ پہلی صدی اس موجودہ تقلید سے بالکل خالی رہی۔

تاجدار عالم بطحیٰ کا جو فرمان تھا
کچھ نہ تھا اس کے سوا سنت تھی یا قرآن تھا
جب تلک یہ دیں مسلمانوں کا حرز جان تھا
ان دنوں اقبال ان کے در پہ اک دربان تھا

دنیائے اسلام کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی مانتی ہے کہ اس پہلی صدی میں اسلام دنیا میں موجود تھا مسلمان موجود تھے اور وہ دین خدا پر عامل بھی تھے بلکہ وہی سب سے اعلیٰ درجہ کے دیندار سچے مسلمان اور پختہ مومن تھے ان میں دو قسم کے لوگ تھے کچھ تو جن کی آنکھیں دیدار محمد سے مشرف ہوچکی تھیں کچھ وہ جوان کے دیکھنے والے تھے گو کچھ ان کے بعد کے لوگ بھی تھے، اس اعلیٰ اور اول جماعت میں موجودہ تقلید کا نہ پایا جانا گو اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتا ہے کہ یہ تقلید کوئی دینی کام نہیں، بلکہ جس طرح دین خدا میں رفتار زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ نئی نئی باتیں نکلتی گئیں، منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے، یہ اور بات ہے کہ اور نئی نکلی ہوئی باتوں کو بدعت کہیں اور اسے نہ کہیں لیکن تاہم یہ تو کہنا ہی پڑے گا کہ زمانہ نبوت، زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین کے بعد کی یہ چیز ہے۔

مصطفےٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہیں دو کتاب
اک کلام اللہ دویم آپ کا فصل الخطاب

جہاں یہ صاف صاف اور ایچ پیچ بغیر کی چند باتیں جو سب کے نزدیک

مسلم ہیں آپ نے سن لیں وہاں ایک مسلم امر کی طرف بھی غور کیجئے کہ وہ چیز جس پر خدا کا دین ختم ہوا، وہ چیز جس پر پیغمبر اور اصحاب پیغمبر عامل تھے، وہ صرف وحی الٰہی تھی جس کے دو حصے تھے ایک قرآن شریف دوسرے حدیث شریف، اسلامی پبلک کے کروڑوں افراد میں سے ایک بھی آپ کو اس انوکھے قول کا قائل بہ صد تلاش بھی نہ ملے گا کہ اس وقت بھی کوئی ان چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا تھا کیونکہ یہ بزرگ اس وقت یا اس سے پہلے دنیا میں تھے ہی نہیں، یہ ایک بدیہی اور صاف بات ہمیں بتلا رہی ہے کہ اسلام میں تقلید کا کوئی حصہ ہی نہیں، یا یوں کہہ لیجئے کہ محل اسلام کی بنیادوں، دیواروں چھت اور فرش وغیرہ میں کوئی جگہ ہی ایسی نہیں، جہاں تقلید کی اینٹ کھپ سکے۔

علمے کہ نہ ماخوذ زمشکوٰۃ نبی است   واللہ کہ سیرابی از اں تشنہ لبی است

اتباع سنت نبوی اور تقلید شخصی کے، رائے قیاس اور حدیث کے، اقوال الناس اور قول نبی کے، مذہب محمدی اور مذہب حنفی کے، کتب حدیث کتب فقہ کے فرق کو اور ان کے امتیاز کو ظاہر کرنے کے لئے میں یہاں ایک مسئلہ بالوضاحت بیان کردوں، حدیث شریف میں تو ہے "یؤم القوم اقرأهم لکتاب الله فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاقدمهم سنا" (مسلم) (۱) یعنی امامت نماز کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن کریم کا پڑھنے والا ہو اگر اس میں برابری ہو تو جو سنت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو اگر اس میں بھی برابری ہو تو وہ جو ہجرت میں سب سے مقدم ہو اگر اس میں بھی برابری ہو تو وہ جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

بس یہ چار درجے بیان کر کے اللہ کے رسول ﷺ نے اس مسئلہ کو ختم کیا یہی عقیدہ اہل حدیث کا ہے وہ اس کے سوا اور درجات پیدا نہیں کرتے نہ اس کے

(۱) مسلم ج ۱ ص: ۲۳۶ باب من احق بالامامة

سوا اور صورتیں گھڑیں نہ ان کے فتوے دیں، بلکہ جتنا حدیث میں ہے اس پر ایمان جو حدیث میں نہیں وہ اسلام میں بھی نہیں، جو بات حضور ﷺ نے بیان نہیں فرمائی کسی اور کو اس کے بیان کرنے کا منصب نہیں، اب حنفی مذہب کا یہ مسئلہ سنئے! تنویر الابصار متن درمختار میں ہے

"والأحق بالامامة الاعلم باحکام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوة ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسبا ثم الانظف ثوبا فان استووا یقرع او الخیار الی القوم"۔(۱)

یعنی سب سے زیادہ حقدار امامت کا وہ ہے جو سب سے زیادہ احکام نماز سے واقف ہو پھر وہ جو سب سے اچھی تلاوت کرتا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، پھر وہ جو سب سے پہلے اسلام والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ حسن والے چہرہ کا ہو۔(۲) پھر وہ جو سب سے زیادہ شریف نسب والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ اچھی صاف پوشاک والا ہو، اگر ان تمام باتوں میں برابری ہو تو قرعہ اندازی کی جائے یا لوگوں کو اختیار ہے۔

صاحب درمختار نے ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ زیادتی کی ہے ضمناً جو قیود بڑھائی ہیں وہ ملاحظہ ہوں نمبر ۶ کے بعد لکھتے ہیں: ثم اصبحهم ای اسمحهم وجها ثم اکثرهم حسبا پھر نمبر ۷ کے بعد بڑھاتے ہیں ثم الاحسن صوتا پھر بڑھایا ہے ثم الاحسن زوجة ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاها پھر نمبر ۸ کے بعد بڑھاتے ہیں "ثم الاکبر رأسا والاصغر عضوا ثم المقیم علی المسافر ثم الحر

(۱) تنویر الابصار بحوالہ درمختار ج ۱ ص: ۸۲
(۲) اس وصف کا فلسفہ بتاتے ہوئے صاحب ردالمحتار نے لکھا ہے "لأن صباحة الوجه سبب لکثرة الجماعة" یعنی چہرے کی خوبصورتی جماعت کی کثرت کا سبب ہے۔
(ردالمحتار ج ۲ ص: ۹۵ مکتبة زکریا بک ڈپو دیوبند)

الاصلی علی العتیق ثم المتیمم عن حدث علیٰ المتیمم عن جنایة "اور نمبر ۱۰ کے بعد لکھتے ہیں "فان اختلفوا اعتبر اکثر ھم"

(۱) یعنی پھر زیادہ حسن والی بیوی والا، پھر سب سے زیادہ مال والا پھر سب سے زیادہ مرتبے والا پھر بہت بڑے سر اور بہت چھوٹے عضو والا پھر مقیم مسافر پر پھر اصلی آزاد کردہ شدہ غلام پر پھر وضو کے قائم مقام جس نے تیمّم کیا ہے وہ غسل کے قائم مقام تیمّم کرنے والے پر، پھر اگر لوگوں میں اختلاف رہے تو اکثریت جس کی طرف دار ہو اسے امام بنایا جائے۔

ناظرین! حدیث آپ کے سامنے ہے جس میں صرف چار صورتیں ہیں یہاں اکیس تو صرف یہی ہو گئیں، ابھی اور کتابوں میں اور بھی ہیں، پھر ان میں عجب عجب اختلاف ہیں کوئی کسی کو آگے کرتا ہے کوئی کسی کو (۲) پس اتباع سنت تو یہ

(۱) درمختار ج ۱ ۸۲. (مکتبة زکریا دیوبند)

(۲) امامت کے سلسلے میں حنفی علماء نے صریح حدیث رسول کے مقابلے میں کس طرح من مانی اور ڈھٹائی کی ہے اور ترتیب میں الٹ پلٹ کی ہے اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ ھدایہ ج ۱ ص: ۱۲۱ میں ھے "اولی الناس بالامامة اعلمھم بالسنة ....فان تساووا فاقرء ھم ....فان تساووا فاورعھم ....فان تساووا فاسنھم" یعنی امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو سب سے زیادہ سنت کا عالم ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے بڑی عمر کا ہو۔

حدیث میں چار درجے بیان ہوئے ہیں، ھدایہ میں ہیں تو وہی چار صورتیں لیکن ان سب کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے اور مراقی الفلاح ص: ۱۶۳-۱۶۴ میں یہ مسئلہ یوں مرقوم ہے "فالاعلم احق بالامامة ثم الأقرأ ثم الأورع ثم الاسن ثم الأحسن خلقا ثم الأحسن وجها ای اصبحھم لان حسن الصورة یدل علیٰ حسن السریرة لانه ممایزید الناس رغبة فی الجماعة ثم الأشرف نسباً ......ثم الأحسن صوتاً ثم الأنظف ثوباً فالأحسن زوجة ...... فاکبرھم رأساً واصغر ھم عضوا فاکثر ھم مالا فاکبرھم جاھاً .... فان استروا یقرع اوالخیار الی القوم فان اختلفوا فالعبرة بما اختاره الاکثر. =

= فتاوی عالمگیری میں یہ مسئلہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

الاولیٰ بالامامة اعلمھم باحکام الصلوٰة .... فان تساووا فاقرأھم ای اعلمھم بعلم القرأة یقف فی موضع الوقف ویصل فی موضع الوصل ونحو ذلک من التشدید والتخفیف وغیرھا ...... فان تساووا فاورعھم فان تساووا فاسنھم فان کانوا سواء فی السن فاحسنھم خلقاً فان کانوا سواءً فاحسبھم فان کانوا سواء فاصبحھم وجھاً ای اکثر ھم صلوٰة باللیل .... فان استووا فی الحسن فاشرفھم نسباً .... فان اجتمعت ھذه الخصال یقرع بینھما اوالخیار الی القوم. (عالمگیری ج ۱ ص: ۸۳)

بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں "واما بیان من ھو احق بالامامة واولیٰ بھا فالحر اولیٰ بالامامة من العبد والتقی اولیٰ من الفاسق والبصیر اولیٰ من الأعمیٰ وولد الرشدة اولیٰ من ولد الزنا وغیر الأعرابی من ھٰؤلاء اولیٰ من الأعرابی لما قلنا. ثم افضل ھٰؤلاء اعلمھم بالسنة وافضلھم ورعاً واقرأھم لکتاب اللہ تعالیٰ واکبرھم سناً.

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للکاسانی ج ۱ ص: ۳۸۸)

ان شروط وقیود کے علاوہ درمختار میں یہ عبارت بھی ہے "اعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیرھا مطلقاً الا ان یکون معه سلطان اوقاض فیقدم علیه لعموم. (درمختار ص: ۸۳)

اور اسی پر بس نہیں ہے بلکہ کسی نے الأحسن وجھاً کی تفسیر اکثر ھم تھجداً سے، کسی نے اکثرھم صلوٰة باللیل سے اور کسی نے الاعلم باحکام الصلوٰة سے کی ہے اسی طرح اکثرھم حسناً کا معنی بتایا ہے کہ اس کے تمام اعضاء حسین ہوں اور انظف ثوباً کا معنی (ظاہری معنی کے علاوہ) یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے کپڑے قیمتی ہوں۔ اور اصغرھم عضواً کے بارے میں لکھتے ہیں "وحمل بعضھم العضو علی الذکر - وقد نقل بعضھم ھنا کلاما لاینبغی ان یذکر فضلاً عن ان یکتب.

(ملاحظه ھو درمختار. حاشیة الطحاوی ص: ۳۷۸. ۳۷۹. البحرالرائق ج ۱ ص: ۶۰۷. باب الامامة)

نیز ذکر کے سلسلے میں یہ نادر و نایاب بات بھی فقہ حنفی میں موجود ہے۔

="ان الذكر الطويل الرقيق دليل على الشبق وحسن الخلق والغليظ الطويل يدل علىٰ رداءة الطبع وسوء الفهم. پھر یہ سوچ کر یہ مسئلہ امامت کا ہے اور ذکر کے چھوٹے بڑے معلوم کرنے کے سلسلے میں **حنفی عوام** کو پریشانی بھی ہوسکتی ہے لہذا معلوم کرنے کا طریقہ بھی بتادیا کہ فيعلم اصغرية باخباره یعنی بتانے سے اس کا چھوٹا ہونا معلوم ہوجائے گا .(ملاحظہ ہو حاشية الطحاوی علی الدر المختار فی الفقه الحنفی ص: ۳۷۸. ۳۷۹)

قرآن وحدیث میں تحریف حنفی مصنفین کی پرانی عادت ہے ایضاح الادلۃ میں ایک محرف آیت عرصہ دراز تک پڑھی جاتی رہی ہے۔ صاحب ہدایہ نے حدیثوں میں کمی بیشی کی ہے، بعض احادیث کا انکار کیا ہے، موقوف روایتوں کو مرفوع کہا ہے۔ راویوں کے ناموں میں ردوبدل کیا ہے اور خلفاء وصحابہ کرام پر شرمناک بہتان باندھا ہے۔ اور ہدایہ ہی کیا فقہ کی تمام کتابوں کا قریب قریب یہی حال ہے علامہ عبدالحی حنفی مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص: ۱۳ میں لکھتے ہیں، ان الكتب الفقهية وان كانت معتبرة فی انفسها بحسب المسائل الفرعية وكان مصنفوها ايضاً من المعتبرين والفقهاء الكاملين لايعتمد على الاحاديث المنقولة فيها اعتمادا كلياً ولايجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت فی الكتب المعتبرة وهی موضوعة ومختلفة ۔یعنی فقہ کی کتابیں اگرچہ فروعی مسائل میں معتبر ہوں اور ان کے تصنیف کرنے والے بھی اگرچہ کامل فقیہہ اور معتبر لوگ ہوں تاہم ان کی نقل کردہ حدیثوں پر پورا اعتماد نہ کرنا چاہئے بلکہ دراصل وہ حدیث ہے یہ بھی یقین نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس حدیث کے ثبوت کا بھی کامل علم محض ان فقہاء کے اپنی کتابوں میں وارد کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ ان حضرات نے تو معتبر تر کتابوں کو بھی بکثرت موضوعات اور مختلفات سے پر کردیا ہے، پھر اس کے آگے لکھتے ہیں" ومن الفقهاء من ليس لهم حظ الاضبط المسائل الفقهية من دون المهارة فی الروايات الحديثية" فقہاء میں سے بعض ایسے ہیں جن کو مسائل فقہیہ کے ضبط کردینے کے علاوہ کچھ نہیں آتا ہے انہیں حدیث میں کوئی مہارت نہیں ہے۔

مسئلہ امامت میں بھی بعض حنفی مصنفین نے حدیث رسول میں اضافہ کیا ہے اور انتہائی جسارت کے ساتھ حدیث کی کتاب کا نام لکھ کر حدیث نمبر کا حوالہ بھی دے دیا ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ الفاظ حقیقت میں حدیث میں موجود ہیں، حالانکہ جس عبارت کو انھوں نے حدیث کہہ کر نقل کیا ہے وہ محولہ کتب حدیث کیا حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ =

=مثلاً بدائع الصنائع جو ملک العلماء امام کاسانی کی کتاب ہے جس کی تحقیق، مراجعہ ومقابلہ اور احادیث کی تخریج محمد عدنان بن یاسین درویش نے کی ہے اور مکتبہ زکریا دیوبند نے اسے پوری آب وتاب کے ساتھ شائع کیا ہے اس کے سرورق پر یہ عبارت موجود ہے۔ "حققها وخرج احاديثها علىٰ ثلث نسخ خطية محمد عدنان بن ياسين درويش "اور کلمۃ المحقق میں فاضل محقق نے بڑے ہی فخر کے ساتھ لکھا ہے۔" هذا الكتاب الذی لانظير له فی كتب مذهبنا .... فقرأته وقابلته علىٰ عدة مخطوطات. وخرجت فيه الاحاديث والآيات وعرفت الغريب منه واوضحت المبهمات وترجمت مشاهير الأعلام الواردة اسماءهم .

کتب حنفیہ میں اس کتاب کا جو مقام ہے اس کا اندازہ آپ کو اسی میں درج ان الفاظ سے ہوسکتا ہے،"وهو كتاب لانظير له فی كتب المذهب الحنفی كما نص علىٰ ذلك خاتمة المحققين محمد امين عابدين حيث قال هذا الكتاب جليل الشان لم ار له نظير فی كتبنا". اس کتاب کے ج ۱ ص: ۸۹-۳۸۸ میں ایک حدیث یوں درج کیا ہے "عن ابی مسعود الانصاری رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال ليؤم القوم اقرؤهم لكتاب الله فان كانوا سواء فاعلمهم بالسنة فان كانوا سواء فاقدمهم هجرة فان كانوا سواء فاكبرهم سنا فان كانوا سواء فاحسنهم خلقاً فان كانوا سواء فاصبحهم وجهاً".

اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے فاضل محقق نے لکھا ہے۔ اخرجه عبد الرزاق فی مصنفه برقم (۳۸۰۸) و(۳۸۰۹) واحمد فی مسنده (۵/۲۸۲) والحميدی برقم (۴۵۷) ومسلم فی صحيحه فی المساجد باب من احق بالامامة برقم (۶۷۳) والترمذی فی جامعه فی الصلوة باب ماجاء من احق بالامامة برقم (۲۳۵)) وابوداؤد فی سننه فی الصلوة باب من احق بالامامة برقم ۵۸۴ وغيرهم عن ابی مسعود الانصاری رضی الله عنه مرفوعاً وليس عندهم فاصبحهم وجهاً.

محقق نے اس بات کا اعتراف خود کیا ہے کہ فاصبحهم وجهاً ان کتابوں میں نہیں ہے لیکن یہ ٹکڑا حدیث کی کس کتاب میں ہے اس کو بتانے سے کترا گئے ہیں۔ محقق کے اس جملہ یعنی وليس عندهم فاصبحهم وجهاً سے صراحۃً یہ بات معلوم ہوگئی کہ ان کے نزدیک "فاحسنهم خلقاً" کے الفاظ ان کتابوں میں موجود ہیں حالانکہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی جانب سے حدیث میں اضافہ ہے =

= یہ حدیث مذکورہ کتابوں کے علاوہ مستدرک حاکم (۱/۲۴۳) ابن ماجه (ج ۱ ص: ۳۱۳) حدیث رقم ۹۸۰) نسائی هندی(ج ۱ ص: ۸۹) دارقطنی (ج ۱ ص: ۲۸) ابن الجارود(۳۰۸) ابوعوانه (۲/۳۵، ۳۶) السنن الکبریٰ للبیهقی (ج ۳/۱۱۹، ۱۲۵) المدخل الی السنن الکبری للبیهقی ص: ۱۱۸ حدیث نمبر ۵۳ مسند ابودائود الطیالسی (ج ۲ ص: ۸۶) مسند احمد ۴/۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۲، ۵/، ۲۲ ، ۲۲) دارمی (ج ۱/۳۱۸) الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل (ج ۵/ ۲۲۴) ارواء الغلیل (۲۵۶، ۲۹۵) اور ابن خزیمه میں موجود ہے لیکن کسی میں بھی نہ فاحسنهم خلقاً ہے اور نہ فاصبحهم وجهاً ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ کم از کم مصنف عبدالرزاق و مسند حمیدی کے الفاظ نقل کردوں تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائے۔

مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۳۸۰۸- یؤم القوم اقرء هم ، فان کانوا فی القرأة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی العلم سواء فاقدمهم سناً ولایؤم رجل فی سلطا نه ولایجلس علی تکرمته فی بیته الا ان یاذن لک .

۳۸۰۹-أحق القوم ان یؤمهم اقرؤهم لکتاب الله فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم با لسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقد مهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاقدمهم سناً ولایؤمن رجل فی سلطانه ولایقعد علیٰ تکرمته فی بیته الا ان یاذن لک .

مسند الحمیدی ۴۵۷: یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاکبرهم سناً ولایؤم رجل فی سلطانه ولایجلس علیٰ تکرمته فی بیته الا باذ نه

یہ بات واضح رہے کہ مسند حمیدی جس کا حوالہ محقق نے دیا ہے اس کی تحقیق و تعلیق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے کی ہے اگر اس میں یہ الفاظ ہوتے تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے کیونکہ اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے اسی مسند حمیدی میں انھوں نے ایک حدیث میں تحریف تک کی ہے =

ہے کہ آپ وہیں ختم کردیں جہاں خدا کے رسول نے ختم کیا، اور تقلید شخصی یہ ہے کہ اسے بڑھاتے چلے جائیں، رائے قیاس نے حدیث پر بس نہ کیا، شارع کے بیان کو کافی نہ سمجھا، شارع نے بالشت بھر بیان کیا تھا انھوں نے گز بھر بنایا، قول نبی پر اپنا قول تہ بہ تہ جماتے جماتے آخر قول نبی کو اقوال الناس نے بالکل چھپادیا کتب حدیث کے صاف اور پاک مسئلے کی کتب فقہ میں بالکل کایا پلٹ گئی مثال کے طور پر یہ ایک مسئلہ آپ کے سامنے رکھ کر میں چاہتا ہوں کہ خود آپ فیصلہ کرلیجئے کہ آپ کا دل حدیث کی طرف جھکتا ہے یا فقہ کی طرف؟ آپ کا جی اتباع سنت کی طرف مائل ہوتا ہے یا تقلید شخصی کی طرف؟ یہ بین اختلاف، یہ صاف صاف دلیری، یہ صریح زیادتی آپ کے سامنے رکھ کر میں دیکھتا ہوں کہ اب آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

= حدیث نمبر ۶۱۴ اس طرح لکھتے ہیں "حدثنا الحمیدی قال حدثنا الزهری قال اخبرنی سالم بن عبدالله عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺ اذاافتتح الصلوٰة رفع یدیه حذومنکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع فلایرفع ولابین السجدتین" (۲/۲۷۷)

حالانکہ وہ مسند حمیدی جسے خالد سلفی نے اہل حدیث ٹرسٹ کراچی سے شائع کیا ہے اس میں یہ حدیث اس طرح ہے۔

۶۱۴:- حدثنا الحمیدی ثناسفیان ناالزهری اخبرنی سالم بن عبدالله عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺ اذاافتتح الصلوٰة رفع یدیه حذومنکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع ولایرفع بین السجدتین .

دونوں روایتوں کو آپ دیکھیں آپ کو خود معلوم ہوجائے گا کہ مولانا اعظمی نے "ولا" کو فلا بنادیا ہے اور یرفع کے بعد "ولا" کا اضافہ کردیا ہے یہ روایت مسند حمیدی کے علاوہ مسند احمد (۲/۸) السنن الکبری للبیهقی (۲/۶۹) باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الرأس منه) اور ابوداوَد ۱/ ۱۰۴ (مطبع دیوبند) باب رفع الیدین میں بھی موجود ہے، اور اس میں مولانا اعظمی کے اضافہ شدہ الفاظ نہیں ہیں۔

نوٹ: مسند حمیدی کا مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ فن حدیث نمبر ۲۷۶ میں موجود ہے اور اس کی مائیکروفلم مدینہ یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ شعبۂ مخطوطات نمبر ۱۶۰۷ کے تحت موجود ہے

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک
دیکھیں گذر ہو یا نہ ہو اس گل عذار تک

قرآن پاک کو آپ اول سے آخر تک پڑھ جائیے، دو چیزیں آپ کو ایسی ملیں گی جو آپ کے عمل کے لئے خدائے تعالیٰ نے بتلائی ہیں، اور ان پر دار ومدار نجات کا ہے تیسری اگر کوئی چیز ملے گی بھی تو ان ہی دونوں چیزوں کی طرف پھرتی ہوئی، ان دو کے ماتحت نظر آئے گی، اصل الاصول یہی دو چیزیں ہیں ایک خدا کی اطاعت دوسرے نبی کی تابعداری، جب پروردگار عالم ہمیں صرف انہیں دو چیزوں پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو ضروری تھا کہ یہ دونوں چیزیں ہمارے پاس اسلام کی ابتدا سے اسلام کی انتہا یعنی قیامت تک محفوظ اور باقی رہیں ، اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح انسان کمزور اور ایک چل پڑنے والی چیز، اسی طرح اس کی حفاظت اور نگہبانی بھی کمزور اور زائل ہو جانے والی چیز، اس لئے مرضی مولا اس کی مقتضی ہوئی کہ اس کی حفاظت بھی اپنے زبردست زور آور اور غیر فانی ہاتھوں میں لے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (۱) یعنی اس ذکر کو ہم نے نازل فرمایا اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے، لفظ ذکر جس طرح قرآن پاک کو شامل ہے اسی طرح حدیث شریف کو بھی شامل ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ (۲) یہ قرآن ذکر ہے تیرے لئے بھی اور تیری قوم کے لئے بھی، اسی لفظ ذکر کا اطلاق خود رسول کریم ﷺ پر بھی کیا گیا ہے فرمان ہے ﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا﴾ (۳) بالیقین تمہاری طرف ذکر یعنی رسول آچکا ہے، رسول ﷺ کی حفاظت بعد از وصال یہی ہے کہ ان کے کلام کی حفاظت رہے

(۱) الحجر ۹/۱۵
(۲) الزخرف ۴۳/۴۴
(۳) الطلاق ۱۰/۶۵

زاہدو ایک نظر دیکھ لو تم بھی کیا کیا
رنگ اور نوک پلک یار کی تصویر میں ہے

یہی دو چیزیں ہیں جو سراسر حق ہیں ان کے ماسوا جس کسی کا قول ہو ممکن ہی نہیں کہ وہ غلطی سے خالی ہو، اور ان دو چیزوں کے پاس تک بھی باطل پھٹک نہیں سکتا، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ" (۱) یعنی یہ قرآن پاک ہے جو حکمت والے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے نہ تو اس کے سامنے سے باطل آسکے، نہ پیچھے سے، ٹھیک یہی بشارت حدیث کی نسبت بھی وارد ہوئی ہے سورہ جن میں فرمان ہے "فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ" (۲) یعنی رسول اللہ ﷺ نے رسالت پہنچادی اس کے معلوم کرنے کو اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر ہوتے ہیں، کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کے کلام کو ہرگز ہرگز یہ مرتبہ حاصل نہیں، قرآن پاک کی گواہی سنئے! فرماتا ہے ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (۳) یعنی اگر یہ قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے، یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ انسانی کلام میں حق بھی ہوتا ہے اور باطل بھی، سچ بھی ہوتا ہے اور جھوٹ بھی، صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی، یوں بھی ہوتا ہے اور وں بھی، اسی لئے فرمایا ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ (۴) صرف وحی خداوندی کی تابعداری کرو کسی اور کے پیچھے نہ لگو، ارشاد قرآنی ہے ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (۵) یعنی خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اگر منہ موڑ لو تو خدا بھی کافروں سے دوستی نہیں کرتا۔

(۱) فصلت ۴۱/۴۲
(۲) الجن ۷۲/۲۷
(۳) النساء ۴/۸۲
(۴) الاعراف ۷/۳
(۵) آل عمران ۳/۳۲

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ ہارون رشید نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ آپ کی کتابیں لکھواؤں اور دنیائے اسلام میں پھیلادوں اور قانون جاری کردوں کہ سب مسلمان صرف انہی پر عمل کریں تو آپ نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین آپ ہرگز ایسا نہ کریں بہت ممکن ہے کہ میری بعض باتیں غلط ہوں اور صحیح باتیں اس کے سوا کسی کے پاس ہوں پس لوگوں کو اسی پر عمل کرنے دیجئے جو صحت کو پہونچ گیا ہو، ملاحظہ ہو شامی ج ۱ مطبوعہ دارالکتب مصر ص: ۱۵۱ (۱) اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام مزنی فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب کی کتاب امام صاحب کے سامنے اسی "۸۰" مرتبہ پڑھی ہر مرتبہ کسی نہ کسی مسئلے کی غلطی نکلتی تھی اسے درست کردیا کرتے تھے، آخری مرتبہ فرمایا: "هيه ابى الله ان يكون كتابا صحيحا غير كتابه" (۲) یعنی بس چھوڑو یہ ناممکن ہے کہ خدا کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب کسی بندے کی تمام کی تمام صحیح ہی ہو یعنی کسی بندے کا کلام غلطی سے پاک نہیں ہوتا، یہ صرف خدا اور رسول کے کلام کا خاصہ ہے، آپ نے اپنے شاگرد بویطی سے یہ بھی فرمایا کہ "انی صنفت هذه الكتب فلم آل فيها الصواب ولابد ان يوجد فيها مايخالف كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله ﷺ قال الله تعالىٰ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ [النساء ۸۲] فماوجدتم فيها مما يخالف كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله ﷺ فانى راجع عنه الى كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله ﷺ شامی ج ۱ ص: ۲۱ (۳) یعنی یہ ناممکن ہے کہ میری یہ کتابیں غلطی سے خالی ہوں اس لئے کہ یہ

(۱) شامی ج ۱ ص: ۱۶۸ /الانصاف ص: ۳۸ . بعض لوگوں نے اس واقعہ کی نسبت ہارون رشید کے بجائے منصور کی جانب کی ہے۔ ملاحظہ ہو الانصاف ص: ۳۸

(۲) شامی ج ۱ ص: ۱۰۵

(۳) ایضاً

وصف صرف وحی خداوندی کا ہے تو گواہ رہو کہ اس میں جو مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نظر آئے میں اس سے توبہ کرتا ہوں، حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی ج ۱ ص: ۵۲ میں ہے (۱) "من كان اهلا للنظر فى الدليل يتبع من الاقوال ماكان اقوىٰ دليلا" یعنی عالم شخص کو چاہئے کہ ائمہ کے اقوال میں سے جس کے قول کو کتاب وسنت کے مطابق پائے لے لے اور اقوال کو چھوڑ دے۔

مندرجہ بالا تحریر کو پڑھ کر میرا تو خیال ہے کہ کوئی شخص امتیوں کی تقلید کی پھانسی کے تختہ پر نہیں لٹک سکتا، تاہم میں چاہتا ہوں کہ ابھی اس مسئلہ پر اور طریق سے بھی روشنی ڈالوں، شاید یہ نہیں تو وہ اور وہ نہیں تو اور کوئی بات کسی بھائی پر اثر کرجائے۔

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے = ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

ہر وہ چیز جو قرآن وحدیث کے سوا ہو اور پھر کوئی اس کی پیروی کو، اس کے تسلیم اور تعمیل کرنے کو شرعی امر سمجھے اس کو حکم اللہ سمجھے اسے دلیل شرعی جانے وہ باطل پرست ہے، قرآن کریم نے اس اصول کو متعدد آیات میں کھلے لفظوں میں بیان فرمایا ہے مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی اتباع کی جس دھوم سے نصیحت کی گئی ہے اتنے ہی زوروں سے اس کے سوا کسی تیسری چیز کی تابعداری کو حرام بتلایا گیا ہے، افسوس کہ آج چودھویں صدی کے مسلمان نہ تو اس تاکیدی فرض کی طرف متوجہ ہیں نہ اس ابدی حرام سے مجتنب ہیں، یہ مسلمان کہلوا کر کہیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو فرض وواجب بتلاتے ہیں کہیں شافعی اور احمد اور مالک رحمۃ اللہ علیہم کے پیچھے اندھے بن کر لگ جانے کو شرعی امر سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن فرماتا ہے ﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ﴾ (۲) یعنی اے نبی اگر یہ آپ کی باتیں قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ اپنی خواہش نفس

(۱) شامی ج ۱ ص ۱۷۱ (۲) القصص ۲۸/۵۰

ہی کے پیرو ہیں، ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کے علاوہ جو شخص کسی کی بھی مانے وہ خواہش پرست ہے، کیونکہ آیت میں دو ہی قسمیں ہیں یا تو خدا رسول کی اتباع یا خواہش نفسانی کی، پس جس نے قرآن حدیث چھوڑا وہ خواہش پرست، بندہ نفس ہوا، حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم خدا ہوتا ہے ﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی﴾ (۱) پس یہاں بھی تقسیم انہی دونوں قسموں کی طرف ہے یعنی یا تو حق جو وحی الٰہی ہے یعنی قرآن وحدیث یا اتباع ہوئی یعنی اس کے سوا جو ہے، اور جگہ اپنے خاتم النبیین کو ارشاد ہوتا ہے ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (۲) ترجمہ پھر اے نبی ہم نے تم کو دین کی صحیح راہ پر قائم کر دیا ہے پس تم اسی کی پیروی کرو اور بے علم لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ پڑو، یہاں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہی تقسیم کی یعنی یا تو اتباع شرع، اور شریعت وہی ہے جو بذریعہ وحی کے آئی، یا اتباع ہوئی پس امر اول مطلوب اور امر ثانی محذور، اور جگہ فرماتا ہے ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ﴾ (۳) مسلمانو! صرف اسی کی اتباع کرو جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف اتارا گیا ہے اس کے سوا اپنے فرضی مقتداؤں کی تابعداری میں نہ لگو۔ یہاں کھلے لفظوں میں خدا کی اتری ہوئی وحی کی اتباع کا حکم ہوا اور صاف طور پر، اور تمام کی باتیں ماننے سے ممانعت فرما دی گئی، اور آیت اس سے بھی واضح تر لیجئے ارشاد ہوتا ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (۴) یعنی اگر تم ایماندار ہو تو اپنے ہر ہر اختلاف میں خدا اور رسول خدا کی طرف رجوع کرو یعنی قرآن وحدیث کی طرف، ظاہر ہے کہ

(۱) ص ۲۶/۳۸ (۲) الجاثیۃ ۱۸/۴۵
(۳) الأعراف ۳/۷ (۴) النساء ۵۹/۴

ایماندار کا یہ کام ہے اور جو اس کے خلاف کرے اللہ کے ہاں وہ ایماندار نہیں، چنانچہ اس کے بعد کی آیت میں منافقوں اور یہودیوں کی خصلت بیان فرمائی ہے ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ﴾ (۱) ان کی دلی مراد یہ ہے کہ تمام مسائل کا فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سوا اوروں سے کرائیں اور انکے فیصلے تسلیم وتعمیل کریں پھر اس کے بعد کی آیت میں ان بدکاروں کی ایک مذموم خصلت حدیث سے رکنا اور اسے نہ ماننا بیان فرمائی۔ ملاحظہ ہو آیت ۶۱ سورۂ نساء جس میں فرمایا ﴿رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا﴾ (۲) پھر اس کے بعد پینسٹھویں آیت میں خود اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمادیا کہ ﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ (۳) یعنی ایسا کرنے والے مطلق بے ایمان ہیں علاوہ ازیں اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ حق صرف قرآن وحدیث ہے اور ان کے علاوہ دوسرے کسی کی تابعداری امور شرعی میں صریح باطل ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر جن لوگوں نے راہ شرع ایجاد کی ہے وہ حدود شرع سے بہت آگے نکل گئے ہیں، ان کی مثال وہی ہے کہ کوئی شخص بارش کی بوندوں سے بھاگ کر کسی پرنالے تلے کھڑا ہو جائے، ماشوں سے بچا لیکن سیروں بلکہ منوں بوجھ اٹھالیا

رائے قیاس والوں کو اس رائے قیاس نے ان پرخار مہلک وادیوں میں لا کھڑا کیا ہے جہاں قدم قدم پر کانٹے ہیں، جہاں دائیں بائیں آگے پیچھے نیچے اوپر خاردار جنگلے کھنچے ہوئے اور فولادی گوکھرو بچھے ہوئے ہیں، یہ رائے قیاس اس دلدل میں پھنسانے والی چیز ہے جہاں سے نجات کی کوئی صورت نہیں، ان عمیق سمندروں کی تہ میں ڈبوتی ہے جہاں سے کسی کی بے جان لاش بھی کبھی کنارے پر نہیں آسکتی، آیئے میں آپ کو اس کی چند مثالیں سناؤں تا کہ آپ کو میری صداقت کا یقین ہو جائے اور پھر آپ اسی راہ لگ جائیں جس راہ کی رہبری قرآن کی

(۱) النساء ۶۰/۴ (۲) النساء ۶۱/۴ (۳) النساء ۶۵/۴

مندرجہ بالا آیات کررہی ہیں آپ کو یہ مثالیں بتادیں گی کہ اس قیاس کی وجہ سے کس طرح حدیثوں کو ترک کیا گیا ہے اور پھر کس طرح دین میں قیاسات کی بے بنیاد دیواریں چنی گئی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے ”الولد للفراش وللعاهر الحجر“ (متفق علیہ) (۱) یعنی اولاد اس شخص کی سمجھی جائے گی جس کی بیوی یا لونڈی سے ہوا اور زانی کو تو صرف رجم ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے اگر لونڈی سے ہے اور اس کا سید دعویدار نہیں تو اسے یہ بچہ نہیں ملے گا۔ (۲) یہاں تو بچے کے الحاق سے باوجود صحیح حدیث کے انکار کردیا، لیکن پھر کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا نکاح جو انتہائے مشرق میں رہتا ہے اس عورت سے ہوا جو انتہائے مغرب میں رہتی ہے دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اسے اس تک پہنچنے میں سال بھر لگے لیکن نکاح کے بعد چھ مہینے گذرتے ہی بچہ پیدا ہوجائے تو اس کا الحاق صحیح ہے (درمختار) (۳) یعنی حدیث میں جس بچے کو اس کے مالک کو کہا گیا اس سے تو انکار لیکن جو صورت حدیث میں نہیں جو صورت عقلاً مستبعد ہے وہاں خاوند سے بچہ کو

(۱) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۰۷ باب للعاهر الحجر / مسلم ج ۱ ص: ۴۷۰ باب الولد للفراش.

(۲) درمختار ج ۱ ص: ۲۶۳ فصل فی ثبوت النسب میں ہے ولدت امته الموطوءة له ولداً توقف ثبوت نسبه علیٰ دعوته لضعف فراشها

فائدہ: درمختار کے حاشیہ میں ہے ”الفراش علی اربع مراتب ضعیف وهو فراش الامة ومتوسط وهو فراش الام الولد وقوی وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعی واقویٰ كفراش معتدة البائن ففی الاول لايثبت النسب الا بالدعوة وفی الثانی يثبت بلادعوة لكنه ينتفی بالنفی وفی الثالث لاينتفی الا باللعان وفی الرابع لاينتفی الولد اصلاً لان نفيه متوقف علی اللعان وشرط اللعان الزوجية“ (درمختار ج ۱ ص: ۲۶۳ حاشیہ نمبر ۳)

(۳) درمختار ج ۱ ص: ۲۶۳ [كتزوج المغربی بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصوره كرامة واستخداماً]

ملادیا گیا یہ ہے قیاس کی خوبی اقرار ہے کہ خاوند نے بیوی کی اور بیوی نے خاوند کی صورت تک نہیں دیکھی اور چھ مہینے میں ہی بچہ ہوگیا تو اس کے میاں کا وہ فرزند صحیح النسب لیکن جس کی لونڈی ہے جو دن رات اس سے بسترے کی خدمت بھی لیتا ہے اسے لڑکا ہو تو وہ اس لونڈی کے میاں سے نہ ملایا جائے۔ کہتے ہیں کہ ذمی اگر ایک دینار بھی جزیے کا نہ دے تو اس کا ذمہ ٹوٹ گیا شامی ج ۲ ص: ۳۰۴ میں ہے ” ان اهل الذمة اذا امتنعوا عن اداء الجزية ينتقص العهد “ (۱) یعنی جب ذمی جزیہ روک لیں تو ذمہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر وہ آنحضرت ﷺ کو گالیاں دے تو ذمہ نہیں ٹوٹتا (ملاحظہ ہو درمختار مصری ج ۳ ص: ۳۰۴) (۲) حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے نماز میں قرآن لے کر دیکھ کر پڑھ لیا تو نماز نہ ہوگی (مراقی الفلاح ودرمختار ج۱ ص: ۴۶۱) (۳) لیکن اگر فقہ کی کتاب دیکھے بلکہ مسئلہ بھی پڑھ کر سمجھے تو نماز ہوجائے گی (عالمگیری) (۴) کہتے ہیں کہ اگر پرائی عورت سے زنا کیا پھر کہہ دیا کہ یہ تو میری بیوی ہے تو حد نہیں۔ (درمختار مصری ج ۳ ص: ۱۵۹) (۵) لیکن اگر اندھا ہے اور اس کے بسترے پر ایک غیر عورت آگئی اس نے پوچھا کہ کیا تو میری بیوی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! پھر مجامعت کی تو حد ہے (درمختا مصری ج ۳ ص: ۱۶۹) (۶) حنفی فقہاء کرام کا ارشاد ہے کہ صرف

(۱) شامی ج ۶ ص: ۳۴۳ (۲) درمختار ج ۱ ص: ۳۵۳

(۳) مراقی الفلاح ص: ۱۷۸ درمختار ج ۱ ص: ۹۰

(۴) عالمگیری ج ۱ ص: ۶۴ . اور درمختار ج ۱ ص: ۵۹۱ میں ہے ” ولایفسدها نظره الیٰ مکتوب وفهمه

ناظرین کرام! فقہ کے اس مسئلہ پر تعجب نہ کیجئے فتاوی قاضی خان میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر کسی نے مطلقہ عورت کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ لیا یا نماز میں اپنی شرمگاہ کو دوسرے مصلی کی شرمگاہ کو دیکھ لیا یا کسی عورت کا بوسہ لے لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی ہاں قرآن دیکھ کر پڑھ لیا تو فاسد ہوجائے گی. (فتاوی قاضی خان ص: ۶۴ مطبع عالی لکھنؤ)

(۵) درمختار ج ۱ ص: ۳۱۶ (۶) درمختار ج ۱ ص: ۲۰ - ۳۱۹.

تصدیق کا نام ایمان ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں یعنی اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے تو پورا پختہ مومن ہے لیکن اگر حرام مال سے ثواب کی امید پر صدقہ کرے تو کافر (مالابدمنہ ص: ۱۵۰) (۱) کس مزے کا قیاس ہے فرماتے ہیں، اگر کسی بچے کو اٹھا کر نماز پڑھی تو نماز باطل ۔ (ملاحظہ ہو درمختار مصری ج ۱ ص: ۴۸۳) (۲) حالانکہ صحیح بخاری مسلم میں ہے کہ فرض نماز میں بحالت امامت رسول اللہ ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا۔ (۳) پھر فرماتے ہیں لیکن اگر کتے کو چمکارے گدھے کو ہنکائے تو نماز صحیح (ملاحظہ درمختار مصری ج ۱ ص: ۴۵۴) (۴) رائے کی مزیداری ملاحظہ ہو فرماتے ہیں اگر شخص نے کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں سبحان اللہ کہا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، (۵) حالانکہ خود رسول کریم ﷺ کا حکم ہے (بخاری مسلم) (۶) لیکن اگر کوئی شخص قومہ پورا نہ کرے کمر سیدھی کئے بغیر ہی رکوع سے سجدے میں چلا جائے تو نماز صحیح (۷) حالانکہ رسول مقبول ﷺ نے اس کی نماز باطل قرار دی ہے (متفق علیہ) (۸) رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں جو اطمینان نہ کرے یعنی نماز کا ہر ہر رکن پورے اطمینان سے ادا نہ کرے اس کی نماز نہ ہوگی، لیکن حنفی مذہب کے مصنفین فقہ کہیں نماز ہو جائے گی (۹) ہاں ! اگر کسی کے سلام کے جواب میں اشارہ کرے تو نماز مکروہ (درمختار ج ۱ ص: ۴۵۶) (۱۰) حالانکہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ کا صاف اشارہ کرنے کا فعل موجود ہے فرمان ہے "کان یشیر بیدہ" (ترمذی (۱۱) کہتے ہیں اگر ایک مسلمان جس کا بدن پاک صاف ہو لیکن جنابت کے غسل

---

(۱) اگر صدقہ کرد مال حرام وامیدواری ثواب کرد کافر شود ، مالابدمنہ ۱۳۹
(۲) درمختار ج ۱ ص: ۹۳ (۳) بخاری ج ۱ ص: ۷۴
(۴) درمختار ج ۱ ص: ۸۹ (۵) شرح وقایۃ ج ۱ ص: ۱۶۳
(۶) بخاری ج ۱ ص: ۱۶۰ (۷) ھدایہ ج ۱ ص: ۱۰۶
(۸) بخاری ج ۱ ص: ۱۰۹ (۹) ھدایہ ج ۱ ص: ۱۰۶
(۱۰) درمختار ج ۱ ص: ۸۹ (۱۱) ترمذی ج ۱ ص: ۸۵

کی نیت سے اگر اپنا ہاتھ کنویں کے پانی میں ڈال دے تو سارا کنواں نجس ہو گیا ہاں اگر ایک سو یہودی یا نصرانی اس میں نہائیں تو پانی اپنے حال پر بالکل پاک صاف ہے (۱) قیاس کی یہ خوبی بھی قابل داد ہے کہ ہنس دینا بول دینا ہوا نکال دینا قائم مقام سلام پھیرنے کے ہے، یعنی التحیات میں قدرے بیٹھ کر اگر کسی شخص نے ان کاموں میں سے کسی کو بجائے سلام کے کر لیا تو نماز ہو جائے گی (درمختار ج ۱ ص: ۳۳۱) (۲) اسے قیاس کے مطابق کہہ کر اس صحیح حدیث کا خلاف کیا جس میں ہے "تحلیلها التسلیم" (۳) یعنی نماز سے فارغ ہونا سلام پھیرنے سے ہے لیکن جس جانور کا دودھ تھن میں روک کر دھوکے سے کسی نے اسے فروخت کیا تو لینے والا حدیث کی رو سے اسے واپس کر سکتا ہے اور واپسی کے وقت ایک صاع کھجور کا دیدے (۴) اس حکم کو خلاف قیاس کہہ کر رد کر دیا (ملاحظہ ہو درمختار اور ردالمختار مصری ج ۴ ص: ۱۰۸ ص: ۱۰۹) (۵) افسوس ! جو حدیث میں ہو وہ خلاف قیاس سمجھا جائے اور پھر اس وجہ سے رد کر دیا جائے اور جو حدیث میں نہ ہو بلکہ جس کے خلاف سمجھا جائے اور پھر اس وجہ سے رد کر دیا جائے اور جو حدیث میں نہ ہو بلکہ جس کے خلاف حدیث ہو اسے قیاس کے مطابق کہہ کر اس پر فتویٰ دیا جائے۔ فالی اللہ المشتکی ۔

کہتے ہیں شغار کا نکاح یعنی بیٹے کا نکاح یعنی ادھر سے ایک لڑکی اور ادھر سے ایک لڑکی مہر دونوں کے درمیان نہیں تو جائز اور مہر مثل (درمختار وشامی جلد ۲ ص: ۱۶۳) (۶) جو حدیث میں محض حرام ہے ۔ (۷) کہتے ہیں متعہ کا نکاح جائز مدت کا تقرر

---

(۱) اعلام ج ۱ ص: ۲۷۹ (۲) درمختار ج ۱ ص: ۷۸
(۳) ترمذی ج ۱ ص: ۳۲ (۴) بخاری ج ۱ ص: ۲۸۸ کتاب البیوع
(۵) ردالمحتار ج ۷ ص: ۲۲۲ / اصول الشاشی ص: ۷۵
(۶) شامی ج ۴ ص: ۲۳۷
(۷) بخاری ج ۲ ص: ۷۶۶ باب الشغار / مسلم ج ۱ ص: ۴۵۴

رد۔(۱) حالانکہ حدیث میں اس کی حرمت بھی قطعی ہے (ملاحظہ ہو بخاری مسلم) (۲) لیکن اگر کوئی شخص قرآن پڑھانے کو مہر ٹھیرا کر یا آزادگی لونڈی کو اسی کا مہر قرار دیکر اس سے نکاح کرلے تو یہ مہر نا جائز (درمختار وہدایہ وغیرہ) (۳) حالانکہ یہ دونوں صورتیں حدیث میں صاف طور پر جواز اوارد ہو چکی ہیں: ملاحظہ ہو (بخاری مسلم) (۴) آہ! کس قدر حدیث رسول کا مقابلہ ہے کہ کہتے ہیں تین طلاقوں والی عورت حلالہ کرالے یعنی دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح کرلے کہ تو مجھے طلاق دیدینا پھر وہ نکاح کرکے مجامعت کرکے طلاق دیدے تو اب یہ عورت اگلے خاوند پر حلال، (۵) جو حدیث میں محض حرام ہے اور جس کام کے کرنے والے کو اللہ نے اپنے رسول کی زبانی ملعون قرار دیا ہے (دارمی) (۶) لیکن فرماتے ہیں کہ لونڈی سے نکاح کرنا اس شخص کو حلال نہیں جس کے گھر میں آزاد عورت ہو گو وہ بڑھیا پھوس ہو گو اس شخص کو آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو گو اسے اپنے نفس پر ڈر ہو (۷) حالانکہ قرآن کریم میں اس کا جواز کھلے لفظوں میں موجود ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (۸) یعنی جسے آزاد عفیفہ باایمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ ایسی ہی غیر آزاد لونڈی سے نکاح کرلے۔

(۱) هدایه ج ۱ ص: ۳۱۳ / شامی ج ۴ ص: ۱۴۹
(۲) بخاری ج ۲ ص: ۷۶۷ کتاب النکاح / صحیح مسلم ج ۱ ص: ۴۵۲
(۳) شامی ج ۴ ص: ۲۴۰ / هدایه یوسفی ج ۱ ص: ۳۰۷
(۴) بخاری ج ۲ ص: ۷۶۷ کتاب النکاح / مسلم ج ۱ ص: ۴۵۷
(۵) اعلام ج ۱ ص: ۱۷۹ /هدایه ج ۲ ص: ۴۰۰
(۶) دارمی ج ۲ نکاح ۵۳ / ابن ماجة نکاح ۳۳/ ابوداؤد نکاح ۲۸۴ مسند احمد ج ۱ ص: ۵۱ — ۴۵۰ ج ۲ ص: ۳۲۳ /صحیح السنن الترمذی للالبانی ص: ۳۲۶./ مستدرک حاکم ج ۲ ص: ۱۹۹
(۷) اعلام ج ۱ ص: ۲۷۹ /قدوری ص: ۱۶۵ کتاب النکاح
(۸) النساء ۴/۲۵

برادران! یہ چند مثالیں آپ کے سامنے ہیں غور فرمائیے اور دیکھئے کہ رائے اور قیاس نے گلشن سنت سے کس قدر دور ڈال دیا ہے۔ پس ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ اس پر خار مہلک وادی سے ہٹو اور جس لہلہاتے ہوئے چمنستان محمدی سے دور پڑ گئے ہو اسی طرف پھر آجاؤ۔ آؤ شوق سے آؤ دوڑتے ہوئے اور بہت جلد آجاؤ، خدا کی آواز کان لگا کر سنو، فرماتا ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (۱) میرے نبی کی حدیثوں کا خلاف کرنے والے خطرناک عذابوں اور پر آفت فتنوں کی برداشت کی طاقت تیار کرلیں۔

مقلدین نے تقلید کی تعریف تو یوں کی ہے کہ غیر نبی کی جملہ باتوں کو بلا دلیل بطور حکم شرعی کے تسلیم کرتے چلے جانا، چنانچہ جمع الجوامع لابن السکسکی جلد ۲ ص: ۲۵۱ میں ہے "اخذ قول الغیر من غیر معرفة دلیله" یعنی غیر نبی کی باتوں کو بغیر دلیل معلوم کئے مان لینا، مسلم الثبوت مجتبائی ص: ۵ میں ہے" اما المقلد فمستندة قول مجتهده لاظنه ولاظنه" (۲) یعنی مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے نہ تو خود وہ تحقیق کرسکتا ہے نہ اپنے امام کی تحقیق پر نظر ڈال سکتا ہے، شامی جز اول مصری ص: ۵۳ پر لکھا ہے "یحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم یعلم من این قال" (۳) یعنی امام کے ہر قول پر فتویٰ دینا حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ اس کا علم نہ ہو کہ امام کے پاس کیا دلیل ہے بلکہ اسی کتاب کی اسی جلد کے ص: ۴۷ پر تحریر ہے (۴)
فلعنة ربنا اعداد رمل = علیٰ من رد قول ابی حنیفة

(۱) النور ۲۴/۶۳
(۲) مسلم الثبوت ص: ۷
(۳) شامی ج ۱ ص: ۱۷۳ اور اسی صفحہ میں ہے المقرر عندنا انه لایفتیٰ ویعمل الا بقول الامام الاعظم
(۴) فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۱۶۰

یعنی ہمارے رب کی لعنتیں ریت کے ذروں کی گنتی کے برابر ہوں ان لوگوں پر جو امام ابوحنیفہ کا قول نہیں مانتے، توضیح مع تلویح ودیگر حواشی مطبوعہ خیریہ مصر جلد اول ص:۱۳۶ میں لکھا ہے ”فاما المقلد فالدلیل عنده قول المجتهد فالمقلد یقول هذا الحکم واقع عندی لانه ادی الیه رأی ابی حنیفة رحمه الله وکل ماادی الیه رأیه فهو واقع عندی “(۱) یعنی مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے مقلد یہی کہے کہ اس مسئلہ کا یہی حکم ہے اس لئے کہ میرے امام ابوحنیفہ کی رائے یہی ہے اور جو میرے امام کی رائے ہو میرے نزدیک وہی صحیح ہے۔

الغرض اپنی خداداد قابلیت تحقیق کا خون کرنا اپنے ضمیر کا گلا گھونٹ دینا اپنی عقل کو روبیٹھنا اپنے دل ودماغ کو بیکار کردینا، اور اندھوں کی طرح کسی کی انگلی تھام لینا، یا جانوروں کی طرح ہانکنے والے کے اشارے پر قدم رکھنا تقلید ہے، مثنوی مولوی روم دفتر دوم ص:۱۲۵ میں ہے

علم تقلیدی وبال جان ماست = عاری است ومانشستہ کان ماست

یعنی تقلید ہماری جان کی آفت ہے دراصل یہ تقلید ایسی چیز ہے جیسے کوئی کسی سے ادھار لی ہوئی چیز کو اپنی سمجھ بیٹھے، اسی لئے شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ باب ۲۱۳ میں اور علامہ کروری مسلمات ص:۵ میں ابن العربیؒ ہی سے نقل کرکے لکھتے ہیں ”لایطلق اسم العلماء الاعلی اهل الحدیث وهم الائمة علی الحقیقة “ یعنی اہل حدیث کے سوا اوروں کو علماء کہنا زیبا نہیں، فی الحقیقت علماء اور ائمہ یہی اہل حدیث ہیں۔ اسی واسطے توضیح تلویح کی شرح مرجانی ص:۹۳ میں لکھا ہے کہ ”لیس التقلید بعلم ولا المقلد بعالم “

(۱) توضیح مع تلویح مطبوعہ نول کشور ج ۱ ص: ۴۴

یعنی تقلید علم نہیں (بلکہ جہالت ہے) اور مقلد عالم نہیں (بلکہ جاہل ہے) (۱) ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب شرح قصیدہ امالی ص:۳۴ میں لکھتے ہیں ”والتقلید قبول قول الغیر بلادلیل “ یعنی غیر نبی کی بات کو بے دلیل مان لینا تقلید ہے۔

عقد الفرید میں ملا حسن شرنبلانی حنفی لکھتے ہیں ”حقیقة التقلید العمل بقول من لیس قوله احدی الحجج الاربعة الشریعة بلاحجة منها “ یعنی جس کا قول چاروں شرعی دلیلوں میں سے نہیں اس کے قول کو بے دلیل حجت شرعی سمجھنا اور قابل عمل جاننا ہی تقلید ہے، یہی تعریف تقلید کی مختتم الحصول میں فاضل قندھاری حنفی نے بھی کی ہے، توضیح مصری ص:۸۱ میں ہے ”قول المجتهد دلیلا له “(۲) یعنی مقلد کی دلیل اس کے امام کا قول ہے تلویح مصری کے اسی صفحہ میں ہے ”لم یکن علم المقلد حاصلا عن الادلة “

یعنی مقلد قرآن وحدیث اجماع قیاس سے علم حاصل نہیں کرسکتا اور سنئے مسلم کے ص:۲۸۹ میں ہے ”التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة “ یعنی کسی کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

مختصر ابن حاجب ص:۳۰۵ میں ہے ”فالتقلید العمل بقول غیر ک من غیر حجة “ یعنی کسی کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

اعلام الموقعین میں اسی لئے لکھا ہے کہ ”لافرق بین بهیمة تنقاد وانسان یقلد “(۳) یعنی چوپائے جانور اور مقلد میں کوئی فرق نہیں تلویح مصری کے ص:۸۳ جز اول میں ہے ”فعلم المقلد لم یحصل من

(۱) اعلام ج ۱ ص: ۴ میں ہے ”قال ابوعمر وغیره من العلماء اجمع الناس علی ان المقلد لیس معدود أمن اهل العلم اور صفحہ ۱۶ پر ہے ” لاخلاف بین الناس ان التقلید لیس بعلم وان المقلد لایطلق علیه اسم عالم

(۲) توضیح ص: ۲۷

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۱۷

النظر فی الدلیل ''یعنی مقلد کا علم کسی دلیل سے حاصل نہیں ہوتا (بلکہ محض امام کا قول اس کی دلیل اور اس کا علم ہے) توضیح مصری جز اول ص: ۱۳۶ میں ہے ''فالادلۃ الاربعۃ انما یتوصل بھا المجتھد لا المقلد ''(۱) یعنی قرآن وحدیث اجماع قیاس سے مسئلہ سمجھنا یہ مجتہد کا کام ہے مقلد کا کام نہیں، اسی صفحہ میں آگے چل کر لکھتے ہیں ''فان تحقیق المقلد ان یقلد مجتھدا یعتقد حقیۃ رأی ذلک المقلد ''یعنی مقلد کو تحقیق سے اور دلائل ٹٹولنے سے کوئی بھی سروکار نہیں اس کی تحقیق تو اتنی ہی ہے کہ جس مجتہد کی رائے کو اچھی جان کر وہ اس کی تقلید کر رہا ہے اس کی بے دلیل بات مانتا چلا جائے، ص: ۱۳۵ میں لکھتے ہیں ''لیس دلیل المقلد منھا ''(۲) یعنی نہ تو قرآن مقلد کی دلیل ہے نہ حدیث نہ اجماع نہ قیاس، یعنی تقلید اس کا نام ہے کہ قرآن وحدیث اجماع قیاس سب کو چھوڑ دے اور ہر ہر مسئلہ میں صرف اپنے امام کے قول کو حق پر جانے اور صرف اس کے پیچھے لگا رہے۔ فتاوی قاضی خان جلد اول ص: میں ہے ''یفتی بقولھم ولا یخالفھم برأیہ وان کان مجتھدا متقنا .... ولا ینظر الی قول من خالفھم ولا یقبل حجتہ ''(۳) یعنی اپنے ان بڑوں کے قول کے مطابق ہی فتوی دینا چاہیے اور ہرگز ان کی مخالفت نہ کرنی چاہیے اگرچہ مجتہد اور زبردست عالم ہی ہو۔ ان بڑوں کے اقوال کے خلاف جو کوئی کہے ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہیے، اور وہ گو دلائل پیش کرے لیکن ان دلیلوں کی طرف نگاہ بھی نہ اٹھانی چاہیے، درمختار مصری جلد ثالث کے باب التعزیر میں ہے ''ارتحل الی مذھب الشافعی یعزر ''(۴) یعنی جو شخص حنفی سے شافعی بن جائے اسے تعزیر کی سزا دینی چاہیے، درمختار مصری جز اول

(۱) توضیح ج ۱ ص ۴۴
(۲) توضیح ص ۴۳
(۳) فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۲
(۴) درمختار ج ۱ ص ۳۳۰

ص: ۵۳ میں ہے ''لا یفتی ویعمل الا بقول الامام الاعظم ''(۱) یعنی نہ تو کوئی فتوی دیا جائے نہ عمل کیا جائے مگر صرف امام اعظم کے قول پر، ناظرین! ان عبارتوں کا اور پھر امام صاحب کے اقوال کا جو پیچھے بیان ہوئے ہیں،، مقابلہ کر کے تو دیکھو حیران ہو جاؤ گے کہ یہ کہیں مقلد کو قرآن وحدیث سے تحقیق نہ کرنی چاہیے، وہ کہیں بے تحقیق کسی مسئلہ پر عمل ہی نہ کرنا چاہیے وہ کہیں میری بات بے دلیل ماننی حرام، یہ کہیں فرض پس اس لحاظ سے بھی یہ تقلید غیر مقلدی ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ آج جن لوگوں کو غیر مقلد کہا جاتا ہے اسی تقلید کے ترک پر کہا جاتا ہے ورنہ ابتدا سے لیکر آج تک کے جملہ ان لوگوں کے عمل کو دیکھا جائے، جو اپنے تئیں مقلد کہتے اور کہلواتے ہیں اور تقلید کے بڑے حامی ہیں بلکہ ترک تقلید کو فسق وفجور گناہ کبیرہ بلکہ شرک وکفر جانتے ہیں، تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ خود وہ بھی اس معنی کر کے مقلد نہیں ٹھیر سکتے بلکہ پختہ غیر مقلد نظر آتے ہیں۔

ان کو ایک حال پر رہتا ہی نہیں چین کبھی
کبھی آنے میں خفا ہیں تو کبھی جانے میں

سب سے پہلے امام صاحب کے زبردست شاگردوں ہی کو لیجیے، ان کی عملی تقلید کی یہ حالت ہے کہ اگر تین سو مسائل امام صاحب بیان کرتے ہیں تو بقول ردالمحتار کے ایک سو مسائل کو وہ نہیں مانتے، اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے خلاف کہتے ہیں عبارت ملاحظہ ہو ''فحصل المخالفۃ من الصاحبین فی نحو ثلث المذھب ''(۲) یعنی امام صاحب کے دونوں شاگردوں محمد اور ابو یوسف نے اپنے استاد اور امام صاحب کا ایک تہائی مسائل میں خلاف کیا،

(۱) درمختار ج ۱ ۱۷۳
(۲) شامی ج ۱ ص: ۱۶۶

بلکہ بقول صاحب عمدۃ الرعایۃ وغیرہ دوتہائی مسائل میں خلاف کیا(۱) بلکہ آپ تعجب سے سنیں گے کہ خود حنفیوں نے اصولاً ان شاگردوں کو امام صاحب سے بہت آگے بڑھادیا ہے چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ردالمحتار مصری ص: ۵۲ ج ۱ میں ہے ''اذا کان ابو حنیفة فی جانب وصاحباہ فی جانب فالمفتی بالخیار '' (۲) یعنی جب کسی مسئلہ میں امام صاحب کا حکم ایک طرف ہواوراس کے خلاف ان کے ان دونوں شاگردوں کا حکم اور جانب ہو تو فتویٰ دینے اور عمل کرنے والے کو اختیار ہے جس کی چاہے مانے یعنی مثلاً ایک مسئلے میں امام صاحب کہتے ہیں

کہ یہ حرام ہے ان کے یہ دونوں شاگرد کہتے ہیں حلال ہے حنفی مذہب کے فقہاء فیصلہ کرتے ہیں کہ اس صورت میں اختیار ہے خواہ حلال کہے خواہ حرام کہے، بلکہ اس سے زیادہ جسارت اور غیر مقلدی ملاحظہ ہو اسی کتاب کے ص: ۵۳ میں ہے ''قد صرحوا بان الفتویٰ علی قول محمد فی جمیع مسائل ذوی الارحام .... وعلی قول ابی یوسف فیما یتعلق بالقضآء وایضاً فی الشهادات .... وعلی قول زفر فی سبع عشرۃ مسئلة '' (۳) یعنی ہمارے ہاں باتفاق یہ طے ہوا ہے کہ ذوی الارحام کے کل مسائل میں امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے، گو امام صاحب کا قول اس کے خلاف ہو، اور قضا اور فیصلوں کے کل مسائل میں اور اسی طرح شہادت کے کل مسائل میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا جائے، گو امام

---

(۱) قال الامام الغزالی فی کتاب المنخول انهما خالفا اباحنیفة فی ثلثی مذهبه.
دیکھئے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ ص: ۸

(۲) ردالمحتار ج ۱ ص: ۱۷۱

(۳) ردالمحتار ج ۱ ص: ۱۷۲

صاحب ان کے خلاف کہتے ہوں، پس جبکہ اصولاً تقلید شخصی کوئی چیز ہی نہ رہی پھر اس کیلئے بے فائدہ لڑائی جھگڑے کیوں ہو رہے ہیں؟

دوستو! کیا امام صاحب کے خلاف ان کے شاگرد محمد کہیں تو ماننے کے قابل سمجھا جائے اور امام صاحب کے خلاف ان کے اور ہمارے نبی محمد ﷺ کہیں تو ماننے کے قابل نہیں؟ تعجب سا تعجب ہے۔

برادران! کاش کہ یہ باتیں اور حنفی مذہب کے تقلید شخصی کے سراسر خلاف یہ اصول، حنفی علماء عوام کے سامنے رکھ دیتے تو آج یہ سر پھٹول اور تیر میر کیوں ہوتی!

ہائے یاں نکلا نہ واں نکلا وہ حرف شوق وصل
ان کے دل میں رہ گیا میری زباں پر رہ گیا

نامناسب نہ ہوگا اگر میں یہاں پر ایک مناظرہ نقل کروں جس سے آپ کو صاف طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ بزرگ اپنی تحقیق پر عمل کرتے تھے، اپنی خداداد قابلیت کا خون کرنا انہیں گوارا نہ تھا وہ اپنے آزاد ضمیر کو برباد کرنا اپنے لئے عار سمجھتے تھے اور اس موجودہ تقلید سے وہ کوسوں دور تھے اور اس تعریف کی رو سے پختہ غیر مقلد تھے، وہ جہاں تک ان کی تحقیق ان کا ساتھ دیتی تھی، اتباع سنت نبوی کرتے تھے اور اس تقلید شخصی سے نفرت رکھتے تھے، اس مناظرہ کو امام الحرمین شمس الشریعة فخر الاسلام ابو معالی عبدالملک بن عبداللہ جوینی رحمة اللہ علیہ (۱) اپنی کتاب مغیث الخلق میں نقل کیا ہے جس کا اصلی قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے میں یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ اس کا ترجمہ حوالہ قلم کرتا ہوں۔

خلیفة المسلمین ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ ہے، مدینہ شریف

---

(۱) نیشاپور کے نواح میں جوین نامی ایک گاؤں ہے آپ وہیں پیدا ہوئے ہیں سن ولادت ۴۱۹ اور سن وفات ۴۷۸ ہے کثیرا لتصانیف تھے۔

کی زیارت کو آپ آئے ہیں یہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ مسند درس پر مسجد نبوی میں رونق افروز ہیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف فرما ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شاگرد رشید امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں چاروں بزرگوں کا اجتماع حرم رسول میں ہوا ہے امام ابو یوسف اور امام شافعیؒ کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے دل میں خیال گذرتا ہے کہ اس اختلاف کے فیصلہ کا آج سے بہتر اور صدر مجلس بنانے کے لئے خلیفۂ وقت سے زیادہ باوقعت ہستی اور کون سی ہوگی؟ فوراً خلیفہ وقت کے سامنے اپنی اس درخواست کو پیش کرتے ہیں جو پیش ہوتے ہی پاس ہو جاتی ہے، مبحث تین مسائل قرار دیئے جاتے ہیں۔

۱- وقف ۲- صاع ۳ - اقامت

امام ابو یوسف کی طرف سے بہ تقلید امام ابو حنیفہ دعویٰ ہے کہ وقف صرف ایک وصیت ہے اگر قاضی نے جاری کر دی تو جاری ہو جائے گی، صاع کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ آٹھ رطل عراقی کا ہے اقامت کے بارے میں خیال ہے کہ اس کے کلمات ایک ایک مرتبہ نہ کہنے چاہئیں بلکہ دو دو بار کہنے ضروری ہیں، امام شافعیؒ کا مسلک ان تینوں مسائل میں امام ابو حنیفہ اور ان کے مقلد اور شاگرد امام ابو یوسف کے خلاف ہے، آپ فرماتے ہیں، وقف ایک شرعی مسئلہ ہے قاضی کی قضا سے پہلے وقف جائز اور جاری ہو جاتا ہے صاع عراق کا معتبر نہیں، بلکہ مدینہ شریف کا جو وزن میں پانچ رطل اور ایک تہائی ہے، اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہنے ثابت ہیں، مبحث طے ہو جانے کے بعد مجلس مناظرہ منعقد کی جاتی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دلیل طلب کی جاتی ہے آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور دوسرے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو بلاتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے موذن تھے

اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ تم اذان کس طرح کہتے ہو؟ اور اقامت کس طرح کہتے ہو؟ جب وہ کہتے ہیں تو اقامت اکہری ہوتی ہے، کلمات ایک ایک مرتبہ کہتے ہیں اور اذان ترجیع کیساتھ دیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں تم نے یہ اذان واقامت کس سے سیکھی؟ جواب ملتا ہے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے داداؤں سے، یہاں تک کہ سند آنحضرت ﷺ تک پہنچ جاتی ہے، پھر اہل مدینہ کو حکم دیتے ہیں کہ جس صاع سے ناپ کر تم فطرہ ادا کرتے ہو لے آؤ، بہت سے صاع جمع ہو جاتے ہیں فرماتے ہیں، انہیں ناپ کر تولو، جب تولا جاتا ہے تو وہی وزن بیٹھتا ہے جو امام شافعیؒ نے فرمایا تھا اس کے بعد آپ حاضرین مجلس کو لے کر مدینہ شریف کے باہر جاتے ہیں اور ایک زمین کی طرف اشارہ کر کے بوڑھے بڑوں سے پوچھتے ہیں یہ زمین کس کی ہے؟ جواب ملتا ہے یہ وقف ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا، ایک اور طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں، یہ زمین کیسی ہے؟ اہل مدینہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وقف کردہ زمین ہے اور یہ زمین حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی وقف کی ہوئی ہے اور یہ حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مساکین پر وقف کیا ہے، اور یہ فلاں صحابی کا وقف ہے، اور یہ فلاں صحابی کا۔ ان دلائل کو بیان فرمانے کے بعد خلیفہ سے کہا میں اپنے دلائل پیش کر چکا، میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو امر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہو اس کے خلاف کرنے کا کوئی مسلمان حق رکھتا ہو، میرے نزدیک تو قابل قبول امر وہ ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو، نہ وہ جو سنت رسول کے خلاف ہو، ہارون رشید نے فرمایا بہت ٹھیک اور بالکل درست ہے، فی الحقیقت حق وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کی مہر ہو، نہ وہ جو اس سے خالی ہو، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر جب حق ظاہر ہو گیا اور دلائل معلوم ہو گئے آپ نے فوراً بلا پس و پیش اسے قبول کر لیا، اور صاف لفظوں میں فرمایا کہ امام صاحب صداقت پر ہیں اور میں غلطی پر تھا حق وہی ہے جس کے سچے دلائل امام صاحب نے بیان

فرمائے میں اپنے استاد اور امام ابوحنیفہ کے ان مسائل کو چھوڑتا ہوں اور ان دلائل کو تسلیم کرتا ہوں، اس کلام کو سنتے ہی عوام میں ایک کھلبلی سی مچ گئی اور آوازیں آنے لگیں کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ تقلید کو توڑتے ہیں اور امام صاحب کے مذہب سے منہ موڑتے ہیں؟ خیال تو کیجئے دنیا کیا کہے گی؟ اور کس قدر افسوسناک دھبہ لگے گا؟ آپ نے نہایت دلیری سچائی اور آزادی سے جواب دیا کہ اس قدر واضح دلائل کے ظاہر ہوجانے کے بعد میں کیسے مقلد بنا رہوں؟ اور کس طرح اپنے استاد اور امام کے قول کو نہ چھوڑوں؟ مجھ پر ہی کیا منحصر ہے ''لو علم صاحبی ما علمت لرجع کما رجعت ''یعنی آج اگر خود صاحب مذہب امام ابوحنیفہؒ بھی ہوتے اور جو دلائل میں نے معلوم کیے انہیں بھی معلوم ہوجاتے تو جس طرح میں نے رجوع کیا وہ بھی رجوع کر لیتے اور وہی کہتے جو حدیث شریف سے ثابت ہے۔

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

غرض ان مسائل میں امام ابویوسفؒ نے تقلید کتابی کو خیر باد کہا، چنانچہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ وغیرہ میں ان ابواب کے مسائل میں ملاحظہ ہو۔ امام ابوحنیفہ سے امام ابویوسف کا یہ خلاف منقول ہے پس اگر ترک تقلید کوئی ناقابل معافی قصور ہے تو اس جرم کے مجرم سب سے پہلے اور سب سے بڑے خود امام صاحب کے شاگرد رشید ہیں پھر انصافاً تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں چھوڑ صرف اہل حدیث کو ہی برا کہا جائے اور اس پر بھی آپ کو برا کہنا ہے تو خیر۔

بگاڑے گا میرا کیا مجھ سے برگشتہ زمانہ ہے
زمیں ہے فرش اپنا اور گردوں شامیانہ ہے

اور سنئے! حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۴

میں ہے (۱) ''کلاھما نجسان ''یعنی اگر جنبی کسی کنویں میں ڈول نکالنے کے لئے اترے تو اس کنویں کا پانی ناپاک ہوجاتا ہے لیکن امام ابویوسف اور امام محمد دونوں اس مسئلہ کو نہیں مانتے ان کا قول ہے کہ ناپاک نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۲ (۲) ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۶ (۳) میں ہے ''لا یحل شربه للتداوی ''یعنی بطور دوا کے بھی حلال جانوروں کا پیشاب پینا جائز نہیں، لیکن اسی صفحہ میں ہے کہ امام محمد اور ابویوسف دونوں کے نزدیک جائز ہے۔ ص: ۳۸ میں ہے (۴) امام صاحب فرماتے ہیں کہ عید کی نماز پڑھتے ہوئے امام یا مقتدی کا وضو ٹوٹ گیا تو وہ تیمم کر لیں، لیکن یہ دونوں شاگرد رشید فرماتے ہیں ''لا یتیمم ''یعنی یہ دونوں تیمم نہیں کرسکتے (۵) اسی کتاب کے ص: ۴۰ میں ہے (۶) امام صاحب کا مذہب ہے، اگر کسی شخص نے سفر میں اپنے پاس پانی نہ ہونے کے وقت اپنے رفیق سے مانگے بغیر تیمم کر لیا تو جائز ہے، لیکن یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں ﴿لا یجزیه﴾ (۷) یعنی یہ نادرست ہے ۴۴ میں ہے ﴿لا یجوز المسح علی الجوربین﴾ (۸) یعنی صرف جرابوں پر امام صاحب کے نزدیک مسح جائز نہیں اگرچہ وہ موٹی ہوں لیکن ان دونوں مقلدوں کے نزدیک جائز ہے ص: ۵۸ میں ہے کہ اگر کپڑے کو گائے بھینس وغیرہ کا گوبر وغیرہ ہتھیلی کی چوڑائی سے زیادہ لگ گیا ہو تو اس کپڑے میں نماز جائز نہیں، لیکن اسی صفحہ میں صاحبین کا مذہب یہ بیان ہوا ہے۔ ﴿یجزیه﴾ ہے جائز ہے (۹)
ص: ۶۴ میں ہے عصر کا وقت جب ہر چیز کا سایہ دگنا ہوجائے تب ہوتا ہے، امام صاحب کا اجتہاد یہی ہے۔۔ لیکن یہ دونوں بزرگ اس کے برخلاف ہیں فرماتے ہیں ایک گنا سایہ ہوتے ہی وقت ہوجاتا ہے۔ (۱۰)

(۱) ھدایه ج ا ص: ۴۰ (۲) ھدایه ج ا ص: ۳۹ (۳) ھدایه ج ا ص: ۴۲
(۴) ھدایه ج ا ص: ۵۴ (۵) ھدایه ج ا ص: ۵۴ (۶) ھدایه ج ا ص: ۵۶
(۷) ایضاً (۸) ھدایه ج ا ص: ۶۱ (۹) ھدایه ج ا ص: ۷۵
(۱۰) ھدایه ج ا ص: ۸۱

ص:۸۴ میں ہے حضرت امام کا تو مسلک ہے کہ اگر نماز کو فارسی زبان میں شروع کرے یا اس میں عربی قرآن نہ پڑھے بلکہ فارسی پڑھے اگرچہ عربی جانتا ہو تو بھی جائز ہے، لیکن یہ دونوں حضرات کہتے ہیں جائز نہیں۔(۱)

ص:۸۹ میں ہے کہ امام "ربنالک الحمد" نہ پڑھے حنفی مذہب یہی ہے لیکن یہ دونوں حنفی اپنے امام کا اس مسئلے میں بھی خلاف کرتے ہیں "یقولها فی نفسه" یعنی "ربنا لک الحمد" پڑھے۔(۲) اور بھی ایسے سیکڑوں مسائل ہیں جن میں سے بہت سے میں نے اپنی کتاب درایت محمدی میں بحوالہ صفحہ وغیرہ لکھے ہیں۔ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں (۳) اور جس آزادی کے ساتھ ان بزرگوں نے تقلید شخصی کے پھندے کو اپنے گلے سے اتار پھینکا آپ بھی بہ عجلت اسے الگ کیجئے۔

خیزد درکاسۂ زر آب طرب ناک انداز
پیش ازاں دم کہ شود کاسہ سرخاک انداز

عوام میں تو مشہور ہے کہ حنفی مذہب کے امام صرف امام ابوحنیفہ ہی ہیں، لیکن حنفی مذہب کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ حنفی مذہب کا یہ لفظ تین ہستیوں پر مشتمل ہے یعنی امام محمد امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ، کتب فقہ میں اکثر آتا ہے "عند ائمتنا الثلاثة" تو ائمہ ثلاثہ سے یہی تینوں حضرات مراد ہوا کرتے ہیں اس وقت حنفی مذہب کے دو اماموں کو چھوڑ کر صرف امام محمد کی بابت کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

---

(۱) هدایه ج۱ ص: ۱۰۱ (۲) هدایه ج۱ ص: ۱۰۶
(۳) یہ کتاب جدید حوالہ جات اور مفید حواشی کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آگئی ہے ادارہ سے طلب فرمائیں

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد ہے آپ کے والد کا نام حسن بن فرقد ہے آپ قبیلہ شیبان میں سے ہیں عراق کے شہر واسط میں آپ پیدا ہوئے اور کوفے میں نشو ونما پائی امام ابوحنیفہ کے اعلیٰ درجہ کے مشہور شاگرد اور ساتھی آپ ہی ہیں،(۱) خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو رقہ کا قاضی مقرر کیا تھا پھر معزول کر دیا تھا۔ آپ کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہوا، میزان الاعتدال میں ہے کہ محدثین نے آپ کو حافظہ کا کمزور کہا ہے،(۲) آپ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب مؤطا ہے یہ کتاب مطبوعہ یوسفی چار سو صفحات میں ہے، لیکن آپ تعجب سے سنیں گے کہ اس میں امام ابوحنیفہ کی روایت سے مرفوع موقوف اور آثار تابعین وغیرہ سب مل کر صرف تیرہ ہیں باقی اکثر حصہ حضرت امام مالک کی روایات کا ہے یعنی ایک ہزار پانچ روایتیں حضرت امام مالک سے لائے ہیں اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس پر ہمیں اس وقت بحث نہیں کرنی یہ خود آپ سمجھ لیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ امام صاحب سے بہ سند روایتیں ہوں ہی نہیں، اس لئے دوسرے استادوں سے لینی پڑی ہوں، ہے کوئی حنفی مذہب کا علامہ جو اس معمے کو خاطر خواہ حل کردے۔

کھڑا ہے دیر سے عاشق کفن باندھے ہوئے سر سے
میں صدقے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے

ہمیں اس وقت یہ دکھانا ہے کہ امام محمد بھی غیر مقلد تھے سب سے پہلا باب باندھ کر پہلے ہی مسئلہ میں امام صاحب کے قول کو چھوڑا ہے بلکہ اس کا خلاف

---

(۱) کان اعلم بکتاب اللہ ماهراً فی العربیة والنحو والحساب والفقه وبه ظهر علم ابی حنیفة بتصانیفه الکثیرة حتی قیل انه الف تسعة مائة وتسعین کتاباً مقدمة عمدة الرعایة ص: ۴۵
(۲) میزان الاعتدال ج۳ ص: ۴۲ [لینه النسائی]

کیا ہے یعنی کہا ہے کہ جب سایہ ایک مثل سے ذرا سا بڑھ جائے تو عصر کا وقت آ گیا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب تک دو مثل سایہ نہ ہو جائے عصر کا وقت نہیں ہوتا (مؤطا محمد یوسفی ص: ۴۴ باب وقوت الصلوٰۃ) (۱) باب آمین [فی الصلوٰۃ] میں لکھتے ہیں امام کو بھی آمین کہنا چاہئے گو امام صاحب فرماتے ہیں کہ نہ کہنا چاہئے (۲) باب صلوٰۃ اللیل میں ہے کہ رات کی نماز (یعنی تہجد تراویح وغیرہ) دو، دو رکعت کر کے پڑھنی چاہئے حالانکہ امام صاحب دودو، چار چار، چھ چھ، آٹھ آٹھ کے بھی قائل ہیں۔ (۳)

ص:۱۶۱ باب الاستقاء میں لکھتے ہیں ''اما ابو حنیفة رحمه الله فکان لایری فی الاستسقاء صلوة واما فی قولنا فان الامام یصلی بالناس رکعتین'' یعنی امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ استقاء میں نماز نہ پڑھنی چاہئے لیکن ہم کہتے ہیں دو رکعت ضرور پڑھنی چاہئے بلکہ باجماعت پڑھنی چاہئے۔

ص:۱۷۳ باب مایجب فیه الزکوٰۃ میں ہے کہ زمین میں سے جو نکلے خواہ حد نصاب کو پہنچا ہو یا نہ پہونچا ہو اس میں زکوٰۃ (عشر) فرض ہے یہ تو مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا، لیکن ہمارا مذہب یہ ہے کہ جب تک نصاب کو نہ پہنچے اس میں زکوٰۃ [عشر] فرض نہیں۔ ص:۱۷۷ باب زکوۃ الرقیق الخ میں ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں کی زکوٰۃ دینی پڑے گی جو چرتے چگتے ہوں اور نسل کے لائق ہوں، لیکن ہمارے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے ہی نہیں [خواہ سائمہ ہوں یا غیر سائمہ] ص: ۱۷۷ باب زکوۃ الرقیق میں ہے کہ امام صاحب کا قول تو یہ ہے کہ شہد خواہ تھوڑا ہو خواہ بہت اس میں زکوٰۃ [عشر] فرض ہے، لیکن میرا قول یہ ہے کہ جب تک نصاب کو نہ پہونچے زکوٰۃ نہ دو۔ ص:۱۸۰ باب صدقة الزیتون میں ہے کہ امام صاحب کا فتویٰ ہے کہ زیتون تھوڑا ہو یا بہت ہو اس کی زکوٰۃ دو، لیکن میرا

(۱) مؤطا محمد ص: ۴۳-۴۴ (۲) مؤطا محمد ص: ۱۰۵
(۳) مؤطا محمد ۱۲۱ - ۱۲۲

فتویٰ ہے کہ جب تک نصاب کو نہ پہنچے یعنی پانچ وسق نہ ہو ہرگز نہ دو، ص: ۲۰۳ باب من تطیب الخ میں ہے کہ امام صاحب کا تو اجتہاد ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگا کر بغیر نہائے احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن میرا تو اجتہاد ہے کہ ہرگز ایسا نہ کرے، ص: ۲۳۳ باب تاخیر رمی الجمار من علة او من غیر علة میں ہے کہ امام صاحب کا حکم ہے کہ جو شخص حج میں شیطان کو کنکریاں مارنا ایک دن کی مؤخر کر کے دوسرے دن مارے تو اسے قربانی دینی پڑے گی، لیکن میرا حکم ہے کہ ایسا کر لینے میں کوئی قربانی نہ دے سردست میں انھیں ۲۳ مسائل پر اکتفا کرتا ہوں اور ہوشمند اشخاص سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ غیر مقلد کو کوستے ہوئے، ان کا یعنی پہلے غیر مقلد امام محمد کا بھی خیال فرمالیں جو بڑے جرأت کے ساتھ امام صاحب کا قول خود وارد کر کے توڑ دیتے ہیں اور ان کے خلاف اپنا فیصلہ بیباکانہ بیان کر دیتے ہیں، پس یا تو اہل حدیث کو کوستے وقت ان بزرگوں کو بھی شامل کر لیا کرو، ورنہ بتلاؤ کہ یہ غیر مقلدی کریں تو معاف کر دیئے جائیں اور اہل حدیث ترک تقلید کریں تو آپ ان پر بے طرح برس پڑیں؟

ہو رہے ہیں جو ہفت افلاک کے = امتحاں ہیں ایک مشت خاک کے

مقلد دوستو! سلامتی ایمان کی یہی دلیل ہے کہ آدمی امتی کو شارع نہ سمجھے، صرف ایک معصوم ذات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی ہے پس آؤ ہماری دعوت قبول کرو اور رایت محمدی تلے جمع ہو جاؤ۔

بھائیو! یہ سب خوش کن باتیں ہیں کہ آپ ان حضرات کو مقلد مان لو ورنہ دلائل اس کے یکسر خلاف ہیں، ہاں چلتے چلتے یہ بھی سن جائیے کہ یہ جو آپ کے کان میں صور پھونک رکھا ہے کہ ہم چاروں مذہبوں کو برحق مانتے ہیں یہ بھی صرف ہاتھی کے باہر کے دانت ہیں ورنہ سنئے! درمختار مصری مطبوعہ دار الکتب جلد ثالث باب التعزیر میں ہے ''ارتحل الیٰ مذهب الشافعی یعزر'' (۱) جو حنفی

(۱) درمختار ج ا ص: ۳۳۰ باب التعزیر

شافعی ہوجائے اسے تعزیر ماری جائے کیوں جناب ! جب چاروں مذہب برحق ہیں پھر حق کو قبول کرنے سے سزا کیسے؟

پس بھائیو! چکنی چپڑی اور سطحی باتوں میں نہ آؤ، دین کا معاملہ ہے جس کا کام کل قیامت کے دن پڑے گا سوچ سمجھ کر اپنی غلطیوں کی اصلاح آج ہی کرلو، سچا مذہب صرف وہی ہے جس میں رسول خدا ﷺ کی حدیثوں اور خدائے واحد کی کتاب کے سوا تیسری چیز قابل عمل وعقیدہ مستقل طور پر ہے ہی نہیں، اور یہی مذہب اہل حدیث محمدیوں کا ہے اور اسی روش پر رسول خدا ﷺ اپنی امت کو چھوڑ کر گئے تھے جو اب تک بحمد اللہ ظاہر ہے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے = کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

یہ ہے عملی تقلید جو کتابی تقلید کی رو سے غیر مقلدی ہے، پس اگر اس کا نام تقلید ہے کہ جو حدیث رسول سے ثابت ہوا ہے مانا جائے اگرچہ وہ فرمان امام کے خلاف ہو، تو پھر آج ہمیں جو غیر مقلد کہا جاتا ہے یہ صریح ظلم، کھلا جھوٹ اور نری بے حیائی ہے اور اگر اس کا نام تقلید کہ جو کچھ امام نے کہا آنکھیں بند کر کے اسے تسلیم کرتے چلے جائیں، دلیل یعنی قرآن وحدیث کی طرف نظر بھی نہ ڈالیں، تو یہ حضرات غیر مقلد ہیں، ان میں سے ایک بھی اس قسم کی تقلید نہیں کرتا نہ ابو یوسف، نہ محمد نہ زفر نہ ان کے بعد کے فقہاء اور مصنفین بلکہ نہ آج کل کے علماء مقلدین۔

یاروں نے گو انا الحق اس منہ سے بول دیکھا
ہیں سر حق سے غافل سب کو ٹٹول دیکھا

چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ فاروقی جلد ثالث ۲۸۷ میں ہے (۱) ''ولا الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامة وتعلیم القرآن

(۱) ھدایہ ج ۳ ص: ۳۰۳

والفقه.........وبعض مشائخنا استحسنوا'' (۱) یعنی امام صاحب کے نزدیک اذان پر، حج پر، امامت پر، قرآن پڑھانے پر، فقہ سکھانے پر اجرت اور تنخواہ لینی ناجائز ہے، لیکن بعد کے مشائخ نے اسے جائز رکھا ہے اور فتوی اسی پر ہے کہ جائز ہے۔

مقلدو! بتلاؤ یہ تقلید ہے یا غیر مقلدی؟ جس عورت کا خاوند گم ہو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا حکم ہے کہ اس کے ہم زمانہ لوگوں کی موت تک اس کی بیوی بیٹھی رہے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، لیکن سب حنفیوں نے اگلوں اور پچھلوں نے اسے نہیں مانا، بعض کہتے ہیں کہ ۹۰ سال تک انتظار کرے، مصنفِ کنز اسی کو اختیار کرتے ہیں، مصنف ہدایہ اسے آرام دہ بتلاتے ہیں مصنف ذخیرہ اسی پر فتویٰ بتلاتے ہیں، بعض احناف سو سال تک مدت مقرر کرتے ہیں بعض ایک سو بیس کی پچھلے حنفی ساٹھ سال، ابن الہمام ۷۰ برس کی (ملاحظہ ہو ردالمحتار مطبوعہ دار الکتب مصر جلد ثالث ص: ۳۶۲) (۲) اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''لو افتی به فی موضع الضرورة لاباس به'' (۳) یعنی اگر ضرورت کے موقعہ پر چار سال انتظار کا اور اس کے بعد چار مہینے دس دن عدت گذار کر نکاح کر لینے کا حکم بھی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں، مثلاً قاضی کو اختیار ہے اور امام کو اختیار ہے اور موقوف ہے جگہ پر اور زمانہ پر اور غلبہ ظن پر وغیرہ وغیرہ۔

مقلد دوستو! یہ مقلدی ہے یا غیر مقلدی ٹھیک اسی طرح پانی کی ناپاکی کا مسئلہ عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ص: ۸۶ میں ہے ''قال ابو حنیفة فی ظاهر

(۱) اس کے بعد عبارت یہ ہے ''الاستیجار الیٰ تعلیم القرآن الیوم لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن وعلیه الفتویٰ. ایضاً
(۲) ردالمحتار ج ۶ ص: ۳۶۲
(۳) ردالمحتار ج ۶ ص: ۳۶۱

الروایۃ یعتبر فیہ اکبر رأی المبتلی "(۱) یعنی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ استعمال کرنے والے کے غالب گمان کا اعتبار ہے (پانی کی کوئی حد مقرر نہیں) لیکن حنفی مذہب مقلدوں نے اسے نہیں مانا انھوں نے حد مقرر کی چنانچہ عمدۃ الرعایہ جلد اول ص:۸۶ میں ہے "منھم من جعل الکثیر [الکبیر] ما کان بقدر ثمان فی ثمان وماعداہ قلیلا ومنھم من اختار خمسۃ عشر واختار جمع من اصحابنا التقدیر بعشر فی عشر وافتوا بہ" (۲) یعنی بعض کے نزدیک آٹھ ہاتھ لمبا آٹھ ہاتھ چوڑا حوض ہونا چاہئے بعض نے بارہ بارہ ہاتھ کہا ہے، بعض پندرہ پندرہ، ایک جماعت نے دس دس، اور اسی پر فتوی دیا ہے،

حنفیو! بتلاؤ یہ تقلید ہے یا غیر تقلید؟

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو نکلا وہ گاجر کا چھلکا

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ گھوڑوں میں زکوۃ فرض ہے، لیکن طحاوی مصطفائی جلد اول ص:۳۳ میں ہے (۳) "لا زکوۃ فی الخیل ...... ھذا قول ابی یوسف ومحمد وھو احب القولین الینا" یعنی ابویوسف اور محمد کہتے ہیں گھوڑوں میں زکوۃ نہیں، انہیں کا قول ہمیں بھی پسند ہے، اور فتاوی قاضی خان میں ہے "الفتویٰ علی قولھما" (۴) یعنی فتوی امام صاحب کے قول کے خلاف ہے۔

(۱) عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح وقایۃ حاشیہ نمبر (۱) ص: ۸۰. پھر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ان غلب علی ظنہ بحیث تصل النجاسۃ الی الجانب الآخر لایجوز الوضوء منہ والا جاز

(۲) عمدۃ الرعایۃ ص: ۸۰ اور فتاوی عالمگیری ج ۱ ص: ۱۹ میں ہے ان الکثیر مااستکثرہ الناظر.

(۳) ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار ج ۱ ص: ۳۴۳ - پوری عبارت اس طرح ہے "لا زکوٰۃ فی الخیل کما لا زکوٰۃ فی الحمیر والبغال وھذا قول ابی یوسف ومحمد وھو احب القولین الینا.

(۴) فتاوی قاضی خان ج ۱ ص: ۱۱۶. وصفحہ ۲۵۲. فتاوی عالمگیری ج ۵ ص: ۲۹۰

کہو مقلد بھائیو! یہ تقلید ہے یا عدم تقلید؟ اسی کتاب کے ص:۳۱۶ پر لکھا ہے کہ ضب یعنی گوہ (ایک جانور) کا کھانا امام ابوحنیفہؒ ابویوسفؒ اور محمدؒ تینوں کے نزدیک مکروہ ہے (۱) لیکن اس سے اگلے صفحے پر لکھتے ہیں "لا باس باکل الضب وھو القول عندنا" (۲) یعنی اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، ہمارے نزدیک صحیح بات یہی ہے، کہو حنفیو! یہ تقلید شخصی ہے یا ترک تقلید؟ ردالمحتار جلد ثالث مصری مطبوعہ دارالکتب ص:۳۶۲ (۳) پر لکھتے ہیں کہ ایک عورت عدت میں ہے اسے خون حیض پہلی مرتبہ تین دن تک آیا پھر نہیں آیا تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں جب تک تین حیض نہ آجائے بیٹھی رہے اگرچہ سالہا سال گذر جائیں، لیکن حنفی مذہب کی معتبر کتاب فتاویٰ بزازیہ میں ہے (۴) "الفتویٰ فی زماننا علی قول مالک" یعنی ہمارے زمانے میں فتویٰ امام مالک کے قول پر ہے یعنی ۹ مہینے تک عدت میں رہے پھر عدت سے باہر۔ کہو مقلد دوستو! تقلید شخصی یہاں کیا ہوئی؟ ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص:۴۱۵ کتاب المساقاۃ میں ہے "قال ابوحنیفۃ المساقاۃ بجزء من التمر باطلۃ" (۵) یعنی امام صاحب فرماتے ہیں کھجوروں کا کچھ حصہ مقرر کرکے باغ کو پانی پلانا اور خدمت کرنا باطل و ناجائز ہے۔ آگے چل کر اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے "جائزۃ" یعنی یہ جائز ہے۔ دوستو! کیا اب بھی تقلید باقی رہ گئی؟

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

دو چار آدمی شرکت میں کھیتی کریں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے

(۱) قد کرہ قوم اکل الضب منھم ابوحنیفۃ وابویوسف ومحمد رحمۃ اللہ علیھم اجمعین. شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۲ ص: ۲۸۹

(۲) شرح معانی الآثار ج ۲ ص: ۲۹۱ (۳) ردالمحتار ج ۶ ص: ۴۶۱

(۴) بحوالہ شامی ج ۶ ص: ۴۶۱ (۵) ھدایہ ج ۴ ص: ۴۳۱

ملاحظہ ہو ہدایہ فاروقی جلد۴ص:۴۰۸اور۴۰۹ پر لکھتے ہیں ''الان الفتوی علیٰ قولهما ''(۱) یعنی ہم اسے نہیں مانتے ،فتوی اس کے برخلاف ہے یعنی مزارعت جائز ہے کہو حنفیو! یہ حنفیت ہے یا کچھ اور؟

یہ چند مسائل ہی نہیں بلکہ شامی جلد۲ص:۵۸۴ میں اصول ہے کہ ''اذا لم یوجد فی مذهب الامام قول فی مسئلة یرجع الیٰ مذهب مالك ''(۲) یعنی ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل کرلے(۳) اب کہئے تقلید شخصی یہاں کیا ہوئی ؟ درمختار مصری جلد۳ص:۳۹۲ میں ہے ''عنده جائزة غیر لازم ''(۴) یعنی وقف امام صاحب کے نزدیک جائز ہے لیکن لازم نہیں، پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''فیلزم فلا یجوز له ابطاله ولا یورث عنه وعلیه الفتویٰ '' کہ فتویٰ اس کے برخلاف ہے یعنی جائز بھی ہے اور لازم بھی ،فرمایئے تقلید شخصی رہی یا گئی ؟ اسی طرح بیسیوں مسائل ہیں جہاں حنفیوں نے اپنے امام کے قول کو ترک کر دیا ہے، (۵) پس دراصل تقلید شخصی ایک

(۱) هدایه ج۴ ص: ۲۵-۴۲۴

(۲) شامی ج۵ ص: ۴۲

(۳) صرف امام مالک کے قول پر ہی نہیں بلکہ بوقت ضرورت امام شافعی کے قول پر بھی فتوی دینا ائمہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعه فتاوی عبدالحیٔ لکھنوی ص: ۱۴۰ و صفحه ۳۳۳ مطبع یوسفی لکھنو

(۴) درمختار ج ۱ ص: ۳۷۷

(۵) چند مسائل ملاحظہ فرمائیں

☆ اگر جوربین موٹے ہوں لیکن منعلین یا مجلدین نہ ہوں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان پر مسح جائز نہیں ہے،اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے،اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔شرح وقایه ج ۱ ص: ۱۰۱ باب المسح علی الخفین.

☆ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلاعذر صرف ناک سے سجدہ کرنے پر اکتفاء جائز ہے لیکن صاحبین کو اس سے اختلاف ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔شرح وقایہ ج ۱ص:۱۴۰ باب صفة الصلوٰة

☆ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مدت نسب کا اعتبار وقت نکاح سے ہے اور امام محمد کے نزدیک وقت دخول سے اور فتوی امام محمد کے قول پر ہے۔ هدایه ج ۲ کتاب النکاح باب المهر =

ایسا لفظ ہے جس کے کچھ معنیٰ نہیں ایک ایسی چیز ہے جو لفظوں میں ہیبت ناک لیکن دراصل وجود اُسے ہی نہیں ،ایک آرزو ہے جس کی طرف ہاتھ بڑھتے ہیں اور واقعے میں وہ کوئی چیز نہیں۔

جی چاہتا ہے ابروئے پرخم کو دیکھنا
اس حوصلے کو دیکھنا اور ہم کو دیکھنا

= ☆ امام صاحب کے نزدیک کسی مکان میں اوپر رہنے والے کو تصرف کا حق نہیں اور نیچے رہنے والے کو تصرف کا حق ہے امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں کو حق ہے بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو امام محمد کہتے ہیں اختلاف موسم کیوجہ سے منفعت بدل جاتی ہے لہذا قیمت کے بغیر برابری ممکن نہیں'' والفتویٰ الیوم علیٰ قول محمد '' آج کل امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔هدایه ج ۴ کتاب القسمة فصل فی کیفیة القسمة ۔امام صاحب اور صاحبین کا مذہب ہے کہ وکیل بالخصومة قبضہ کرنے کا بھی وکیل ہوگا۔اور امام زفر کے نزدیک وکیل بالخصومۃ وکیل بالقبض نہیں ہوگا والفتویٰ الیوم علی قول زفر آج کل فتویٰ امام زفر کے قول پر ہے۔هدایه ج ۳ ص: ۱۹۳ باب الوکالة بالخصومة والقبض ۔

☆ علماء ثلاثہ کے نزدیک روٹی کو گندم اور آٹے کے عوض متفاضلاً بیچنا جائز ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں لاخیر فیه یعنی روٹی کی بیع گندم وآٹے کے عوض بالکل ناجائز ہے اور فتویٰ علماء ثلاثہ کے قول پر ہے۔ هدایه ج ۳ ص : ۸۵ باب الربوٰ

☆ امام صاحب کے نزدیک وقف لازم نہیں اگرچہ اپنی مدت کے ساتھ معلق کرے اور صاحبین کے نزدیک وقف بہرحال لازم ہے۔وعلیه الفتویٰ یعنی فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ شرح وقایه ج ۲ ص: ۳۵۱ کتاب الوقف

☆ مجمع الانهر ج ۲ص:۴۶۷ میں ہے کہ ثبوت شفعہ سے پہلے حیلہ کرنے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔بحوالہ اشرف الہدایہ ج ۱۳ص:۱۱۸ ناشر مکتبہ تھانوی دیوبند۔

☆ اذان، حج، اقامت اور تعلیم قرآن وفقہ پر اجرت لینا امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن بعض مشائخ کا خیال ہے کہ دور حاضر میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا بہتر ہے۔ کیونکہ عدم جواز کے فتوی کی صورت میں قرآن سے بے رغبتی عام ہو جائے گی وعلیه الفتویٰ یعنی فتویٰ بعض مشائخ کے قول ہی پر ہے۔ هدایه ج ۳ ص: ۳۰۳ باب الاجارة الفاسدة.

فتاوی عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ میمیہ مصر ۳۹۸ میں ہے "لا یعق عن الغلام ولا عن الجارية وانه اشارة الیٰ الكراهية "(۱) یعنی لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ نہ کرے اس میں اشارہ ہے عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف، پس اصل مذہب میں مکروہ ہے لیکن آج تمام حنفی اپنے مذہب کے خلاف کر رہے ہیں، عام طور پر ہر ایک حنفی کے ہاں عقیقہ ہوتا ہے اور اسے جائز بلکہ مسنون سمجھتے ہیں (۲)۔

فتاوی بزازیہ جلد ۳ برحاشیہ عالمگیری مطبوعہ مصر ص: ۲۸۷ میں ہے "وان ماتت بحر الماء او برده فعن الامام انها لاتوكل "(۳) یعنی پانی کی گرمی یا ٹھنڈک سے مری ہوئی مچھلی نہ کھانی چاہئے، امام ابوحنیفہ کا یہی فرمان ہے، لیکن آگے چل کر اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے "عامة المشائخ علیٰ انها توكل "یعنی حنفی مذہب کے عام مشائخ کا فتویٰ امام صاحب کے قول کے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں ایسی مچھلی حلال طیب ہے شوق سے کھالے، (۴) سنا آپ نے امام صاحب جسے حرام کہیں فقہاء اسے حلال کہیں اب فرمائیے! کیا تقلید شخصی اسی کا نام ہے؟

عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصری ص: ۱۶۳ فی الاستسقاء میں ہے "قال ابوحنيفة رحمه الله تعالیٰ ليس فی الاستسقاء صلوٰة مسنونة فی

(۱) فتاوی عالمگیری ج۵ ص: ۳۶۲ مکتبة رشيديه پاکستان

(۲) فتاوی عالمگیری ج۵ ص: ۳۶۲ میں ہے "وذكر محمد رحمه الله تعالیٰ فی العقيقة فمن شاء فعل ومن شاء لم يفعل وهذا يشير الی الاباحة فيمنع كونها سنة.

(۳) ملاحظہ ہو فتاوی بزازیہ ج ۳ برحاشیہ عالمگیری ص: ۳۰۱

(۴) فتاوی خانیہ ج۳ ص: ۷۵۱ کتاب الصيد والذبائح میں یہ مسئلہ اس طرح موجود ہے "وان ماتت السمكة فی الماء بحر الماء او برده لم يذكر هذا فی الكتاب قال عامة المشائخ لابأس باكلها لانها ماتت بآفة فتحل كما لو وجدها فی بطن سمكة وروى الحسن عن ابی حنيفة انها لاتوكل كالطافی وعن محمد انها توكل لانها ماتت بآفة وقال الفقيه ابو الليث ماقاله المشائخ اعجب الیّ.

جماعة "(۱) یعنی بارش طلب کرتے وقت جماعت سے نماز پڑھنی مسنون نہیں یہ تو ہے امام صاحب کا مذہب۔ اب تقلید کا منشاء یہ تھا کہ اس نماز کو غیر مسنون ہی کہا جائے لیکن فقہاء نے اس مسئلہ میں بھی امام صاحب کی تقلید کو دور ڈال دی ہے، اسی کتاب کے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں [قالا] "يخرج الامام ويصلی بهم ركعتين يجهر فيهما بالقراءة "یعنی [امام ابویوسف اور محمد کا قول ہے] کہ یہ نماز جماعت سے پڑھیں امام جماعت کرائے اور اونچی آواز سے قرأت پڑھے۔

دوستو! کیوں وہ دعویٰ کرو جس پر ایک دم بھی ٹھیر نہ سکو۔

انگڑائیاں بھی لینی نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا مجھے تو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ

عالمگیری مصری جلد اول ص: ۱۳ میں ہے مرد و عورت ننگے ہو کر اگر ...... ملائیں تو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے "ففيه الوضوء فی قول ابی حنيفة وابی يوسف "لیکن اسی صفحہ میں اس کے ساتھ ہی لکھتے ہیں "لاوضوء عليه وهو القياس "یعنی اس پر وضو نہیں قیاس یہی ہے پھر لکھتے ہیں "وعليه الفتویٰ "یعنی فتویٰ بھی اس پر ہے۔(۲)

کہو مقلد دوستو! کیا اب بھی آپ مقلد ہے کہ امام صاحب تو فرماتے ہیں وضو گیا آپ کہیں نہیں ٹوٹا، میں کہوں گا کہ عملاً تو تقلید کا نام نشان بھی نہ رہا یہ اور بات ہے کہ زبانی جمع خرچ کم نہ ہو۔

زخم دل میں نہیں ہے قطرۂ خوں = خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

(۱) فتاوی عالمگیری ج ۱ ص: ۱۵۳

(۲) عالمگیری ج ۱ ص: ۸ الفاظ یہ ہیں "اذا باشر امرأته مباشرة فاحشة بتجرد وانتشار وملاقاة الفرج ففيه الوضوء فی قول ابی حنيفة وابی يوسف استحساناً وقال محمد لاوضوء عليه وهو القياس كذا فی المحيط وفی النصاب وصحيح وفی الينابيع وعليه الفتویٰ كذا فی التاتارخانية.

اسی کتاب کے ص:۱۹ میں ہے کہ اونٹ اور بکری کی مینگنیاں اگر کنویں میں پڑ جائیں تو کنوئیں کا پانی پاک ہے لیکن اگر زیادہ پڑ جائیں تو پانی فاسد ہو جائے گا (۱) اب زیادہ مقدار میں حضرت امام صاحب تو فرماتے ہیں ”ان الکثیر مااستکثرہ الناظر“ یعنی زیادتی وہ ہے جسے دیکھنے والا زیادہ سمجھے، غرض امام صاحب کے نزدیک زیادتی کی کوئی مقدار معین نہیں، جب دیکھنے والا سمجھ لے کہ زیادہ ہیں تو یہ حکم ہوگا، لیکن مقلدین امام صاحب فرماتے ہیں ”مالا یخلو منہ دلو“ (۲) یعنی زیادہ وہ ہے کہ جب پانی کھینچیں تو کوئی ڈول مینگنیوں بغیر کا نہ آئے، فرمائیے یہ پختہ اور کھلی غیر مقلدی ہے یا نہیں؟ کہ جس چیز کی حد بندی امام صاحب نے نہ کی ہو آپ کریں اسی کتاب کی اسی جلد کے ص:۵۱ میں ہے ”عند ابی حنیفة یغسل دبرہ اولا ثم یغسل قبلہ بعدہ“ (۳) یعنی امام صاحب فرماتے ہیں استنجا کرتے وقت پہلے پاخانہ کی جگہ دھوئے پھر پیشاب گاہ، لیکن مقلد اپنے امام کی اس بات کو نہیں مانتے اسی جگہ لکھتے ہیں ”یغسل قبلہ اولا“ یعنی اس کے خلاف کرے، کہو تقلید کہاں رفو چکر ہوگئی؟ اسی کتاب کے ص:۵۳ میں ہے ”البیاض التی یلی الحمرة“ (۴) یعنی امام صاحب فرماتے ہیں سورج کے غروب ہو جانے کے بعد جو سرخی ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد جو سفیدی نمایاں ہوتی ہے اس کے ہٹ جانے تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن اسی صفحہ میں امام صاحب کے اس مسئلہ کو رد کر دیا ہے اور لکھا ہے ”ھو الحمرة“ یعنی سرخی

(۱) عالمگیری ج ۱ ص: ۱۲ وبعر الابل والغنم اذا وقع فی البئر لا یفسد مالم یکثر ھکذا فی فتاویٰ قاضی خان

(۲) مالا یخلو منہ دلو والقلیل بخلافہ آگے لکھتے ہیں وفی الجامع الصغیر الصحیح انہ لا فرق بین الصحیح والمنکسر والرطب والیابس ولا فرق بین الروث والخثی والبعر ھکذا فی الھدایة. (ایضاً)

(۳) عالمگیری ج ۱ ص: ۳۰

(۴) عالمگیری ج ۱ ص: ۳۲

کے جاتے ہی مغرب کا وقت جاتا رہا، اس غیر مقلدی کو آپ نے دیکھا امام صاحب کہیں مغرب کا وقت ہے، یہ کہیں نہیں ہے۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی تھی کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے پھر وہ نکاح کرتا ہے تو اسے جائز ہے کہ شافعی مفتی کے اس فتوے پر بھی عمل کر لے کہ یہ قسم باطل ہے عورت سے نکاح باقی ہے، لیکن حنفی مذہب اس کے برخلاف ہے۔(۱)

فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص:۲۱۳ میں ہے ”ویکرہ صوم ستة من شوال عند ابی حنیفة“ (۲) یعنی شوال کے چھ روزے (شش عید کے) رکھنے امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہیں۔

برادران! اب سوچو کہ آج ہندوستان کے تمام احناف ان روزوں کو رکھتے ہیں اور جائز اور سنت جان کر، پس جس طرح ان تمام مسائل میں تقلید شخصی کو تمام اگلے پچھلے حنفیوں نے چھوڑ دی ہے، اہل حدیث چاہتے ہیں کہ اسی طرح بقیہ دین میں بھی تقلید شخصی کے محدود دائرے سے نکل جائیں اور قرآن وحدیث کے وسیع اور صاف میدانوں میں آجائیں۔

دوستو! اس راہ نہ چلو جو کوفے کو جائے اس راہ چلو جو سیدھی مدینے کو جائے اور وہاں سے رسول کی انگلی تھام کر جنت کے سیدھے راستے پر لگ جاؤ انصاف کیجئے ہماری اس دعوت میں کیا برائی ہے؟

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا = بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

یہ سب کچھ تو آپ نے دیکھ سن لیا اب میں ایک اور بات آپ کو بتلاؤں کہ حنفیوں نے نہ صرف اپنے حنفی مذہب کے خلاف بلکہ چاروں مذہبوں کے خلاف بھی فتوے دیئے ہیں۔ چنانچہ مسلم اور اس کی شرح میں ہے ”ان المتاخرین افتوا

(۱) فتاوی قاضی خان ج ۲ ص: ۴۲۵

(۲) عالمگیری ج ۱ ص: ۱۲۹

بتحلیف الشھود اقامة له موقع التزكية على مذهب ابن ابی لیلیٰ ''یعنی متاخرین فقہاء حنفیہ نے بمطابق ابن ابی لیلیٰ کے مذہب کے فتویٰ دیا ہے کہ گواہوں کو ان کی صفائی کے قائم مقام قسم دلوادی جائے، دراصل یہ مسئلہ چاروں مذاہب کے خلاف ہے لیکن احناف اسے مانتے ہیں اور تمام پچھلے فقہاء کا یہی فتویٰ ہے، بلکہ شرح تحریر ابن ہمام صاحب فتح القدیر میں ہے ''فان وصل فتوىٰ سفيان ابن عيينه او مالك ابن دينار او غيرهم يجوز الاخذ به كما يجوز الاخذ بفتوىٰ الائمة الاربعة ''یعنی اگر سفیان بن عیینہ اور مالک بن دینار وغیرہ کا کوئی فتویٰ ہمیں ملے تو اسے لینا بھی جائز ہے جس طرح ان چاروں ائمہ کا فتویٰ لینا جائز ہے، پس چاروں مذہبوں سے آزاد ہو کر چاروں اماموں کے علاوہ اوروں کے فتاوی پر بھی عمل جائز ہو گیا، بلکہ عمل کیا گیا ہے اور گویا حنفی مذہب سے صاف کہہ دیا گیا۔

گر تم نہیں تو اور بت مہ جبیں سہی = ہم کو تو دل لگی سے غرض ہے کہیں سہی

الغرض تقلید کی یہ حائل شدہ بے بنیاد دیواریں دراصل ہلکی سی ہوا کے ایک یونہی سے جھونکے سے اوندھی گر پڑیں گی اور ذرا تیز ہوئی تو اس کی خیالی اینٹیں تنکوں کی طرح اڑتی ہوئی نظر آئیں گی اس لئے مسلمانوں سے اپیل ہے کہ سب مل کر سنت نبوی پر عمل کریں، اور ان بادھوائی باتوں سے دور ہو جائیں

چلتے چلتے ذرا ایک بات اور بھی سنتے جایئے جو لوگ آج کل اپنے تئیں حنفی کہلواتے ہیں، یہ حنفی کہلوانا بھی تقلید کے سراسر خلاف ہے فقہ کی کسی کتاب میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منقول نہیں کہ لوگ نبی کریم ﷺ کی طرف سے اپنی نسبت ہٹالیں، اور اس کے بدلے میری طرف اپنی نسبت کرلیں اور بجائے محمدی کہلوانے حنفی کہلوائیں، آؤ سب مل کر شرک وکفر، قبر پرستی، تعزیہ پرستی، مخلوق پرستی، امام پرستی کو چھوڑ دیں اور توحید خداوندی پر مضبوط ہو جائیں، دنیا کے تمام دینوں کو چھوڑ کر اسلام قبول کر کے مسلمان کہلوائیں، سب مل کر امتیوں کی

تابعداری کے طوق گردن سے اتار پھینکیں اور حدیث رسول پر عمل کریں اور اہل حدیث کہلوائیں سب مل کر اوروں کی طرف سے اپنی نسبت ہٹالیں اور اپنے رسول ﷺ کی طرف اپنی نسبت کرلیں اور محمدی کہلوائیں وفقنا اللہ لما یحب ویرضاہ

ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمد = ما نرگسیم حیران دیدار ما محمد

قمری بہ سرو ناز و بلبل بہ گل فریبد = ما عاشقیم بے جاں دلدار ما محمد

مسلمان بھائیو! آؤ میں تمہیں ایک چھوٹی سی بات کہوں کہ تم ان جھگڑوں سے چھوٹ جاؤ ذرا خدا لگی کہنا کہ کیا یہ اچھا ہے کہ تم کسی مسئلہ کو پوچھنے کو جاؤ تو کسی عالم سے یہ پوچھو کہ فلاں مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کا کیا حکم ہے؟ یا یہ اچھا ہے کہ آپ جا کر ان سے یہ دریافت کریں کہ فلاں مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ بس اتنی سی بات ہے کہ مقلد اپنے امام کا قول پوچھتا ہے اور محقق رسول مقبول ﷺ کا حکم دریافت کرتا ہے، اب تمہیں جو چیز بھلی معلوم ہو کرو، جو سوال اچھا لگے پوچھو! ان تمام باتوں کے ساتھ ہی یہ کہہ دوں کہ دارومدار حنفی مذہب کا فقہ کی جن کتابوں پر ہے لطف تو یہ ہے کہ وہ کتابیں بھی صرف امام صاحب کے ہی اقوال بیان نہیں کرتیں بلکہ وہ ادھر ادھر کے تیرے میرے اقوال سے پر ہیں۔ دعویٰ تو تقلید شخصی کا ہے مگر عمل تقلید شخصی پر نہیں بلکہ جن کتابوں پر عمل ہے وہ ایک امام صاحب کے ہی اقوال کا مجموعہ نہیں اس میں تو بلا مبالغہ سیکڑوں لوگوں کے اقوال ہیں۔ حجۃ الھند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور عالم کتاب حجۃ اللہ البالغہ ص: ۱۲۸ جلد اول میں لکھتے ہیں'' انی وجدت بعضهم یزعم ان جميع ما يوجد فى هذه الشروح الطويلة و كتب الفتاوى الضخمة هو قول ابى حنيفة وصاحبيه ...... وليس مذهباً فى الحقية ''

(۱) یعنی لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ فقہ کی ان ضخیم اور طویل کتابوں میں جتنے مسائل ہیں وہ سب امام صاحب اور ان کے دونوں شاگردوں کے ہیں، حالانکہ یہ بات

(۱) حجة الله البالغه ج ۱ ص: ۱۶۰ . المكتبة الاشرفية ديوبند

بالکل غلط ہے فی الحقیقت یہ سب مسائل ان حضرات کے نہیں ہیں، بلکہ شاہ صاحب موصوف اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اصول فقہ اور فقہ کی کتابوں کی نسبت اس سے بھی سخت ریمارک کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں ”بعضهم يزعم ان بناء المذهب علىٰ هذه المحاورات الجدلية المذكورة فى مبسوط السرخسى والهداية والتبيين ونحو ذلك ولايعلم ان اول من اظهر ذلك فيهم المعتزلة“ یعنی بعض لوگ جانتے ہیں کہ کتب فقہ مثلاً مبسوط اور ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں جو لمبی چوڑی بحثیں، مسائل اور اصول ہیں وہ حنفی مذہب کی بنا ہیں، حالانکہ یہ خیال لاعلمی پر مبنی ہے بلکہ اول اول ان باتوں کو معتزلہ نے ظاہر کیا ہے (جو حنفی مذہب میں داخل ہوگئی ہیں) انصاف ص: ۸۴ میں شاہ صاحب اصول فقہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ اکثر لوگ انہیں امام صاحب کے اصول مانتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے (۱) پس خود مسائل کی نسبت بھی غلط اور ان کے اصول کی نسبت بھی غلط، پھر ان کے ماننے پر اتنا اصرار، یہ نری بے خبری نہیں تو اور کیا ہے؟

ہنوز طفلی واز نوش ونیش بے خبری = زحسن ماچہ ازحسن خویش بے خبری

چونکہ مندرجہ بالا عبارتوں میں شاہ صاحب نے تشریح کی ہے کہ کتب فقہ حنفیہ میں جو اقوال ہیں وہ صرف تینوں اماموں ہی کے نہیں، بلکہ اور بزرگوں کے بھی ہیں، میں اسے قدرے تفصیل سے لکھتا ہوں سنئے! پھر مقلدین کے تقلید شخصی کے دعوے پر غور کیجئے۔ آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ تقلید شخصی کے درخت پر پہلا کلہاڑا ان ہی حضرات کا پڑ رہا ہے۔

(۱) الانصاف ص: ۹۲

حنفیہ کے مسائل کی تین قسمیں ہیں

۱:- **مسائل اصول** - جن سے مراد امام ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد، زفر، حسن بن زیاد، وغیرہ وہ لوگ جو امام صاحب کے شاگرد تھے ان سب کے احکام۔

۲:- **مسائل نوادر** - یہی مروی تو انہیں حضرات سے ہونگے، احکام انہیں کے ہونگے، رائے قیاس کرنے والے ان کے بھی یہی بزرگ ہیں لیکن ان کی روایات ایسی ظاہر اور ثابت اور صحیح نہیں، جیسی قسم اول کی تھیں۔

۳:- **واقعات** - یہ وہ مسائل ہیں جن کو ان کے بعد والے مجتہدوں نے استنباط کیا ان سے سوالات ہوئے اور کوئی روایت ان کے جواب میں امام صاحب سے مروی نہ تھی تو اس جماعت نے قیاس اور استنباط کر کے اپنی رائے سے وہ مسائل بیان کئے، اس جماعت کا حلقہ بہت وسیع ہے، اس گروہ میں امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد بھی داخل ہیں پھر ان کے شاگرد بھی داخل ہیں اور اسی طرح نیچے تک، ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں

عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابوسلیمان جرجانی، ابوحفص بخاری، محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ، ابونصر، قاسم بن سلام وغیرہ، زبان پر نام تو امام ابوحنیفہ کا لیکن ایک کروٹ لیتے ہی امام صاحب کو جو چھوڑا تو ایسا کہ ایک چھوڑ کئی ہزار کئی لاکھ امام ابوحنیفہ بنالئے۔

پہلو سے دو گھڑی جو سرکتے نہ تھے کبھی = گھبرا گئے وہ دفن میں تاخیر دیکھ کر

میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے ثبوت میں سردست ایک نہایت معتبر حوالہ مع عبارت نقل کردوں پھر اس کی نسبت ایک خاص بات عرض کروں گا، حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی ج ۱ ص: ۵۱ میں ہے ”اعلم ان مسائل اصحابنا الحنفية علىٰ ثلاث طبقات الاولىٰ مسائل الاصول ...... وهى

مسائل مروية عن اصحاب المذهب وهم ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد ويلحق بهم زفر والحسن بن زياد وغيرهما ممن اخذ عن الامام ...... الثانية مسائل النوادر وهي المروية عن اصحابنا المذكورين ...... لم تروعن محمد بروايات ظاهرة ثابتة صحيحة ...... الثالثه الواقعات وهي مسائل استنبطها المجتهدون المتأخرون لما سئلوا عنها ولم يجدوا فيها رواية وهم اصحاب ابي يوسف ومحمد واصحاب اصحابهما وهلم جراوهم كثيرون ......"(۱) اس کا ترجمہ قریب قریب اوپر گذر چکا۔

اب آپ خیال فرمائیے کہ قسم اول کے مسائل امام صاحب کے ہیں اور ان کے شاگردوں کے جن کی تعداد خوش عقیدگی سے کبھی دس ہزار بتلائی جاتی ہے کبھی کم وبیش، حافظ ابوالمحاسن نے نوسواٹھارہ شخص کو بقید نام ونسب شمار کر دیئے ہیں، پس کم سے کم ایک ہزار شخص تو یہ ہوگئے، قسم سوم میں چونکہ ان شاگردوں کے شاگردوں کے قیاسات اور اجتہاد واستنباط بھی حنفی مذہب میں داخل ہیں اس لئے اگر فی شاگرد کم از کم دس شاگرد بھی رکھے جائیں تو ایک ہزار کے دس ہزار شاگرد ہوئے، دس ہزار قسم سوم اور ایک ہزار قسم اول کے مل کر گیارہ ہزار اشخاص وہ ہوئے جو حنفی مذہب کی مملکت کے آزاد فرمانروا ہیں اب پھر ان کے شاگرد ہر ایک کے دس دس رکھے جائیں تو دس ہزار کے ایک لاکھ شاگرد ہو گئے تو صرف ان تینوں پیڑھیوں میں ایک لاکھ گیارہ ہزار بانیان مذہب حنفی کی تعداد صحیح ہوگئی، لیکن اب تک ختم نہیں ہوئی بلکہ پھر ان کے شاگرد پھر ان کے شاگرد سلسلہ بہت دراز ہے اس مسلسل سلسلہ کی صرف پہلی تین کڑیوں کی تعداد کم از کم ایک لاکھ گیارہ ہزار تک تو پہونچ گئی اور حالانکہ ابھی اس کی درجنوں کڑیاں اچھوتی ہیں، تقلید شخصی کا دعویٰ کرنے والو! آنکھیں کھولو! کیا یہ تقلید شخصی ہے یا تقلید لکھی یا کروڑی؟

(۱) ردالمحتار ج ۱ ص ۱۶۸

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں = لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اور یہ بھی سمجھ لو کہ فقہ کی کتابوں میں صرف امام صاحب کے ہی اقوال نہیں بلکہ ان لاکھوں کروڑوں کے ہیں، پھر ایک پر لطف بات سنئے! یہ ضروری نہیں کہ امام صاحب سے جو مسئلہ بیان کرنا چھوٹ جائے اسے ان کے شاگرد بیان کردیں اور وہ مان لیا جائے ان کے شاگردوں کی کمی کو شاگردان شاگرد پوری کریں اس کمی کو پھر بعد والے، ان کے پیچھے والے، نہیں نہیں، بلکہ شاگردوں کو حق ہے کہ وہ امام صاحب کے خلاف کریں پھر ان کے شاگردوں کو حق ہے کہ وہ اپنے استادوں کے خلاف کریں، اسی طرح ہر نیچے والا اوپر والے کی مخالفت کرنے میں آزاد اور خودسر ہے، اور پھر لطف پر لطف یہ ہے کہ یہ بھی حنفی مذہب اور وہ بھی حنفی مذہب، یہ بھی حق وہ بھی حق، ایک کہتا ہے یہ حرام دوسرا کہتا ہے حلال، ایک کہتا ہے نکاح ہوگیا دوسرا کہتا ہے نہیں ہوا، ایک کہتا ہے طلاق پڑ گئی دوسرا کہتا ہے نہیں پڑی، تو یہ بھی حنفی مذہب وہ بھی حنفی مذہب۔ یہ بھی حق وہ بھی حق حلال بھی ہمارا، حرام بھی ہمارا۔

شیشۂ مئے بغل میں پنہاں ہے = اور پھر بھی دعویٰ ہے پارسائی کا

اگر میری بات کڑوی لگتی ہے تو لیجئے اس کے منہ سے آپ کو سناؤں جو اس مذہب میں ایک نہایت ہی مقتدر اور ذیشان ہستی ہے یعنی علامہ ابن عابدین صاحب شامی۔ چنانچہ اسی کتاب میں جس کا حوالہ پہلے گذرا بلکہ اسی صفحہ میں اسی عبارت کے آگے وہ لکھتے ہیں "وقد يتفق لهم ان يخالفوا اصحاب المذهب لدلائل واسباب ظهرت لهم"(۱) یعنی یہ تیسری قسم کے اور تیسرے درجہ کے لوگ جن کی باتیں حنفی مذہب میں اسی طرح داخل ہیں جس طرح خود امام صاحب کی، یہ امام صاحب کے خلاف بھی مسائل بیان کرتے ہیں، جب ان پر دلائل کھل جاتے ہیں اور اسباب معلوم ہو جاتے ہیں (تو یہ قسم اول

(۱) ردالمحتار ج ۱ ص: ۱۶۹

وودم کے خلاف مسائل بیان کرتے ہیں۔ فتاوے دیتے ہیں اور وہ بھی حنفی مذہب میں قسم اول کی طرح داخل ہیں۔ اب ان تمام حقائق کو پردے میں کر کے یہ مشہور کرنا کہ ہم صرف امام صاحب ہی کی مانتے ہیں یہ کب تک چل سکے گا

خضاب پردۂ پیری نمی شود صائب = بمکر وحیلہ خزاں را بہار نتواں کرد

ناظرین نے معلوم کرلیا ہوگا کہ فی الواقع حنفی مذہب کے اماموں کی تعداد لاکھوں سے گذرگئی نہ صرف ایک حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کی تقلید ضروری رہی بلکہ ان کے ساتھ ان کے شاگردوں کی اور پھر ان کے شاگردوں کی، پھر ان کے شاگردوں کی اور اسی طرح مسلسل۔ لیکن آپ یہ خیال نہ فرمایئے کہ کہ سوا اس سلسلہ کے اس حکومت کا حاکم کوئی اور نہیں، اس بادشاہت کے تخت پر سوا اس امتیاز کے کوئی اور نہیں بیٹھ سکتا، نہیں، نہیں، بلکہ اس حق کے حقدار اور بھی ہیں، یہاں تک کہ آج کل کے علمائے کرام بھی کبھی کبھی تخت نشین ہوجایا کرتے ہیں اور جبراً نہیں بلکہ انہیں بھی حق دے رکھا ہے، چنانچہ اسی کتاب کے ص: ۵۳ میں ہے" وان لم یوجد منهم جواب البتة نصاً ینظر المفتی فیها نظر تأمل وتدبر واجتهاد "(۱) یعنی اگر تمام بزرگوں سے کسی مسئلہ کا جواب بالکل پایا ہی نہ جائے تو فتوی دینے والا خود اس میں غور وخوض اور اجتہاد کرلیا کرے، لیجئے جناب! اب تو اس کی وسعت نے شاید کسی مولوی عالم کو نہ چھوڑا۔

آپ ہی اپنے ذرا جور وستم کو دیکھو = ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

برادران! میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ مندرجہ بالا تحریر پڑھنے کے بعد بھی جو تمام دنیا کے حنفیوں کے نزدیک مسلم ہے اور کسی دو ایک مسئلہ میں نہیں بلکہ اصول کے اعتبار سے سارے حنفی مذہب کو شامل ہے، کیا کوئی حنفی ایمانداری سے یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں تقلید شخصی کرتا ہوں؟ صرف امام ابوحنیفہ ہی کا مقلد ہوں؟ یا دہ یہ کہہ سکتا ہے کہ کتب فقہ میں جو مسائل ہیں وہ سارے کے سارے صرف امام

(۱) ردالمحتار ج ۱ ص: ۱۷۲

صاحب کے یا ان کے دونوں شاگردوں ہی کے ہیں؟ نہیں بلکہ وہ تو لاکھوں آدمیوں کے رائے قیاس کا مجموعہ ہے اور یہی شاہ ولی اللہ کا مقصود ہے کہ خدا جانے کن کن کے رائے قیاس اور اقوال کے مجموعہ کو امام صاحب کے سر تھوپا جاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حنفی مذہب کی ان فقہ کی کتابوں میں صرف امام صاحب ہی کے قول نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں کے اقوال بے سند ہیں اور پھر اس مجموعہ کا نام حنفی مذہب ہے جو تقلید شخصی کے بھی منافی ہے اور ان کتابوں کے موضوع کے بھی مخالف ہے آپ بھی انہیں دیکھ جایئے کہیں علمائے بلخ کے فتاویٰ ہیں، کہیں علمائے سمرقند کے، کہیں علمائے ماوراء النہر کے، کہیں علمائے خراسان کے، باوجود ان مسلمہ اصول کے پھر بھی تقلید شخصی کا دعویٰ کہاں تک درست ہے؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "نظرت فی کتب لاصحاب ابی حنیفة فاذا فیها مائة وثلاثون ورقة فقدرت منها ثمانین ورقة خلاف الکتاب والسنة" (جز تاریخ خطیب بغدادی ص: ۱۳۳)(۱) میں نے حنفیہ کی کتابیں دیکھیں جو ایک سوتیس ورق کی تھیں تو میں نے ان میں سے اسی ورق کے مسائل قرآن وحدیث کے خلاف پائے، پس یہ مجموعے جہاں ہزار ہا لوگوں کے اقوال سے پر ہیں وہاں اسی طرح ہزار ہا اغلاط سے بھی پر ہیں، پس اول تو ان مسائل کی نسبت غلط دوسرے خود مسائل غلط۔

بیٹھے اداس، اٹھے پریشاں خفا چلے = پوچھے تو کوئی آپ کیا آئے کیا چلے

امام سبکیؒ طبقات شافعیہ کبریٰ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "اما کتاب ابی حنیفة فیقولون کتاب اللہ ورسوله وانما هم مخالفون له" یعنی لوگ امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو قرآن حدیث کے مطابق کہتے ہیں حالانکہ دراصل سراسر خلاف ہیں، غرض قرآن وحدیث سے، ائمہ کے اقوال سے، صحابہ اور تابعین کے اقوال سے، خود حنفی مذہب کے اصول سے

(۱) تاریخ خطیب بغدادی ص: ۴۱۰

حنفی مذہب فقہ کی کتابوں سے ،حنفیوں کے طرز عمل سے ،تقلید کا باطل ہونا پوری طرح ثابت ہوگیا۔

قرآن وحدیث تجھ کو بس ہے =ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے

میں چاہتا ہوں کہ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح کردوں کہ ان کتابوں میں جن پر آج ہندوستان کے تقلیدی مذہب کا دارومدار ہے ، کیسے کچھ مسائل ہیں ؟ اس مضمون کو میں بسط کے ساتھ اپنی کتاب درایت محمدی اور سیف محمدی وغیرہ میں لکھ چکا ہوں (۱) لیکن نمونہ کے طور پر یہاں بھی کچھ مسائل کتاب درمختار مع شامی سے نقل کرتا ہوں۔

اس کتاب کو بھی اگر حنفی مذہب کا بنیادی پتھر کہیں تو بالکل مناسب ہے، دنیا میں کوئی حنفی ایسا نہیں جو کہہ سکے کہ یہ حنفی مذہب کی کتاب نہیں ، جو مسائل میں یہاں پر نقل کرتا ہوں وہ صرف نمونہ کے طور پر پچاس ہی ہیں ۔ میں یہ بھی کہہ دوں کہ کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ غلط لکھ دیا ہوگا ، تہمت باندھ دی ہوگی ، یا کتاب میں کچھ ہوگا اور نقل کچھ کیا ہوگا ان تمام شکوک کو رفع کرنے کے لئے میں علی الاعلان دعوے سے کہتا ہوں ''بحوله وقوته '' کہ اگر ان مسائل میں سے ایک مسئلہ بھی اس کتاب میں نہ ہو تو فی مسئلہ ایک سو روپیہ انعام

درمختار جلد اول مطبوعہ درالکتب مصر ص: ۸۵ (۲) میں مسواک کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

☆ ''ولامضطجعاً فانه یورث کبر الطحال ''یعنی لیٹے لیٹے مسواک نہ کرے اس سے تلی بڑھ جاتی ہے۔

☆ ''ولایقبضه فانه یورث الباسور ''یعنی مسواک کو پکڑے نہیں (جس

(۱) سیف محمدی اور درایت محمدی جدید حوالہ جات اور مفید حواشی کے ساتھ ادارہ سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کے علاوہ شمع محمدی ، امام محمدی ، دلائل محمدی ، نکاح محمدی بھی طبع ہو چکی ہے۔

(۲) درمختار ج ۱ ص ۲۱ (مطبوعہ زکریا بک ڈپو دیوبند)

طرح کسی اور چیز کو پکڑتے ہیں) اس سے بواسیر ہو جاتی ہے۔

☆ ''ولایمصه فانه یورث العمی ''یعنی مسواک کو چوسے نہیں کیونکہ مسواک چوسنے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔

☆ ''ثم یغسله والا یستاک الشیطان به ''یعنی مسواک کرکے پھر اسے دھو ڈالے ، ورنہ اس سے شیطان مسواک کرنے لگتا ہے۔

☆ ولایزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیه ''یعنی مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ رکھے ورنہ اس پر شیطان سواری کرتا ہے

☆ ''ولایضعه بل ینصبه والا فخطر الجنون ''یعنی مسواک کو رکھ نہ دے بلکہ اسے گاڑ دے ورنہ اس سے دیوانگی آجاتی ہے ، یعنی ایسا نہ کرنے سے انسان پاگل ہو جاتا ہے۔

برادران ! کیا ان چھ مسائل کیلئے کوئی دلیل ہے ؟ قرآن کی کوئی آیت ، پیغمبر کی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں یہ مسائل موجود ہوں ، بلکہ حکمت اور طب کی کتابوں میں بھی ان کا پتہ نہیں چلتا ، عقل وفہم سے ان باتوں کو دور کا بھی تعلق نہیں ، بھلا شیطان لکڑی پر سواری کیا کرے گا ؟ اگر شیطان نے ہماری شریعت کے ایک مسئلہ پر عمل کر لیا یعنی اس نے بھی مسواک کرلی تو ہمارا کیا بگڑے گا ؟ فقہاء کرام کو دین خدا کے کامل ہو چکنے کے بعد ان مسائل کو از خود ایجاد کرنے کا کون سا منصب تھا ؟ ان بے سند باتوں سے اسلام میں کون سی خوبی آگئی ؟

زخم دل میں نہیں ہے قطرۂ خوں = خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

☆ اسی جلد کے ص: ۲۲۶ میں کن کن چیزوں سے نجاست دور ہو سکتی ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ''تطهر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلاثاً '' (۱) یعنی انگلی اور چھاتی نجس ہوگئی ہو تو تین مرتبہ چاٹ لینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اولاً تو یہ مسئلہ بے دلیل ، قرآن وحدیث میں انگلی اور عورت کی چھاتی اگر ناپاک

(۱) ملاحظہ ہو فتاوی شامی ج ۱ ص ۵۱۰

ہوگئی ہو تو اس مسئلہ کی پاکیزگی کا یہ طریقہ ہرگز مروی نہیں، دوسرے خود طبع انسانی کے بھی یہ مسئلہ خلاف ہے، کوئی بھلا آدمی ہرگز اسے پسند نہ کرے گا کہ انگلی پر نجاست لگ گئی تو اسے چاٹ لے، نعوذ باللہ۔ تیسرے یہ تو نجاست کو متعدی کرنا ہے انگلی سنی تھی اب منہ کو سانا ایک نجاست کو دو جگہ پھیلایا تیسرے پاکیزگی حاصل کہاں ہوئی؟ ایک نجس عضو سے دوسرے غیر نجس عضو کو بھی نجس کیا اور یہ خیال کرلیا کہ پہلا عضو پاک ہوگیا عقل سلیم بھی ہرگز اسے قبول نہیں کرسکتی۔

☆ پھر ص:۲۴۵ میں لکھتے ہیں ''ویطھر لبن وعسل ودبس ودھن یغلی ثلاثا'' (۱) یعنی دودھ شیرۂ انگور اور تیل تین مرتبہ جوش دے لینے سے پاک ہوجاتے ہیں، اس مسئلے کو بھی خوش اعتقادی کے جوش میں آکر چاہے حنفی بھائی مان لیں لیکن ایک محقق ہرگز اسے قبول نہیں کرسکتا، بلکہ طبع سلیم بھی اسے نہیں مان سکتی، عقل انسانی بھی اسے باور نہیں کرسکتی، اور یہ مسئلہ حدیث کے بھی خلاف ہے حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ ایسی حالت میں ان جیسی چیزوں کو پھینک دینا چاہئے (ملاحظہ ہو احمد ابوداؤد وغیرہ) ''وان کان مائعا فلا تقربوہ'' (۲) یعنی جب گھی میں چوہا پڑجائے تو اگر...... گھی پگھلا ہوا ہے تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ، یعنی اسے ہرگز نہ کھاؤ۔

دوستو! کیا آپ کا جی چاہے گا کہ آدھ سیر دودھ گھر میں رکھا ہوا ہے جس میں بلی پیشاب کرگئی یا کسی لڑکے نے اس میں پیشاب کردیا تو آپ اس دودھ کو چولہے پر رکھ دیں اور جب تین مرتبہ اس میں ابال آجائے تو آپ اتارلیں اور پی لیں؟ میرا تو خیال ہے کہ آپ ہرگز ایسا نہیں کریں گے، پس یہ مسئلہ جہاں خلاف قرآن وحدیث بے دلیل محض ہے وہاں طبع انسانی اور عقل سلیم کے بھی یکسر خلاف ہے، جبکہ چوہا جو اس قدر نجس بھی نہیں گھی میں جو بہنے والا ہے پڑنے پر حضور نے اس

(۱) ملاحظہ ہو شامی ج ۱ ص ۵۴۳
(۲) ابوداؤد ج ۲ ص ۵۳۷

گھی کا کھانا منع فرمادیا تو پھر ایک مسلمان اس صریح حدیث کے خلاف کیوں کرے گا؟

☆ اسی جلد کے ص:۲۱۵ میں ہے ''واستقبال شمس وقمر لھما ای لاجل بول وغائط'' (۱) یعنی پاخانہ پیشاب کرنے وقت سورج چاند کی طرف منہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

مسلمانو! آپ کے زندہ ضمیر سے اپیل ہے کہ اپنے علماء سے پوچھو کہ اس کی دلیل کیا ہے یہ سورج چاند کی اتنی عظمت کیوں ہونے لگی؟ حدیث میں تو قبلہ کی طرف منہ کرنا منع تھا آپ نے یہ دو چیزیں اور قبلہ جیسی کیوں مان لیں؟ کسی کو خدا کے دین میں زیادتی کرنے کا کیا حق ہے؟ مشرق ومغرب میں پھر کر اس کی کوئی دلیل تو قرآن حدیث سے پیش کرو۔ اور جب نہیں ہے تو آؤ اس تقلید شخصی سے دست بردار ہوجاؤ، تاکہ ان کتابوں کے ایک ایک مسئلہ کے ماننے کی پابندی سے تم آزاد ہوجاؤ اور تمہارا مذہب وہی ہوجائے جو صحابہ تابعین اور ائمہ دین کا تھا، اور جس پر آج بحمد اللہ اہل حدیث ہیں یعنی صرف قرآن وحدیث کو ہی شرع اور دین سمجھنا۔

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دنیا کے حسیں
جمع ہوتا ہے مسالہ تری یکتائی کا

☆ اسی جلد کے ص:۲۵۵ میں ہے ''وقع خمر فی خل ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال ان لم یظھر اثرہ'' (۲) یعنی سرکے میں اگر شراب کی ایک بوند پڑجائے تو ایک ساعت گذرجانے کے بعد وہ حلال ہوتا ہے اور اگر ایک کوزہ شراب کا پڑجائے تو اسی وقت حلال ہوجاتا ہے، اگر اس کا اثر ظاہر نہ ہو، یہ مسئلہ بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ایک حلال چیز میں حرام چیز کا اگر ایک قطرہ پڑجائے تو اسی وقت حلال'' گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز

(۱) ملاحظہ ہو فتاوی شامی ج ۱ ص ۵۵۵
(۲) فتاوی شامی ج ۱ ص ۵۶۲

کریں" رہا اثر نہ ظاہر ہونا تو ظاہر ہے کہ سرکے کی تیز بو اور زیادتی شراب کی بد بو اور کمی پر غالب آہی جائے گی مگر اس سے پاکیزگی اور حلت کو کیا تعلق؟

برادران! بتلاؤ اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ کہ کیا سرکے کی وہ پیالی جس میں ایک قطرہ شراب کا پڑ گیا ہو آپ حلال سمجھ کر پی لیں گے؟ جبکہ اس کا اثر ظاہر نہ ہو؟ میرا تو ایمان ہے کہ آپ کی طبیعت گھن کرے گی اور آپ اسے ناپاک وحرام سمجھ کر پھینک دیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس چیز کی زیادتی نشہ آور ہو اس کی کم سے کم مقدار بھی حرام ہے (ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ) (۱) لیکن اگر آپ تقلید شخصی کے وجوب کے قائل رہے تو لازمی طور پر آپ کو ان کتابوں پر ایمان لانا پڑے گا اور ان کی یہ تعلیم مجبور کرے گی کہ آپ ان مسائل کو مانیں اس لئے ہماری طرف سے ہمدردانہ دعوت ہے کہ آؤ اپنا مذہب وہی رکھو جو خود امام صاحب کا مذہب تھا یعنی صحیح حدیث جیسا کہ اسی کتاب میں آپ پڑھ آئے ہیں

☆اسی کتاب کی اسی جلد کے ص: ۴۰۲ میں قرأت کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ویکرہ التعیین کالسجدۃ وھل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قراءتھما احیاناً" (۲) یعنی تعیین کرلینا مکروہ ہے جیسے ہر جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ سجدہ اور ھل اتی کا پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونوں سورتوں کا پڑھ لینا مندوب ہے۔

مسلمان بھائیو! فقہ کی اس عبارت کو آپ نے پڑھ لی اب آیئے! حدیث کی اس عبارت کو بھی پڑھ لیجئے "عن ابی ھریرۃ قال کان النبی ﷺ یقرأ فی الفجر یوم الجمعۃ بآلم تنزیل فی الرکعۃ الاولیٰ وفی الثانیۃ ھل اتی علی الانسان" (بخاری مسلم) (۳) یعنی رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن

(۱) ابوداؤد ص: ۵۱۸ کتاب الاشربۃ / ابن ماجۃ ج ۲ ص: ۱۱۲۵
(۲) شامی ج ۲ ص: ۲۶۵
(۳) بخاری ج ۱ ص: ۱۲۲ / مسلم ج ۱ ص: ۲۸۸ کتاب الجمعۃ

صبح کی نماز میں سورہ سجدہ پہلی رکعت میں اور سورہ ھل اتی دوسری رکعت میں پڑھا کرتے تھے، کان کا مضارع پر داخل ہونا استمرار اور ہمیشگی کا فائدہ دیتا ہے۔ صرف کی کتابوں میں دیکھ لیجئے یہ بخاری مسلم کی حدیث ہے بالکل صحیح ہے اور صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ ہر جمعہ کی صبح کو یہی دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے، کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں جس میں اس کے خلاف ہو۔

آں حضرت ﷺ سے پوری عمر میں ان دونوں سورتوں کے ماسوا جمعہ کے دن کی صبح کی فرض نماز میں اور کسی سورت کا پڑھنا صراحتاً مروی نہیں۔ لیکن افسوس کہ فقہاء اسے مکروہ بتلاتے ہیں، حضور ﷺ کے ہمیشگی والے فعل کو حرام بتلانا کس قدر بری جرأت ہے؟ اور کس بے طرح شریعت کا مقابلہ ہے؟ خیر وہ لوگ تو گذر چکے اب کلام آپ موجودہ حضرات سے ہے کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو قبول کریں گے یا فقہاء کی رائے کو؟ اگلے مسلمان تو حدیث پر جان دیتے تھے وہ تو خلاف حدیث قول کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کے پاک زمانوں تک کسی کو اس قسم کی باتوں کے لکھنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔

نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا
ہوگئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا

☆ درمختار مصری جلد دوم ص: ۱۱۳ (۱) میں ان صورتوں کا بیان کرتے ہوئے جن میں روزے کی قضا تو ہے مگر کفارہ نہیں لکھا ہے "او وطی امرأۃ میتۃ" یعنی یا وطی کی مردہ عورت سے مطلب یہ ہے کہ مردہ عورت سے وطی کرنے پر اگر انزال ہوا ہے تو روزہ تو جاتا رہا اس کے ذمہ قضا ہے مگر کفارہ نہیں، یہ تو ہے بیان صاحب تنویر الابصار کا صاحب درمختار لکھتے ہیں۔

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۱۵۰

☆ او صغیرۃ لاتشتھی ...... یعنی یا اس کم عمر لڑکی کے ساتھ وطی کرنے سے جو خواہش مند نہ ہو۔

☆ او بھیمۃ .... یعنی یا چوپائے کے ساتھ، پس مردہ عورت نابالغ غیر خواہش مند بچی اور چوپائے جانور کے ساتھ وطی کرنے سے اگر انزال ہو گیا ہے تو روزہ جاتا رہا مگر کفارہ پھر بھی نہیں، صرف قضا ہے۔

☆ اور اگر انزال نہیں ہوا تو نہ قضا ہے نہ کفارہ بلکہ روزہ ہی نہیں ٹوٹا وہ ثابت ہے۔ درمختار کے لفظ یہ ہیں "حتی لولم ینزل لم یفطر" یعنی اگر ان صورتوں میں انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

فقہ کے ان مسائل کو ایک طرف رکھ کر دوسری جانب اس حدیث کو رکھیے کہ ایک شخص نے اپنی جائز اور حلال بیوی سے رمضان شریف میں روزے کی حالت میں مجامعت کی تو آں حضرت ﷺ نے انہیں کفارے کا حکم دیا اور روزے کی قضا کو بھی فرمایا، کفارہ یہ مقرر کیا کہ ایک غلام آزاد کرے، نہ ہو سکے تو دو مہینے کے پے درپے روزے رکھے یہ بھی نہیں کر سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (ملاحظہ ہو بخاری شریف وغیرہ) (۱)

پس حدیث میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کرنے والے پر اللہ کے رسول ﷺ کفارہ بتلائیں اور روزے کی قضا بھی، انزال عدم انزال کی کوئی قید نہ لگائیں، اسی صاف صحیح اور صریح حدیث کے مخالف فقہاء یہ لکھیں کہ مردہ عورت، چھوٹی کم سن غیر خواہش مند عورت اور چوپائے کے ساتھ وطی کرنے سے کوئی کفارہ نہیں، گو انزال بھی ہوا ہو اور اگر انزال نہ ہوا ہو پھر تو قضا بھی نہیں کیونکہ روزہ ہی نہیں ٹوٹا۔

انصاف پسند لوگو! شریعت کی قدر و عزت والے لوگو! فرمان رسول ﷺ کی وقعت وعظمت کرنے والے لوگو! نبی اور غیر نبی میں امتیاز کرو، فرمان رسول اور قول

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۲۵۹

فقیہ میں فرق کرو، اتباع سنت اور تقلید شخصی میں غور کرو، اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف کسی کی نہ مانو، ورنہ ایمان کے لالے پڑ جائیں گے افسوس! آپ نے نبی کے کلام کی اتباع چھوڑ کر امتی کی تقلید کو ترجیح دیدی۔

مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے
دنیا میں قدرداں نہیں صاحب کمال کے

☆ اسی جلد کے ص: ۳۰۴ میں ہے (۱) (و) اصل ممسوسته بشھوۃ ولو لشعر علی الرأس بحائل لایمنع الحرارۃ

☆ (واصل ماسته) یعنی جس عورت کو کسی مرد نے شہوت کے ساتھ چھو لیا گو اس کے سر کے اوپر کے بال پر ہی ہاتھ پڑا ہو اور بال پر بھی کوئی کپڑا وغیرہ ہو لیکن ایسا کہ جو حرارت کو نہ روکتا ہو، اور جس عورت نے کسی مرد کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو اس کی اصل وفرع (یعنی ماں بیٹی وغیرہ) اس پر اور اس کی اصل وفرع اس پر حرام ہیں، ان بال سے باریک تر دونوں مسئلوں پر نظر ڈال جائیے جو صراحتاً قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، قرآن کا فرمان ہے "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ" (۲) اور ارشاد ہے "وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا" (۳) یعنی ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑتا، جو شخص جو کرے وہ اسی تک اور اسی پر رہتا ہے،

ابن ماجہ شریف کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لایحرم الحرام الحلال" (۴) یعنی حرام کسی حلال کو حرام نہیں کرتا، ایک شخص نے شہوت کے ساتھ دوسری عورت کو ہاتھ لگایا تو کوئی وجہ نہیں کہ اس عورت کی بیٹی پوتی نواسی وغیرہ اور اس کی ماں وغیرہ اس پر حرام ہو جائیں اب یہ ان سے نکاح ہی نہ کر سکے؟ کوئی ایسی حدیث نہیں جو اس مسئلے کے ثبوت میں دنیا کا کوئی حنفی پیش

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۱۸۸ فصل فی المحرمات
(۲) الفاطر ۱۸/۳۵
(۳) الانعام ۱۶۴/۶
(۴) ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۴۹

کر سکے، اسی طرح دوسرا مسئلہ یعنی عورت کا شہوت کے ساتھ کسی مرد کو ہاتھ لگا لینے سے بھی اسی طرح حرمت کا ثابت ہو جانا بے سند اور بالکل بے اصل ہے اس کے بعد اسی کتاب میں اور صورتیں بھی اس طرح کی حرمت کی ایسی لکھی ہوئی ہیں کہ ہمارا قلم ان کے نقل کرنے سے رکتا ہے، حیا مانع ہوتی ہے، تحریر کو شرعی تہذیب روکتی ہے اس لئے ہم انہیں نظر انداز کرتے ہیں (۱) جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ اصل عربی کتاب میں دیکھ لیں۔

اگر عربی نہ جانتے ہیں تو اردو ترجمہ جو خود حنفیوں کا شائع کردہ ہے یعنی غایۃ الاوطار ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ہی اپنے ذرا عدل وکرم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آج ان کتابوں کے ان مسائل کو جنہیں آپ خود اردو کر کر کے چھاپ چھاپ کر دنیا کے ہاتھوں میں پہنچا رہے ہیں دیکھ کر غیر مذہب والے غیر مسلم آپ کے مذہب کی نسبت کیا کچھ کہتے ہونگے؟ اور سنئے! اس مسئلے کو بیان کرتے ہی لکھتے ہیں۔

☆ **هذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة به یفتی ابن کمال وغیرہ** ' (ص: ۵-۳۰۴) (۲) یعنی یہ حکم اس وقت ہے جب کہ انزال نہ ہوا ہو لیکن اگر چھونے سے یا............انزال ہو گیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی ابن کمال وغیرہ کا یہی فتوی ہے اللہ اکبر صرف چھونے سے حرمت ثابت لیکن اگر فارغ ہو گیا تو حرمت زائل، ہاتھ لگاتے ہی حرمت موجود لیکن اگر پانی نکل گیا تو حرمت مفقود۔

(۱) **بطور نمونہ**۔ اگر کسی نے اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھا تو اس کی بیوی اس کے لئے حرام ہو جائے گی اسی طرح بیٹی کسی بات سے گھبرا کر اپنے باپ کے خوابگاہ میں ننگی داخل ہوگئی اور اس کو دیکھ کر اس کے باپ کے آلہ میں انتشار آ گیا تو اس لڑکی کی ماں اس پر حرام ہو جائے گی۔ در مختار ج ۱ ص: ۱۸۸

(۲) در مختار ج ۱ صـ ۱۸۸

دوستو! کیا یہ بے سند باتیں شرعی ہیں؟ اگر ہیں تو دلیل قرآن وحدیث سے پیش کرو اگر نہیں تو ان کا ماننا چھوڑ دو۔ اور یہ اسی وقت چھوٹے گا جب آپ تقلید کے پٹے کو گلے سے اتار پھینکیں۔ مسلمانو! آنکھیں بند کر کے تیری میری کڑوی کسیلی سنتے چلے جانا آپ کو زیب نہیں دیتا، میں تو للہیت کے ساتھ پوری کوشش کروں گا کہ آپ کی سچی خیر خواہی کروں، کیونکہ مجھے خدا کی ذات سے یقین ہے کہ جب ان مسائل کی مخالفتِ حدیث آپ پر واضح ہو جائے گی تو حب نبوی کا تقاضا یہ ہوگا کہ آپ ان کتابوں کو دینی اور مذہبی شرعی اور اسلامی کتابیں نہ سمجھیں، ان کے جو مسائل مطابق شرع ہوں خیر، جو مطابق نہ ہوں، انہیں ایک ایک کر کے الگ کر دیں گے اور اس وقت تقلید شخصی سے ایسے ہی گھبرا اٹھیں گے جیسے آج ہم اس سے الگ تھلگ ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ ص: ۳۰۵ میں لکھتے ہیں۔

☆ **کوطی دبر مطلقا** ' (۱) جیسے کہ پاخانہ کی جگہ میں وطی کرنے سے مطلقا حرمت ثابت نہ ہوگی۔

مسلمانو! خدارا غور کرو کہ ایک شخص ایک عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگا لیتا ہے تو اس کی ماں اس کی بیٹی وغیرہ اس پر حرام ہو جاتی ہیں، لیکن اگر ہاتھ لگاتے لگاتے اسے انزال ہو جائے تو حرام نہیں ہوئیں، اگر ہاتھ شہوت کے ساتھ لگا لے تو اس کی ماں بیٹیاں حرام۔ لیکن اگر اس کی دبر میں وطی کرے تو اس کی ماں بیٹیاں وغیرہ اس پر حرام نہیں، پناہ بخدا! اتنا بدترین کام کرنے پر حرمت مفقود، اور اس سے کم تر کام پر حرمت موجود۔

الغرض اگر آپ تقلید شخصی کو نہ چھوڑیں گے اور فقہ کی ان موجودہ کتابوں کو جوں کا توں آپ مانتے چلے جائیں گے تو یہ سارے دور از عقل ونقل مسائل آپ کو ماننے پڑیں گے، ورنہ وہی کہنا پڑے گا جو میں کہتا ہوں کہ جس کسی کی بات خدا اور رسول کے مطابق ہو، آمنا واسلمنا اور نہ فضیلت مسلم لیکن بات نا مسلم، آہ!

(۱) در مختار ج ۱ صـ ۱۸۸

کن کن مسائل کو انسان لائے یہاں تو ایک سے بڑھ کر دوسرا بوجھ ہم پر لادا جارہا ہے۔

سانس دیکھے تن بسمل میں جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلادنے جاتے جاتے

آپ کو معلوم ہوگا دنیا جانتی ہے اور مانتی ہے کہ صحیح فعل وہ ہوتا ہے جسے انسان ارادتاً خود اپنی خوشی سے کرے، جو کام جبراً قہراً کسی کے دباؤ سے جان جانے کے خطرے سے، تلوار اور ڈنڈے کے زور سے کرایا جائے، وہ نامعتبر اور بے اصل ہوتا ہے، عقل کا اقتضا بھی یہی ہے، قانون کا منشاء بھی یہی ہے، شریعت اسلامی جو بالکل انسانی تمدن کے مطابق ہے اس کا بھی یہی فرمان ہے کہ جو کام جبراً کرایا جائے جس میں اکراہ ہو اور زبردستی ہو جسے انسان نے مجبوری اور بے بسی کی حالت میں بادل ناخواستہ کیا ہو وہ نامعتبر ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "وما استکرھوا علیه" (مشکوٰۃ) (۱) یعنی جس کام پر دباؤ ڈالا جائے جبراً کرایا جائے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اس کام کا کوئی اعتبار نہیں۔ کفر سے زیادہ برا کام کوئی نہیں لیکن اگر کسی شخص سے جبر و اکراہ زبردستی اور لٹھ کے زور سے ظلم وزیادتی سے دبا کر جان جانے کا ڈر دلا کر کوئی کام کفر کا کرالیا جائے اور یہ غریب لاچاری اور بے بسی کے ساتھ مجبوری اور اضطرار کے ساتھ اس کام کو کر گذرے، ضمیر وعقیدے کے خلاف لوگوں کی ڈانٹ میں آکر جان بچانے کے لئے کفر کا کوئی کلمہ زبان سے نکال دے یا بوقت مجبوری ایسا کام کر بیٹھے تو وہ کالعدم ہے اعتبار کے لائق نہیں، قرآن کا فرمان ہے "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ" (۲) اور جگہ فرماتا ہے "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" (۳) اور آیت میں ارشاد ہے "اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ

(۱) ابن ماجة ج ۱ ص: ۶۵۹ باب طلاق المکرہ والناسی
(۲) النحل ۱۶/۱۰۶
(۳) البقرة ۲/۲۵۶

تُقٰةً" (۱) مطلب یہی ہے کہ جبر و اکراہ کے ساتھ بہ حالت مجبوری و بے بسی خوف اور ڈر سے سہم کر جان بچانے اور دفع الوقتی کرنے کے لئے بادل ناخواستہ جو کام کیا جائے وہ لغو اور مثل نہ ہونے کے ہے، حتی کہ اگر وہ کام کفر کا بھی ہو تو بھی یہی حکم ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق" یعنی زبردستی کی طلاق اور آزادگی واقع نہیں ہوتی (مشکوٰۃ) (۲) ایک عورت سے ایک شخص جبراً زنا کرتا ہے آپ عورت کو حد نہیں لگاتے کیونکہ اس کے ساتھ جبراً یہ کام کیا گیا تھا (مشکوٰۃ) (۳) الغرض یہ وہ چیز ہے کہ دنیا کے عقلمند لوگ اس پر متفق ہیں کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں، مگر حنفی مذہب فقہ کی کتابوں کا فتویٰ ہے کہ باوجود مجبور ہو جانے کے، باوجود جبر و قہر ہونے کے، باوجود بے بسی اور مجبوری ہونے کے یہ بیس مسئلے اس پر ثابت ہو جائیں گے (ملاحظہ ہو درمختار جلد دوم ص: ۴۵۷) (۴) عبارت یہ ہے

طلاق وایلاء ظھار ورجعة	نکاح مع استیلاء عفو عن العمد
رضاع وایمان وفی ونذرہ	قبول لایداع کذا الصلح عن عمد
طلاق علی جعل یمین به اتت	کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد
وایجاب احسان وعتق فهذه	تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد

ان مسائل کا ایک ایک کر کے قدرے بسط کے ساتھ بیان سنئے اور دیکھئے کہ مسلمان کس قدر جلد تعلیم اسلامی سے کس قدر دور ہو گئے۔

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو — دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

پہلا مسئلہ: طلاق کا ہے یعنی ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا لیکن

(۱) آل عمران ۳/۲۸
(۲) مشکوٰۃ ص: ۲۸۴ باب الخلع والطلاق
(۳) مشکوٰۃ ص: ۳۱۱ کتاب الحدود
(۴) درمختار ج ۱ صـ ۲۱۷

اسے مجبور کیا گیا اور لاچار ہو کر مجبوراً بے بسی کی حالت میں بادل ناخواستہ خوف اور ڈر کے باعث اس نے کہہ دیا کہ میں نے طلاق دی، تو قرآن حدیث کی رو سے تو یہ طلاق طلاق نہیں، لیکن حنفی مذہب کا فیصلہ یہی ہے کہ اس صورت میں یہ طلاق پڑ گئی۔

دوسرا مسئلہ : ایلاء کا ہے کہ اس پر دباؤ اور زور ڈالا گیا اور اسے مجبور اور بے بس کر دیا گیا اور اس نے اپنی بیوی کے پاس جانے کی قسم کھالی تو اب اس قسم کا پورا کرنا اس کے ذمے ضروری ہے حالانکہ اس مجبوری کی حالت کی یہ قسم شرعاً کوئی چیز نہیں

تیسرا مسئلہ: ظہار کا ہے یعنی کسی سے کہا کہ تو زبان سے کہہ کہ میری بیوری مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ ورنہ تجھے مار ڈالیں گے اس غریب نے مجبور ہو کر جان جانے کے خوف سے یوں ہی کہہ دیا تو گو قرآن حدیث سے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں، لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ یہ ظہار ہو گیا اسے کفارہ دینا پڑے گا۔

چوتھا مسئلہ: رجعت کا ہے یعنی کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے اور اس سے رجوع کرنا نہیں چاہتا، لیکن اس پر جبرا کیا گیا اور وہ بیچارہ لاچار ہو کر اپنی جان کے ڈر کے مارے کہتا ہے کہ اچھا میں نے رجوع کیا تو گو اس اکراہ کی وجہ سے یہ رجوع شرعاً ثابت نہیں، لیکن حنفی مذہب کی کتابیں کہتی ہیں کہ یہ رجوع ہو گیا۔

پانچواں مسئلہ: نکاح کا ہے یعنی ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرنا نہیں چاہتا اس کا گلا گھونٹ کر جبراً قہراً اس سے ایجاب قبول کرالیا گیا تو ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے یہ نکاح نہیں لیکن درمختار کی رو سے یہ نکاح سچ مچ ہو گیا اور وہ عورت اس کی بیوی بن گئی۔

چھٹا مسئلہ: بچہ جنانے کا ہے یعنی ایک شخص کی ایک لونڈی ہے وہ اس سے صحبت کرنی نہیں چاہتا لونڈی والے یا اور لوگ اسے مجبور کرتے ہیں آخر ڈرا دھمکا کراسے جان سے تنگ کر دیتے ہیں، بیچارہ لونڈی سے ملتا ہے تو اب اگر اس سے

بچہ پیدا ہو جائے تو گو قرآن حدیث کی رو سے وہ لونڈی بچے والی لونڈی کے حکم میں نہیں لیکن فقہ حنفی کی رو سے یہ لونڈی بچہ والی لونڈیوں کے حکم میں آجائے گی۔

ساتواں مسئلہ : ارادتاً قتل کی معافی ہے یعنی ایک شخص نے دوسرے کو جان بوجھ کر مار ڈالنے کے ارادے سے مار ڈالا وہ پکڑا گیا اب قاتل کے کنبے رشتے کے لوگ مقتول کے دعوے داروں کو پکڑ کر کہتے ہیں کہ یا تو تو کہہ دے کہ میں نے معاف کر دیا ورنہ ہم تجھے مار ڈالیں گے اس بیچارے نے جان جاتی دیکھ کر جو انھوں نے کہلوانا چاہا تھا کہہ دیا تو حنفی مذہب کی کتابوں کی رو سے یہ قاتل بال بال بچ جائے گا اور حاکم اسے چھوڑ دے گا گو قرآن حدیث میں اس کا یہ کہنا یعنی معاف کر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ معاف نہ کیا ہو کیونکہ جبریہ کلمات کا کوئی اعتبار شرع شریف میں نہیں۔

آٹھواں مسئلہ: رضاعت دودھ پلائی کا ہے کہ اسے بھی یہ کتابیں بہ حالت جبر واکراہ ثابت شدہ مانتی ہیں۔

نواں مسئلہ: قسم کا ہے کہ جبراً مار پیٹ کر اس سے قسم کھلوائی تو اس قسم کا پورا کرنا اس کے ذمے واجب ہے۔

دسواں مسئلہ: فے کا ہے یعنی ایک شخص کو مجبور کیا گیا اس نے جان جانے کا خطرہ محسوس کر کے اپنی ایلا کی ہوئی عورت سے ایلا کے توڑ دینے کو کہا یا کوئی ایسا ہی کام ایلا توڑنے کا کیا تو فے ثابت ہو جائے گی، یعنی میاں بیوی کا ملاپ ہو جائے گا۔

گیارہواں مسئلہ: نذر کا ہے یعنی مار باندھ کر کسی بیچارے بے کس سے کہلوایا کہ میں نذر مانتا ہوں کہ اپنا کل مال فلاں مسکین کو دیدوں گا وغیرہ وغیرہ اس نے مجبور ہو کر جان کو عزیز جانتے ہوئے ان سے ڈر کر تنگ آکر بادل ناخواستہ یہ نذر مانی تو فقہ کا فتویٰ ہے فقہاء کا قول ہے تقلیدی مسئلہ ہے کہ اس زبردستی کی نذر کو پورا کرنا اس کے ذمے ضروری ہے۔

بارہواں مسئلہ : ودیعت کی قبولیت کا ہے یعنی حنفی مذہب فقہ کی کتاب کے

"قنیہ" کے بیان کے مطابق اگر کسی شخص کو جبراً کوئی چیز سونپی گئی تو وہ اس کا ضامن ہے۔

تیرہواں مسئلہ: قتل عمد کی صلح کا ہے یعنی ایک شخص نے جان بوجھ کر دوسرے کو مار ڈالا ہے اب اسے ڈانٹ ڈپٹ کر ہزاروں دباؤ ڈال کر سینکڑوں طرح کی دھمکیاں دے کر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ مال لے کر صلح کر لے وہ خوف کے مارے سہم کر اپنی طبیعت کے خلاف اسے قبول کرتا ہے تو اس کا ادا کرنا واجب ہو گیا۔

مثلاً مقتول کے وارثوں کو مجبور کیا گیا کہ تم ایک ہزار لے لو ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے وہ رضامند نہیں لیکن مرتا کیا نہ کرتا وہ ان میں گھرا ہوا ہے بے بس ہے موت سامنے نظر آ رہی ہے اس نے اسے مان لیا تو بس اسے اب بدلہ نہیں ملے گا۔ صرف یہی مقررہ نام زد رقم ملے گی باقی خیر سلا۔

چودہواں مسئلہ: مال پر طلاق کا ہے، یہ طلاق بھی گو جبراً ہے مگر حنفی مذہب کی فقہ کہتی ہے کہ اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

پندرہواں مسئلہ: کسی شئی کی قسم پر طلاق کا ہے مثلاً ایک عورت کے خاوند کو پکڑ لیا اور اسے پھانسی پر لٹکا دینے سے ڈرایا کہ یا تو کہہ دے کہ اگر میں فلاں شخص سے بات کروں تو میری بیوی پر طلاق یا ہم تجھے پھانسی دے دیتے ہیں جان جاتی دیکھ کر آدمی کیا کچھ نہیں کر گذرتا اس مجبور مسکین نے کہہ دیا تو یہ طلاق بھی صحیح ہے یعنی جب یہ اس شخص سے بات کرے گا تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی، یہ فقہ کے مسائل حدیث کے مقابلہ میں، یہ ہے رائے قیاس وحی الٰہی کی موجودگی میں۔

سولہواں مسئلہ: آزادگی کا ہے یعنی اسی طرح کسی شخص کو مجبور کر کے قسم کھلوالی کہ اگر میں یوں کروں تو میرا غلام یا لونڈی آزاد تو وہ غلام لونڈی آزاد ہو جائے گی یعنی جب وہ ایسا کرے گا تو یہ آزاد ہو جائیں گے۔

سترہواں مسئلہ: اسلام کا ہے یعنی جبر و اکراہ کی حالت میں قبول کیا ہوا اسلام بھی ان فقہاء کے نزدیک ثابت ہے۔

اٹھارہواں مسئلہ: لونڈی غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد کرنے کے اقرار کا ہے کہ اسے مجبور کر کے یہ اقرار کرا لیا تو اس کے مرتے ہی یہ سب آزاد ہو جائیں گے وارثوں کے ہاتھ کچھ نہیں لگے گا۔

انیسواں مسئلہ: احسان کے واجب کرا لینے کا، کہ یہ بھی اکراہ کی حالت میں واجب ہو جاتا ہے احسان ہو یا صدقہ ہو۔

بیسواں مسئلہ: مسئلہ آزادگی غلام کا ہے یعنی کسی نے کہا زبان سے کہو کہ میں نے اپنے لونڈی غلام آزاد کئے ورنہ مار ڈالتے ہیں۔ اس نے جان بچانے کے لئے بادل ناخواستہ صرف زبانی کہہ دیا تو فقہ کی ان کتابوں کا فتویٰ ہے کہ سب آزاد ہو گئے۔

ان بیس صورتوں پر بھی بس نہ کر کے شارح نے شامی میں پانچ صورتیں اور بڑھائی ہیں اور اس ادھورے کو یوں پورا کیا ہے۔

یہ بے قراریاں ہیں بس جان بچ چکی
اے ہجر ہم ہیں اور ابھی ساری رات ہے

ان پانچوں کی تفصیل خود شامی (۱) میں جو کی گئی ہے اسے بھی بقدر ضرورت سن لیجئے

☆ ایک شخص کو پکڑا گیا اور اسے جان لینے کی دھمکی دے کر اس سے یہ کہلوایا گیا کہ میں نے اپنی بیوی سے خلع کیا یعنی وہ مجھے ایک ہزار دے دے تو اس پر طلاق، حالانکہ خرچ اس کے چار ہزار ہوئے ہیں، تو حنفی مذہب کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ خلع ہو گیا، حالانکہ حدیث و قرآن کے مطابق یہ اقبال جو بہ جبر و اکراہ کرا گیا ہے کوئی چیز نہیں، بلکہ دنیا کے نزدیک بھی یہ کوئی چیز نہیں نہ مروجہ قانون کے ماتحت یہ کوئی چیز ہے۔

☆ دوسرا مسئلہ فسخ کا ہے یعنی ایک لونڈی آزاد ہوئی ہے جس کا خاوند آزاد ہے

(۱) ۱- الخلع علی مال ۲- الفسخ ۳- التکفیر ۴- ما کان شرطاً لغیرہ ۵- التوکیل بالطلاق والعتق، شامی ج ۴ ص: ۴۳-۴۴۲

اوراس نے اس سے دخول نہیں کیا پھر وہ مجبور کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مختار کرلے اور وہ بجبوری ایسا کرتی ہے تو حنفی مذہب اسے بھی جائز اور جاری رکھتا ہے

☆ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کو گھیر کر کہا جاتا ہے کہ تو نے جو قسم توڑی ہے اس کا کفارہ ادا کرو ورنہ تجھے جان سے مار ڈالیں گے وہ بیچارہ ان کے ہاتھوں میں پھنسا ہوا ہے اگر ایسا نہیں کرتا تو جان جانے کا خطرہ ہے اس نے ایسا کیا تو یہ بھی حنفی مذہب میں درست و جائز ہے اور یہ کفارہ ادا ہو جائے گا۔

☆ چوتھے مسئلے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر میں اس غلام کو خریدوں تو یہ آزاد ہے یا میں فلاں گھر میں جاؤں تو میری بیوی پر طلاق ہے، پھر اسے مجبور کیا گیا اور اتنا کہ اس نے اس غلام کو خریدا یا اس گھر میں گیا تو حنفی مذہب کہتا ہے کہ وہ غلام آزاد ہو گیا اور وہ بیوی مطلقہ ہو گئی۔

☆ پانچواں مسئلہ: یہ ہے کہ ایک شخص کو مجبور و بے کس کر کے اس سے کہلوا لیا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے فلاں کو وکیل مقرر کرتا ہوں یا اپنے غلام کو آزاد کرنے کے لئے فلاں کو وکیل بناتا ہوں گو اس نے راضی خوشی نہیں کہا دل سے نہیں کہا بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے مجبور ہو کر اکراہ کی حالت میں کہا ہے، لیکن تاہم حنفی مذہب کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ وکالت ثابت ہے اب وکیل کو اختیار ہے جب چاہے اس کی بیوی کو طلاق دیدے اور جب چاہے اس کے لونڈی، غلام کو آزاد کردے۔

مسلمان دوستو! بتلاؤ یہ حدیث و قرآن کا کھلا مقابلہ ہے یا نہیں؟ کہو یہ مسائل عقل سلیم کے بھی خلاف ہیں یا نہیں؟ یہی وجہ ہے جو اہل حدیث کہتے ہیں کہ ان کتب فقہ کے نہ تو کل مسائل سچے ہیں نہ ان کے کل مسائل حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، پس ان کا جو مسئلہ مطابق قرآن و حدیث ہو لے لو جو مخالف ہو چھوڑ دو۔ اور تقلیداً ان کے پیچھے اس طرح نہ لگ جاؤ کہ جو انھوں نے کہہ دیا وہ پتھر کی لکیر ہو گئی وہ شریعت کی تحریر ہو گئی کہ نہ کاٹے کٹے نہ توڑے ٹوٹے،

الغرض انیس مسائل اوپر کے پچیس مسائل یہ، سب مل کر چوالیس مسائل ہو گئے۔ آگے سنئے !

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟ = آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

حدیث میں تو صاف تھا کہ جس نے تین طلاقیں اپنی بیوی کو ایک ساتھ دیدیں وہ شمار میں ایک ہی رہیں گی (ملاحظہ ہو صحیح مسلم شریف) (۱) اور اسے حق حاصل ہے کہ عدت کے اندر اندر رجوع کر لے اور عدت کے گذر جانے کے بعد اگر دونوں کی رضامندی ہو تو نئے سرے سے نکاح کر کے آپس میں آباد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ خود حضور ﷺ نے حضرت رکانہ کو جنھوں نے اس طرح کی تین طلاقیں دی تھیں عدت میں رجوع کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے رجوع کیا (ابوداؤد و مسند احمد) (۲) لیکن حنفی مذہب میں ایسی ایک دفعہ اور ایک ہی مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی کے حکم میں ہیں اور ان کے بعد نہ تو عدت میں رجوع کا حق ہے نہ بعد عدت نیا نکاح کرنے کا جب تک کہ اس کا دوسرا نکاح کسی اور سے نہ ہو جائے اور پھر دخول بھی نہ ہو جائے پھر خواہ وہ مر جائے یا چھوڑ دے تو اب اگلے خاوند کے لئے حلال ہو سکتی ہے، کہنے کو تو یہ مسئلہ کہہ گئے لیکن پھر اس کے نتائج سامنے آئے تو اب دیکھئے کہ کیا کیا صورتیں بے دلیل بلکہ خلاف قرآن و حدیث ایجاد کیں؟ جن کے تصور سے بھی ایک مسلم باغیرت انسان کانپ اٹھے۔

☆ ص: ۵۸۴ میں ایک حیلہ یہ بیان کرتے ہیں: ”ومن لطیف الحیل ان تزوج لمملوک مراهق بشاهدین فاذا اولج یملکه لها فیبطل النکاح ثم تبعثه لبلد آخر فلایظهر امرها“ (۳) یعنی اس کے لئے ایک بہترین باریک حیلہ یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی قریب بہ بلوغت غلام

(۱) صحیح مسلم ج ۱ ص: ۴۷۷ کتاب الطلاق

(۲) ابوداؤد ج ۱ ص: ۲۹۹ کتاب الطلاق / الفتح الربانی ج ۱۷ ص: ۶

(۳) درمختار ج ۱ ص: ۲۴۰ باب الرجعة

سے دو گواہ رکھ کر کر دے اب جبکہ وہ دخول کرے تو اس عورت کی ملکیت میں اس غلام کو کر دے تو نکاح باطل ہو جائے گا پھر وہ عورت اس غلام کو کسی اور شہر میں بھیج دے تو اس کا یہ کام کرنا کسی پر ظاہر بھی نہ ہوگا (اگر اس عورت کا ولی بھی اس غلام کے نکاح کرنے پر رضامند ہو تو حنفی مذہب کا یہ فتویٰ متفق علیہ ہے)

☆ پھر ص: ۵۸۶ میں لکھتے ہیں کہ گو اس شرط پر نکاح کرنا کہ میں تجھ سے اس بات پر نکاح کرتا ہوں کہ تو اپنے اگلے خاوند پر حلال ہو جائے، ہے تو مکروہ تحریمی، لیکن اگر ایسا کرے تو اول خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی، عبارت یہ ہے

''وکرہ التزوج للثانی تحریماً لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول ''(۱) پھر ایک اور صورت بیان کی ہے کہ اگر یہ بات زبان پر نہ لائی جائے صرف دل ہی دل میں طے شدہ رہے تو کچھ کراہیت بھی نہیں ہے بلکہ اس صورت میں اس شخص کو خدا کی طرف سے بھی اجر ملے گا۔ عبارت ملاحظہ ہو''

اما اذا اضمر ذلک لایکرہ وکان الرجل ماجوراً''(۲)

برادران! خدارا غور کیجئے کہ حدیث میں ایسے شخص کو جو حلالہ کرے اور اسے جو حلالہ کرائے ملعون کہا گیا ہے (۳) لیکن فقہاء اسے ماجور کہتے ہیں یعنی اسے اور ثواب ملے گا، ساتھ ہی یہ بھی خیال فرمایئے کہ یہ مسئلہ کہاں تک موجودہ تہذیب اور تمدن کا ساتھ دیتا ہے کہ ایک انسان جو اپنی غلطی سے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے چکا ہے وہ حدیث کے مطابق ان تین کو ایک گن کر اس سے رجوع یا نیا نکاح تو نہ کرے لیکن کسی کو تیار کرے کہ وہ اس کی بیوی سے نکاح کرلے اور پھر اس سے مل کر اسے چھوڑ دے اور پھر یہ اس سے نکاح کرلے۔

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۲۴۱ (۲) ایضاً
(۳) مستدرک حاکم ج ۲ ص: ۱۹۹ / ابن ماجۃ نکاح ۳۳/ ابوداؤد نکاح ص: ۲۸۴/ صحیح سنن الترمذی للالبانی ص: ۳۲۶ /مسند احمد ج ۱ ص: ۴۰۵ ج ۲ ص: ۳۲۳/بلوغ الامانی ج ۱۶ ص: ۱۹۴

بس دوستو! یہ فرق ہے حدیث میں اور فقہ میں آؤ حدیث پر چلو اور فقہ کی ہر ہر جزئی کو دین ایمان نہ سمجھو پھر ص: ۵۸۷ میں ایک صورت بیان کی ہے جو دراصل تین حیلے ہیں لکھتے ہیں'' ومن لطیف الحیل قولہ ان تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلاث مثلاً فانت بائن ولو خافت ان لایطلقھا تقول زوجتک نفسی علیٰ ان امری بیدی ''(۱) یعنی نہایت لطیف حیلہ ایک یہی ہے کہ جو نکاح کر رہا ہے وہ کہے

☆ اگر میں تجھ سے نکاح کر کے مجامعت کروں تو تجھے طلاق بائن

☆ یا یوں کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کر کے تین دن سے زیادہ رکھوں تو تجھ پر طلاق بائن ہے مطلب یہ ہوا کہ ایسا کرنے پر وہ نیا مرد جو بنتا ہے اس سے خوف نہیں رہتا کہ نکاح کیا تو تھا اس لئے کہ اگلے خاوند کے گھر میں نئے سرے سے آباد ہو اور کرنے والے نے بھی اسی ارادے سے نکاح کیا تھا لیکن ممکن ہے کہ بعد از نکاح نیت بدل جائے اور عورت اسے پسند آجائے اور چھوڑنا نہ چاہے تو فقہاء کرام اس عورت کو یہ لطیفے سکھا رہے ہیں کہ وہ پہلے سے اس نئے مرد سے یوں کہلوالے پھر تو جہاں اس نے مجامعت کی طلاق پڑ گئی جہاں تین دن گذرے کہ طلاق پڑ گئی لیکن اس میں ایک کسر رہ جاتی تھی کہ ممکن ہے وہ اس شرط پر نکاح کرلے پھر مجامعت کرے ہی نہیں تو کیا ہو؟ تو فرماتے ہیں:

☆ اگر عورت کو ڈر ہو کہ وہ طلاق دے گا نہیں تو یوں کہے میں تجھ سے نکاح کرتی ہوں اس بات پر کہ میرا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اب تو اس خاوند کا اختیار ہی اس پر نہ رہا جب چاہے اپنے تئیں آپ طلاق دے کر چلی آئے

دوستو! ان مسائل پر ٹھنڈے دل سے ایک نظر ڈال جایئے، سنئے میں صاف کہہ دوں ائمہ اور مجتہد تو معذور ہیں بہت ممکن ہے کہ انہیں کسی مسئلہ کی حدیث نہ پہنچی ہو بہت ممکن ہے کہ فتویٰ دیتے وقت وہ ذہن میں نہ رہی ہو بہت ممکن ہے

(۱) درمختار ج ۱ ص ۲۴۱

کہ یہ مسائل ہی ان کے نہ ہوں۔ گیارہویں صدی کے صاحب درمختار ہیں ۱۰۷۱ھ میں یعنی امام صاحب کے انتقال کے نوسو اکیس سال بعد یہ کتاب لکھی جاتی ہے مصنف اپنے سے لے کر امام صاحب تک کسی ایک مسئلہ کی سند نہیں پہنچاتے، ہزار ہا مسائل اپنی کتاب میں بیان کر جاتے ہیں اور اس آپ کی خوش اعتقادی پر تعجب ہے کہ آپ ان سب کو حنفی مذہب مانتے ہیں، امام صاحب کے مسائل کہتے ہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری جانتے ہیں بلکہ یہاں تک کہہ گذرتے ہیں کہ فقہ حنفی بتمامہا حدیث ہے بلکہ ان مسائل کو اگر کوئی نہ مانے تو وہ غیر مقلد کہا جاتا ہے، ان کی تردید کرے تو اسے منکر کہا جاتا ہے خیر کہئے! اس کا تو کوئی غم نہیں۔

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
سینہ کس کا ہے میری جاں یہ جگر کس کا ہے

لیکن ہاں ہم خدا کی طرف سے مکلّف ہیں کہ حق کی آواز بلند کریں اور ایک مرتبہ دنیا کے کانوں تک صداقت کی صدا پہنچادیں،

الغرض فقہاء کرام کے جی میں جو مسائل آتے ہیں وہ انہیں بیان کرتے ہیں امام صاحب تک سند نہیں پہنچاتے ہیں، ہم کیسے یقین کرلیں کہ یہ مسائل خواہ مخواہ امام صاحب کے ہی ہیں؟ اور اگر بالفرض امام صاحب کے ہوں تو استدلال اور اجتہاد میں غلطی بھی ممکن ہے، پھر کیسے مان لیں کہ یہ تمام مسائل صحیح بھی ہیں؟ بے شک انہیں اجتہادی غلطی پر بھی ثواب ملتا ہے لیکن ہم اس کے ماننے کے مکلّف نہیں، بلکہ ہمیں ممانعت فرمادی گئی ہے ''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق ''(۱) یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کا فرمان نہ ماننا چاہئے، پس خدارا آپ اس روش کو چھوڑ دیجئے کہ فقہ کے کل مسائل برحق ہیں اور کل مسائل امام صاحب کے ہیں اور ان کی تقلید اور تقلید کی وجہ سے ان

(۱) شرح السنة بحوالہ مشکوۃ صـ ۳۲۱ کتاب الامارة

تمام مسائل کا ماننا ہم پر فرض ہے آپ ان مسائل کا، بلکہ میری اس پوری کتاب کا مطالعہ کر کے پھر دیکھیں کہ طبع سلیم اور دیانت داری آپ کو کس طرف مائل کرتی ہے؟ لیکن یہ شرط ہے کہ ہوں آپ خالی الذہن، طرفداری اور فرقہ وارانہ روش سے الگ تھلگ، بخدائے لایزال نہ مجھے کسی کا دل دکھانا منظور ہے نہ کسی کے مذہب کی تحقیر وتذلیل، تو آپ مٹھیاں بند کئے ہوئے کیوں رہیں، آپ کی خیرخواہی کے طور پر اگر کوئی نصیحت کرے تو آپ اسے اماموں کا، فقہاء کا، حنفی مذہب کا، فقہ کا دشمن کیوں سمجھ لیں؟ کھلے دل سے، قلب سلیم سے، ذوق صحیح سے اس کی بات بہ گوش ہوش سنئے۔ سچ ہو تو ماننے میں تامل کیا ہے

کوچہ دلبر میں میں بلبل چمن میں مست ہے
ہر کوئی یاں اپنے اپنے پیرہن میں مست ہے

بھائیو! خدارا غور کرو تعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دو، لکیر کے فقیر نہ بنو۔

سنو! اہل حدیث تمہیں کوئی ایسی بات نہیں بتاتے، وہ تمہیں اس شاہراہ پر لے جانا چاہتے ہیں جس پہ صحابہ تھے، تابعین تھے خود چاروں امام تھے،

برادران! اگر تقلید نہ ہوتی تو ہر ہر مذہب کے جداگانہ دفاتر کیوں لکھے جاتے؟ اور کیوں لوگوں کو ایسی خلاف قرآن وحدیث تعلیم کی جرأت ہوتی؟ آج بھی اگر تقلیدی پرخار وادی سے نجات پالیں تو پھر گلشن وگلزار قرآن وسنت کے وسیع میدان تم سب کو ایک کردینے کے لئے کافی ہیں، مولانا روم مثنوی دفتر سوم ص: ۲۲۳ میں لکھتے ہیں۔

اے مقلد مجو بیشی برآں - کو بود منبع زنور آسماں

یعنی اے مقلد تو محقق پر فوقیت مت چاہ، کیونکہ وہ آسمانی نور کا مخزن ہے۔

حنفی بھائیو! کم از کم اپنے لقب کی تو عزت برقرار رکھو تم اپنے تئیں اہل سنت والجماعت کہلواتے ہو پھر سنت رسول ﷺ اور طریقہ جماعت صحابہ کو کیوں

چھوڑتے ہو؟ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں "السنة ماسنه رسول الله ﷺ والجماعة مااتفق عليه اصحاب رسول الله ﷺ " (۱) یعنی طریقہ رسول کو سنت کہتے ہیں اور صحابہ کی جماعت کے اتفاق کو جماعت کہتے ہیں، پس اس تعریف کی رو سے اہل سنت وہی ہیں جو بہ طریق صحابہ کرام صرف قرآن وحدیث پر عامل ہوں، میں تفصیل کے ساتھ پہلے لکھ آیا ہوں کہ صحابہ تو تقلید کے نام سے بھی نا آشنا تھے پھر آج جو فرقہ حدیث کو اور اجماع صحابہ کو چھوڑ کر چار سو برس بعد کی بدعت کو فرض وواجب جان کر اس پر عمل کرتا ہو اور پھر اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھتا ہو تو کیا اسے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

کیجئے شکوہ کہاں تک آسمانِ پیر کا = یہ مصائب ہیں نتیجہ اپنی ہی تقصیر کا

اس کی ٹھیک مثال یہی ہے کہ جیسے کسی حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے، یا گھر کی بھینس کا نام بیگم رکھ دیا جائے، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ لقب ہی تقلید کے پرخچے اڑانے کیلئے کافی ہے، نہ تو سنت میں تقلید کھپ سکتی ہے نہ جماعت میں، پس اہل سنت والجماعت مقلد نہیں ہو سکتے اور مقلد اہل سنت والجماعت نہیں ہو سکتے۔

آیئے! میں آپ کو اس کی نسبت صحیح مرفوع حدیث بھی سنادوں الملل والنحل مصری ص: ۵ میں ہے "قيل ومن اهل السنة والجماعة قال النبی ﷺ ما انا عليه اليوم واصحابی " (۲) یعنی صحابہ کرامؓ کے اس سوال کے جواب میں کہ اہل سنت والجماعت کون لوگ ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہیں جو اس چیز پر ہوں جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں ظاہر ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ جس چیز پر تھے وہ وحی الٰہی تھی یعنی قرآن وحدیث، پس آج بھی اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو صرف ان دو چیزوں پر ہی ہوں۔

---

(۱) الغنية لطالبی طریق الحق ج ۱ ص: ۸۰ مکتبة اشاعت الاسلام دهلی

(۲) الملل والنحل صـ ۱۳ مطبوعه دار المعرفه بیروت

منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ص: ۴۲۰ ج ۵ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا: المتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وان قلوا " (۱) یعنی وہ جو اللہ ورسول کے طریقہ کو مضبوط تھامنے والے ہیں، گو تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہی ہوں اور سنئے! یہ تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تو تقلید تھی نہ مقلد تھے، نہ وہ بزرگ تھے جن کی تقلید آج کی جاتی ہے پھر اس زمانے میں جو لوگ تھے انہیں اہل سنت کہا جاتا تھا۔ چنانچہ منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج ۶ ص: ۳۱۵ میں ہے " ان الناس كانوا فی حياة النبی ﷺ اهل سنة " (۲) یعنی حضور ﷺ کے زمانے میں سب لوگ اہل سنت تھے، پس آج بھی اہل سنت وہی ہو سکتے ہیں جو فرمان خدا اور حدیث مصطفےٰ ﷺ کے سچے عامل اور معتقد ہوں اور دین اللہ میں تیسری چیز کو داخل نہ سمجھتے ہوں۔ پس اے مسلمان بھائیو! یا تو اہل سنت کہلواؤ اور تقلید کو چھوڑ دو یا مقلد کہلواؤ اور اس مبارک لقب کو ترک کرو۔

من نہ گویم ایں مکن وآں کن = مصلحت بین وکار آساں کن

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ مصری ص: ۱۳۶ میں لکھتے ہیں: "الفرقة الناجية هم الآخذون فی العقيدة والعمل جميعاً بماظهر من الكتاب

---

(۱) منتخب کنز العمال برحاشية مسند احمد ج ۶ ص: ۳۱۵ پوری عبارت یوں ہے "عن يحی بن عبد الله بن الحسن عن ابيه قال كان علی يخطب فقام اليه رجل فقال يا امير المؤمنين اخبرنی من اهل الجماعة ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن البدعة فقال ويحك اما اذا سألتنی فافهم عنی ولا عليك ان لا تسأل عنها احدا بعد فاما اهل الجماعة فانا ومن اتبعنی وان قلوا وذلك الحق عن امر الله وامر رسوله واما اهل الفرقة فالمخالفون لی ولمن اتبعنی وان كثروا واما اهل السنة فالمتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وان قلوا واما اهل البدعة فالمخالفون لامر الله ولكتابه ورسوله العاملون برأيهم واهوائهم وان كثروا

(۲) مسند احمد ج۵ ص: ۴۲۰

والسنة وجرى عليه جمهور الصحابة والتابعين "(۱) یعنی نجات پانے
والی جماعت وہ ہے جو تمام عقائد واعمال میں کلام اللہ اور حدیث نبوی پر عامل ہو
جس پر تمام صحابہ اور تابعین تھے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں "وصیت اول این فقیر
چنگ زدن است بہ کتاب وسنت" یعنی میری پہلی وصیت یہ ہے کہ قرآن وحدیث
کو مضبوط تھام رکھو، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "انما هلكتم حين
تركتم الآثار واخذتم بالمقاييس" یعنی سنت کو چھوڑنا اور قیاس پر عمل
کرنا صریح بربادی اور ہلاکی ہے۔ (کتاب الاعتصام ج۱ ص:۱۲۵)

ابوبکر بن داؤد فرماتے ہیں "اهل الرأى هم اهل البدع" ص:۱۲۴
یعنی رائے قیاس پر عمل کرنے والے بدعتی ہیں۔

ابن وہب فرماتے ہیں "ان اصحاب الرأى اعداء السنة" ص:
۱۲۴ یعنی رائے والے حدیث کے دشمن ہیں، اسی کتاب کے :۱۲۱ پر ایک صحیح مرفوع
حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "فيبقى ناس جهال يستفتون
فيفتون برأيهم فيضلون ويضلون "(۲) یعنی ایسا بھی وقت آئے گا کہ لوگ
اپنی رائے سے فتوے دیں گے جس کے باعث خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں
کو بھی گمراہ کردیں گے، ص:۱۲۲ میں ہے "عن عوف بن مالك الاشجعى
قال قال رسول الله ﷺ تفترق امتى على بضع وسبعين فرقة
اعظمها فتنة قوم يقيسون الدين برأيهم يحرمون به ما احل الله
ويحلون به ما حرم الله "(۳) یعنی میری امت میں تفرقہ پڑے گا اور اس
کے ستر سے اوپر اوپر فرقے ہو جائیں گے ان میں سب سے بڑا فتنتی گروہ وہ ہوگا

(۱) حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۷۰
(۲) بخاری بحوالہ اعلام ج ۱ ص: ۱۸۱ یہ روایت الفاظ کے فرق کے ساتھ بخاری باب العلم میں بھی ہے
(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص ۹۱

جو دین میں رائے زنیاں کریں گے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردیں گے،
کوئی ہے؟ جو ہدایت ورشد کا طالب ہو اور خدا کے پیغمبر کی ان دونوں حدیثوں پر
مزید غور وخوض کرے اور رائے قیاس کو ترک کردے، اور خدا رسول کی پرنور باتوں
سے قرآن وحدیث کے معطر پھولوں سے اپنا دماغ تازہ کرے خدا کے حبیب
سے محبت پیدا کرے اور آپ کی احادیث کو تعویذ جان اور حرز ایمان بنالے۔

جب تک اس زلف کا سودا نہیں اعزاز نہیں
زیب سر جس کے یہ طرہ نہیں ممتاز نہیں

فتوحات مکیہ میں ہے "لايجوز ترك آية اوخبر بقول صاحب
وامام ومن يفعل ذلك فقد ضل ضلالاً وخرج عن دين الله "
یعنی جو شخص کسی آیت قرآن یا حدیث رسول کو کسی امام کے قول کے خلاف پاکر
چھوڑ دے وہ گمراہ اور بے دین ہے، سچ ہے نام رسول ﷺ کا کلمہ پڑھنا؟
اور کلام غیر رسول پر عامل ہونا؟ افسوس افسوس!

ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے = تم نے بدلہ ہم سے گن گن کے لئے

امام طحاوی فرماتے ہیں: "او كل ماقال به ابوحنيفة اقول به وهل يقلد
الا عصبى او غبى" یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ جو کچھ امام ابوحنیفہ کہیں میں بھی وہی کہتا
چلا جاؤں یہ تو تقلید ہے اور تقلید وہی کرتے ہیں جو متعصب اور کند ذہن اور نرے
بیوقوف ہوں۔ طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں لکھا ہے: "وجوب تقليد
مجتهد معين لاحجة عليه لامن جهة الشريعة ولامن جهة العقل"
یعنی کسی خاص امام کی تقلید کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں، نہ شرعی نہ عقلی۔ (۱)

(۱) تیسیر شرح تحریر میں ہے "لایجب تقلید مذهب معین. بحوالہ مجموعہ
فتاوی عبدالحی ص: ۲۳ اسی طرح علامہ شرنبلالی حنفی نے العقد الفريد لبيان الراجح
من جواز التقليد میں ہے۔ لکھا ہے: "ليس على الالتزام مذهب معين "بحوالہ
مجموعہ فتاویٰ ج ۱ ص: ۱۷۱

مولانا روم مثنوی دفتر ۴ ص: ۴۴۹ میں لکھتے ہیں :

آں مقلد صد دلیل و صدبیاں = برزباں آرد ندارد ہیچ جاں

یعنی گو مقلد سینکڑوں باتیں بنائے لیکن دراصل سب بے جان ہوتی ہیں دلیل ایک بھی نہیں ہوتی۔ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:'' فطائفة قد تعصبوا فی الحنفية تعصبا شديداً والتزموا بما فی الفتاوی التزاما شديدا وان وجدوا حديثاً صحيحاً واثرا صريحاً علیٰ خلافه زعموا انه لو كان هذا الحديث صحيحاً لاخذ به صاحب المذهب ولم يحكم بخلافه وهذا جهل منهم ''یعنی بعض لوگ اس بے طرح تقلید امام کے اور کتب فقہ حنفیہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ گو انہیں اس کے خلاف حدیث بھی مل جائے تاہم اسے ترک نہیں کرتے یہ جاہل لوگ ہیں ۔رئیس الاحناف شیخ ابن الہمام اپنی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ میں کھلے الفاظ میں تقلید کی بابت اہل حدیث کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں، جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳۴۷ مطبوعہ نول کشور میں لکھتے ہیں:'' فلا دليل علیٰ وجوب اتباع المجتهد المعين بالزام نفسه ذلك قولا اوشرعا ''یعنی تقلید شخصی کے واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں اسی طرح رأس الحنفیة حضرت ملا علی قاری منح الازہر میں فرماتے ہیں:'' من رد حديثا قال بعض مشائخنا يكفر ''یعنی حدیث کو رد کردینے والا کافر ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے رسالہ عمل بالحدیث میں لکھتے ہیں:'' فمن يتعصب بواحد معين غير الرسول ﷺ ويریٰ ان قوله هو الصواب الذی يجب اتباعه دون الائمة الآخرين فهو ضال جاهل '' یعنی جو شخص یہ خیال کرے کہ فلاں ایک امام کی ہی باتیں ٹھیک اور درست ہیں اور اس کی تقلید واجب ہے وہ گمراہ اور جاہل ہے۔

امام ابو یوسف سے جو امام ابوحنیفہ کے بڑے شاگرد ہیں سوال ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحب کے اقوال کی تابعداری آپ کہاں تک کرتے ہیں ؟

تو جواب دیتے ہیں'' انما كان ابو حنيفة مدرسا فما كان من قول حسن قبلناه وما كان قبيحا تركناه عليه '' (جزء تاریخ بغداد للخطیب ص: ۸۵)(۱) یعنی امام صاحب ایک مدرس تھے ان کی اچھی باتیں ہم لے لیا کرتے اور بری باتیں چھوڑ دیا کرتے اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۲ میں امام محمد بن حماد فرماتے ہیں: میں نے منام میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے حضور ﷺ سے پوچھا'' یارسول الله ما تقول فی النظر فی كلام ابی حنيفة واصحابه انظر فيها واعمل عليها قال لالالا ثلاث مرات '' (۲) یعنی اے رسول اللہ ﷺ کیا میں امام ابوحنیفہ کے اور ان کے ساتھیوں کے کلام کو دیکھوں؟ اور اس پر عمل کروں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں نہیں، پھر میں نے سوال کیا حضور ﷺ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی حدیثیں دیکھوں؟ اور عمل کروں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں ہاں ہاں!

ہمارے زمانے کے علمائے مقلدین بھی ایسے حقانی کلمات فرما دیا کرتے ہیں، سبیل الرشاد کے ص: ۳۰ پر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:'' جو مسئلہ خلاف نصوص کے ہے وہ باطل ہے اور ترک اس کا واجب ہے'' مولانا اشرف علی تھانوی فتاویٰ امدادیہ ج ۴ ص: ۸۸ میں لکھتے ہیں: (۳) بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو'' معصوم عن الخطاء ومصيب وجوبا مفروض الاطاعة ''تصور کرکے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل وخلل حدیث میں پیدا کرکے اس کی تاویل بعید کرکے حدیث کو رد کردیں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے، ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا﴾ (۴) اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے

(۱) تاریخ بغداد للخطیب ص: ۳۷۵ (۲) ایضاً ص: ۴۰۳
(۳) امداد الفتاویٰ جدید مبوب ج ۵ ص: ۲۹۷ سوال نمبر ۲۶۸
(۴) التوبة ۹/۳۱

الاقتصاد کے ص: ۵۰ پر لکھتے ہیں مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعذر مذکور (یعنی بسبب مخالفت حدیث) اس مسئلہ میں تقلید ترک کردی ہے ص: ۴۸ میں لکھتے ہیں اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے اس وقت بلاتردد حدیث پرعمل کرنا واجب ہوگا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی کیونکہ اصل دین قرآن وحدیث ہے ص: ۴۴۹ میں لکھتے ہیں تمام اکابر اور محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا اور رسول کے ہے فوراً ترک کردیا۔

مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص: ۲۶۷ پر لکھتے ہیں ’’حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا ہے اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور امام کے وقت میں بھی حنفی شافعی وغیرہ سے مسلمان موسوم نہ تھے، (۱) مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی وصیت نامہ میں لکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ علم فقہ محتاج ہے قرآن وحدیث کا، پھر آپ لکھتے ہیں کہ میرے جنازے کی نماز میں الحمد شریف پڑھی جائے۔ (حالانکہ حنفی مذہب میں یہ نہیں خود امام صاحب اس کی مشروعیت کے قائل نہیں ہیں (۲)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مقلدین کی مذمت میں اپنی بہترین تصنیف الفوز الکبیر کے ص: ۵ میں لکھا ہے ’’فان شئت ان تریٰ انموذج الیهود فانظر الیٰ علماء السوء من الذین یطلبون الدنیا وقد اعتادوا تقلید السلف واعرضوا عن نصوص الکتاب والسنة

(۱) مجموعہ فتاوی ج ۱ ص: ۳۸۴
(۲) ملاحظہ ہو بدائع الصنائع ج ۲ ص: ۵۲ / ہدایہ ج ۱ ص: ۱۶۲ /شرح وقایة ج ۱ ص: ۲۰۷

وتمسکوا بتعمق عالم وتشدده واستحسانه فاعرضوا عن کلام الشارع المعصوم وتمسکوا باحادیث موضوعة و تاویلات فاسدة کأنهم هم‘‘ (۱) یعنی اگر یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان بدترین علماء کو دیکھ لو جو دنیا طلبی میں مشغول ہیں جن میں تقلید کی بیماری گھر کرگئی ہے جنھوں نے کتاب وسنت سے منہ موڑ لیا ہے اور ایک ہی (امام) کے نرم گرم بھلے برے کلام کے پیچھے لگ گئے ہیں اور شارع معصوم کے کلام کو چھوڑ رکھا ہے اور (اپنے امام کے قول کو) موضوع حدیثوں اور فضول تاویلوں سے مضبوط بنا بنا کر اسی پر تمسک کئے بیٹھے ہیں، بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور یہود بالکل برابر ہیں مولانا روم مثنوی دفتر ۴ ص: ۴۴۹ میں لکھتے ہیں۔

بس خطر باشد مقلد را عظیم = از رہ و رہزن زشیطان رجیم

یعنی مقلد کو تقلید کے راستے میں شیطان مردود جیسے ڈاکو سے واسطہ ہے بستان العارفین للعلامہ الفقیہ ابی اللیث کے ص: ۸ میں ہے کہ امام زفر بن ہذیل اور امام ابو یوسف اور امام عافیہ بن یزید اور امام حسن بن زیاد (شاگردان امام ابو حنیفہ) چاروں نے فرمایا ہے ’’لایحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا‘‘ (۲) یعنی جب تک کسی کو ہمارے قول کی دلیل قرآن وحدیث سے نہ معلوم ہوجائے ہمارے قول پر فتویٰ دینا حلال نہیں، بحمد اللہ میں اپنے فرض سے ایک حد تک سبکدوش ہوگیا تقلیدِ شخصی کے باطل ہونے پر میں نے ہر پہلو سے بحث کی اور جو کچھ اس مسئلہ کی حقیقت تھی آپ حضرات کے سامنے کھول دی اب آپ کو اختیار ہے کہ ان دلائل کو شرف قبولیت بخشیں یا نہ بخشیں، میرا کام صرف پہونچا دینا تھا

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم = شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

(۱) الفوز الکبیر ص: ۱۰ / بعض نسخوں میں کأنهم هم کے بجائے کانت سبب هلاکهم کے الفاظ ہیں۔ (۲) بحوالہ حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۸

حضرت امام ابوحنیفہ کا یک قول بھی سن لیجئے جو کتاب کے نام ''اتباع سنت نبوی اور تقلید شخصی'' اوراس کے عرف ''طریق محمدی'' کی بخوبی وضاحت کردے گا۔

عقود الجواہر میں ہے'' وممایروی عنہ انہ کان یقول ضعیف الحدیث احب الی من آراء الرجال '' یعنی امام صاحب فرماتے ہیں ''میرے نزدیک ضعیف حدیث بھی تمام دنیا کے لوگوں کے اقوال سے بہتر ہے'' (۱) معلوم ہوا کہ اتباع سنت کرنی چاہئے تقلید شخصی سے دور رہنا چاہئے، طریق محمدی یہی ہے ظفر الامانی ص: ۱۸۲ میں ہے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' ماجاء عن رسول اللہ ﷺ فبالراس والعین '' یعنی جو کچھ حدیث سے ثابت ہوجائے وہ سرآنکھوں پر ہے (۲) سنت پر عمل کرنا خدا کو کس قدر پیارا ہے

سنئے! حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہانے گیا وہ لوگ سب ننگے ہوکر پانی میں اتر گئے لیکن مجھے اس وقت یہ حدیث یاد آگئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بغیر تہ بند کے حمام میں داخل نہ ہو، پس

---

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۷ میں ہے "واصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مجمعون علیٰ ان مذھب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث عندہ اولیٰ من القیاس والرای وعلی ذلک بنی مذھبہ اور میزان شعرانی میں ہے "وقد صح عنہ وعن الائمۃ کلھم اذاصح الحدیث فھو مذھبنا . بحوالہ مجموعۃ فتاوی ج ۱ ص: ۱۹

(۲) المدخل الی السنن الکبریٰ للبیھقی ص: ۱۱۱ میں ہے ابن المبارک کہتے ہیں میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے "اذا جاء عن النبی ﷺ فعلی الراس والعین واذ اجاء عن اصحاب النبی ﷺ نختار من قولھم واذاجاء عن التابعین زاحمنا ھم اس قول کو ذہبی نے سیر ۶/۴۰۱ میں ابن عبدالبر نے انتقاء ص: ۱۴۴ میں اور موفق ابن احمد مکی نے امام صاحب کے مناقب ۱/۷۱ میں بھی ذکر کیا ہے۔

میں ننگا نہ ہوا اور تہ بند باندھ لیا اسی رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آواز آتی ہے کہ اے احمد خوش ہوجا اللہ تعالیٰ نے تجھے اس بنا پر بخش دیا کہ تو نے حدیث پر عمل کیا میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب ملا میں جبرئیل ہوں۔ شفاء قاضی عیاض جلد دوم ص: ۱۳ یہی وصیت امام شعراوی اپنی کتاب میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر مجھ سے پوچھو کہ ہم امام صاحب کی وفات کے بعد ان کے مذہب کے خلاف کوئی حدیث پائیں تو کیا کریں؟ تو میں جواب دوں گا کہ'' ینبغی لک ان تعمل بھا فان امامک لوظفر بھا وصحت عندہ ربما کان امرک بھا فان الائمۃ اسریٰ کلھم فی ید الشریعۃ ومن فعل ذلک فقد حاز الخیر بکلتی یدیہ '' تجھے چاہئے کہ تو اس حدیث پر عمل کرے، تیرے امام بھی اگر اس صحیح حدیث کو پالیتے تو یقیناً وہ خود بھی اس پر عمل کرتے اور تجھے بھی اسی پر عمل کرنے کو فرماتے، اس لئے کہ کل کے کل امام شریعت کے پابند تھے اگر تو بھی اپنا عمل یہی رکھے گا کہ صحیح حدیث پر عمل کرتا چلا جائے تو بالیقین تو نے دونوں ہاتھوں سے بھلائی کو سمیٹ لی۔

حقیقت یہ ہے کہ ائمہ کے اقوال کے مقابلہ میں حدیث کو نہ ماننا تو گویا قرآن وحدیث کو منسوخ اور بے کار سمجھنا ہے اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا؟

لوامع الالہام میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا قول مروی ہے کہ'' مجتہد گاہ خطا کند وگاہ بحق رسد چوں خطائے او ظاہر گردد تقلید او در خطا حرام بود'' یعنی امام مجتہد سے کبھی خطا ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی، جب ان کی خطا معلوم ہوجائے پھر بھی ان کی تقلید پر جمے رہنا حرام ہے۔

صاحب دراسات لکھتے ہیں'' العمل بدلیل مخالف للحدیث الصحیح حرام علی المقلد کالمجتہد '' یعنی صحیح حدیث کے خلاف کسی دلیل پر عمل کرنا مجتہد ومقلد سب پر حرام ہے، تفسیر عزیزی مطبوعہ لاہور ص: ۴۵۱ میں ہے'' بعد از وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل است'' یعنی دلائل وبرہان

(قرآن وحدیث) کے ملتے ہوئے تقلید کرنی سراسر باطل اور ناحق ہے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''من قلة فقه الرجل ان يقلد دينه الرجال ''یعنی تقلید کرنا بے وقوفوں کا کام ہے (القول المفید)(۱) مولانا روم مثنوی دفتر چہارم ص:۴۲۲ میں فرماتے ہیں۔

آں مقلد ہست چوں طفل علیل = گرچہ دارد بحث باریک و دلیل

یعنی مقلد اگرچہ زبان دراز ہو مگر وہ بیمار بچے جیسا ہے، اب میں اپنی بحث کو ختم کرتا ہوں، میری التجا ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ بخشے۔

این نامۂ عاصی را ناخواندہ مکن پارہ = بیچارہ قلم کردہ است از خون جگر چیزے

ہمارے بعض بھولے بھائیوں کو حدیث سے الگ کرنے کیلئے اکثر اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حدیث پر تم عمل نہیں کر سکتے کیونکہ حدیثیں ایک ہی مسئلہ میں کئی طرح کی ہوتی ہیں، کسی میں کچھ ہوتا ہے کسی میں کچھ ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ مجتہد کی تقلید کی جائے تاکہ وہ ان اختلاف والی حدیثوں میں سے نتھار نچوڑ کر عطر نکال کر کھلی پھینک کر ہمیں دیدے، لیکن افسوس کہ فقہاء کے اقوال بھی ایک مسئلہ میں کئی کئی نظر آتے ہیں، یہ تو ہے ہی کہ یہ مذہبی کتابیں اختلاف سے پر ہیں لیکن ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہونا الگ چیز ہے اور ایک ہی شخص سے کئی ایک اقوال کا ہونا اور ان میں بھی ایک کا ایک سے خلاف ہونا یہ کھلی دلیل ان تمام اقوال کے باطل ہونے کی ہے، حدیث میں تو یہ بات نہیں، دو صحیح حدیثیں دنیا کے پردے پر ایسی نہیں جن میں نہ رفع ہونے والا تضاد ہو لیکن باوجود اس کے لوگوں کی نظروں میں اختلاف بتا کر انہیں اتباع حدیث نبوی سے روکا جاتا ہے لیکن اب میں آپ کو صرف ہدایہ کے بعض وہ مواقع بتلاتا ہوں جنہیں دیکھ کر

(۱) اعلام ج ۱ ص: ۲۱۹ . اعلام میں الرجال کے بجائے الرجل ہے

آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ فرمان خداوندی سچ اور بالکل سچ ہے کہ ''وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا'' (۱) یعنی یقیناً ایسا کھلا اختلاف دلیل ہے ان دلائل کے خدا کی طرف سے نہ ہونے کی، میں بطور مثال کے صرف چند مواقع ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں آپ دیکھئے کہ ایک ہی مسئلے میں دو قول کس قدر کھلے تعارض والے اور کس طرح ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔

خرابی میں پڑا ہے سینے والا جیب وداماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

☆ ہدایہ مجتبائی ج اول ص:۲۲ باب الماء (۲) میں لکھتے ہیں ''عن ابی حنيفة هو طاهر ''یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہوا پانی پاک ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''وقال ابو حنيفة ......هو نجس ''یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہوا پانی نجس ہے (یعنی پاک بھی ہے اور ناپاک بھی ہے)

☆ ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۲۲ باب الماء (۳) میں لکھتے ہیں ''عن ابی حنيفة نجاسة غليظة ''یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اس پانی کی ناپاکی بھی غلیظ ہے یعنی پیشاب پاخانہ کی طرح بالکل نجس ہے، اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''هو قوله نجاسة خفيفة ''یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اس کی نجاست غلیظ نہیں ہے یعنی پیشاب پاخانہ جیسی نجاست نہیں ہے بلکہ اس سے بہت کم درجہ کی ہے یعنی غلیظ نجاست بھی ہے اور غلیظ نجاست نہیں بھی ہے

☆ ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۴۰ باب الماء (۴) میں لکھتے ہیں ''عن ابی

(۱) النساء ۴/ ۸۲
(۲) هدايه ج ۱ ص: ۳۸ باب الماء الذی یجوز به الوضوء ومالایجوز به
(۳) هدايه ج ۱ ص: ۳۸ (۴) ایضاً ص: ۴۰

حنیفة کلاھما نجسان ''یعنی اگر جنبی کنویں میں اترا تو اس کا غسل نہیں اترتا، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''ان الرجل طاھر ''یعنی جنبی پاک ہوجاتا ہے جنبی کا غسل اتر جاتا ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی غسل نہیں بھی اترا اور اتر بھی گیا)

☆ ہدایہ مجتبائی ص:۲۴ باب المسح (۱) میں لکھتے ہیں ''لا یجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة ''یعنی جورب پر مسح جائز نہیں، امام ابوحنیفہ کا یہی فرمان ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''وعنه انه رجع الیٰ قولھما ''یعنی جورب پر مسح جائز ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی مسح جائز نہیں بھی اور جائز ہے بھی)

☆ ہدایہ جلد اول مجتبائی ص:۵۶ باب الانجاس ...... (۲) میں لکھتے ہیں ''فاذا جف علی الثوب اجزأ فیه الفرک ''یعنی جب منی کپڑے پر سوکھ جائے تو کھرچنے سے کپڑا پاک ہوجاتا ہے (امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے) اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''وعن ابی حنیفة انه لا یطھر ''یعنی جب منی کپڑے پر سوکھ جائے تو کھرچنے سے پاک نہ ہوگا امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی کھرچنے سے کپڑا پاک بھی ہوگیا اور پاک بھی نہیں ہوا)

☆ ہدایہ جلد اول مجتبائی ص:۶۴ باب المواقیت (۳) میں لکھتے ہیں ''وآخر وقتھا عند ابی حنیفة اذا صار ظل کل شئی مثلیه ''یعنی ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ دوگنا ہوجانے تک ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''[وقالا] ''اذا صار الظل مثله وھو روایة عن ابی حنیفة ''یعنی ظہر کا وقت ہر چیز کا ایک گنا سایہ ہوجانے تک ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے

(۱) ھدایه ج ۱ ص ۶۱
(۲) ھدایه ج ۱ ص ۷۳
(۳) ھدایه ج ۱ ص ۸۱

(یعنی ایک گنا سایہ ہونے پر وقت نکل گیا اور نہیں بھی نکلا) جسے قرآن حدیث کا عطر کہا جاتا تھا جسے اختلاف سے پاک مانا جاتا تھا وہ تو سراسر اختلاف ہی اختلاف نکلا۔

ہیں اس میں دلفریب جو پودے لگے ہوئے
پتے ہیں ان کے زہر سے بالکل بھرے ہوئے

☆ ہدایہ جلد اول مجتبائی ص:۶۴ باب المواقیت (۱) میں لکھتے ہیں ''واول وقت العصر ''یعنی دوگنا سایہ جب ہوجائے تب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''اول وقت العصر ''یعنی ایک گنا سایہ جب ہوجائے تب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی ایک گنا سایہ ہونے پر عصر کا وقت ہوگیا اور نہیں بھی ہوا)۔

☆ ہدایہ جلد اول مجتبائی ص:۶۶ باب المواقیب (۲) میں لکھتے ہیں ''ثم الشفق ھو البیاض الذی فی الافق بعد الحمرة عند ابی حنیفة ''یعنی جب تک شفق غائب نہ ہو مغرب کی نماز کا وقت ہے اور شفق کہتے ہیں اس سفیدی کو جو آسمان کے کناروں پر سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے، یعنی سرخی کے چلے جانے کے بعد بھی مغرب کی نماز کا وقت ہے امام ابوحنیفہ یہی فرماتے ہیں، اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ''ھو الحمرة وھو روایة عن ابی حنیفة ''یعنی شفق کہتے ہیں سرخی ہی کو، تو سرخی کے چلے جانے کے بعد مغرب کا وقت نہیں رہتا۔ امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی سرخی کے چلے جانے کے بعد مغرب کا وقت ہے بھی اور نہیں بھی ہے)

☆ ہدایہ اول ص:۷۴ باب الاذان (۳) میں لکھتے ہیں ''یکرہ ان یقیم علی غیر وضوء ''بے وضو اقامت کہنا مکروہ ہے، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے

(۱) ھدایه ج ۱ ص ۸۱
(۲) ھدایه ج ۱ ص ۸۲
(۳) ھدایه ج ۱ ص ۹۰

اور صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں "ویروی انہ لا تکرہ الاقامۃ ایضاً" یعنی بے وضو اقامت کہنا مکروہ نہیں امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی مکروہ ہے بھی اور مکروہ نہیں بھی ہے)

☆ ہدایہ جلد اول ص:۹۰ باب صفۃ الصلوٰۃ (۱) میں لکھتے ہیں "فان اقتصر علی احدھما جاز عند ابی حنیفۃ" یعنی اگر سجدے میں صرف ناک زمیں پر ٹکائے پیشانی نہ لگائے تو بھی جائز ہے، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "لایجوز" یعنی اگر سجدے میں صرف ناک زمین پر ٹکائے پیشانی نہ لگائے تو جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی جائز بھی ہے اور ناجائز بھی ہے)

تعجب ہے کہ حدیث کو تو صرف اس خیالی وہم پر ناقابل عمل ٹھیرایا جاتا ہے کہ اس میں تضاد اور تعارض ہے یہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں لیکن اقوال ائمہ کو جو فی الواقع تعارض سے پر ہیں تضاد کی سچی تصویر ہیں اس بے طرح پکڑا جاتا ہے کہ کسی حالت میں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

جدا ہوں یار سے ہم نہ ہوں رقیب جدا = ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

مجھے نمونۂ ناظرین کو بطور تنبیہ کے یہ چند مسائل سنانے تھے اس لئے میں اس تھوڑے سے نمونہ پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں، ذرا انصاف سے اس عنوان کے مسائل پر ایک مرتبہ اور نظر ڈال جایئے، کیا کیا گل کاریاں ہو رہی ہیں ایک ہی پانی کو پاک کہا جاتا ہے اسی کو ناپاک کہا جاتا ہے ایک جگہ اس کی ناپاکی کو خفیف بتلائی جاتی ہے ایک جگہ غلیظ کہی جاتی ہے اور سب کے قائل امام ابوحنیفہ۔

ایک شخص کو نہانے کی حاجت سے فارغ ہو گیا ہوا کہا جاتا ہے اور اسی کو غیر فارغ بھی سمجھا جاتا ہے، جورب پر مسح جائز بھی ہے اور جائز نہیں بھی ہے، سوکھی منی کھرچنے سے پاک ہو جاتی ہے اور پاک نہیں بھی ہوتی، اور سب کے قائل

(۱) ھدایہ ج ۱ ص ۱۰۸

ابوحنیفہ، کیا لطف کی بات ہے کہ ڈیڑھ گنا سایہ ہونے پر ایک شخص کہے ظہر کا وقت ہے وہ بھی سچا جو کہے نہیں ہے وہ بھی سچا، عصر کا وقت ایک گنے سایہ پر ہو گیا یہ بھی امام کا فرمان اور نہیں ہوا یہ بھی امام کا فرمان۔ سرخی کے جاتے ہی وقت مغرب گیا یہ بھی امام صاحب کا قول، وقت نہیں گیا یہ بھی امام صاحب کا قول، بے وضو اقامت کہنی مکروہ بھی امام صاحب کہتے ہیں، مکروہ نہیں بھی امام صاحب کہتے ہیں، صرف ناک پر ہی سجدہ کر لینے سے نماز جائز بھی امام صاحب کے نزدیک اور ناجائز بھی امام صاحب کے نزدیک۔

حنفیو! خدا کا واسطہ ذرا غور تو کرو آخر ایک روز احکم الحاکمین سے واسطہ پڑتا ہے خدا سے معاملہ ہونا ہے اپنے حساب کتاب کا خیال کرو اور کسی ایسے شخص کے اقوال کو جو غیر معصوم ہے ٹھیک بھی کہتا ہے اور غلط بھی کہتا ہے، اپنے ذمہ واجب التعمیل نہ سمجھو۔ ان کتابوں کو جو امتیوں کی رائے قیاس کا مجموعہ ہیں جس میں ایک ہی کام کو جائز بھی لکھا ہے اور ناجائز بھی، شریعت کی کتابیں نہ جانو۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر صرف اسی ایک کتاب سے امام صاحب کے اقوا ل کا اختلاف پوری طرح نقل کیا جائے تو ایک عجیب چیز بن جائے میں نے ان نوے صفحات میں سے بھی بہت سے مختلف اقوال بیان کرنے چھوڑ دیئے ہیں، ایک ایک مسئلہ میں امام صاحب سے چار چار قول منقول ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں بھلا یہ کوئی شریعت ہوئی؟ خوب غور کر لو آخر خدا سے کام پڑنا ہے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا آسرا ہے، حوض کوثر کی امید ہے۔

دوستو! یہ تو تھا امام صاحب کے اقوال کا اختلاف، اب میں صرف ایک ہی مسئلہ فقہ کی کتاب کا آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ ذرا دیکھ لیجئے ایک ہی مسئلہ میں کتب فقہ میں کس قدر اختلاف ہے؟

جامع جس میں جمعہ صحیح ہے اس کے متعلق ایک قول تو یہ ہے کہ جس موضع میں امیر وقاضی ہو دوسرا قول یہ ہے کہ جہاں کے رہنے والے اتنے ہوں کہ وہاں کی بڑی

مسجد میں وہ سب نہ آسکیں تیسرا قول یہ ہے کہ وہاں دس ہزار آدمی بستے ہوں، چوتھا قول یہ ہے کہ اس گاؤں میں مسجد امام کے حکم سے بنی ہو۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جہاں امام اتر پڑے، چھٹا قول یہ ہے کہ جس موضع کو امام مصر قرار دیدے۔ ساتواں قول یہ ہے کہ گو گاؤں ہی ہو لیکن وہاں امام کا نائب ہو، اب ان سات اقوال پر نظر ڈال جایئے، جو جمعہ جیسے فرض کے لئے ہیں اور ان کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں، (۱) اور اسی قسم کے بہت سے مسائل ہیں جن میں اس قدر مختلف اقوال ہیں کہ ایک ہوش مند آدمی کے بھی حواس رخصت ہو جائیں، اور اس مذہبی دنگل کو وہ دہشت سے دیکھنے لگے۔

دوستو! خوش عقیدگی سے یا صرف تقلید سے کسی چیز کی اچھائیاں تسلیم کر لینا اور امر ہے اور حقائق و واقعات سامنے رکھ کر پرکھنا اور چیز ہے۔

کہاں سے لائے گا قاصد بیاں میرا زباں میری
مزہ جب تھا کہ خود مجھ سے وہ سنتے داستاں میری

ہم مانتے ہیں کہ مالکی حنبلی اور شافعی مذہب کے مسائل بھی قیاس اور رائے سے خالی نہیں لیکن حنفی مذہب کے مسائل اکثر رائے قیاس پر مبنی ہیں، اور اسی وجہ سے قرآن وحدیث سے بہت دور ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ بھی بتلا دوں کہ خود ان قیاسات میں بھی تضاد ہے، اس میدان کی سیر کرنے والا یہاں ایسے ایسے الجھاؤ دیکھے گا کہ عقل چکر میں آجائے، ایک وجہ لے کر اس پر قیاس کر کے ایک مسئلہ میں ایک فتویٰ دیا وہی وجہ دوسرے مسئلہ میں بھی موجود ہے یہی قیاس وہاں بھی ہے لیکن وہاں اور ہی حکم لگایا، پس قیاس کی یہ غیر منصفانہ تقسیم اور اس کی متضاد حقیقت بھی اس کے بطلان کی ایک واضح دلیل ہے۔

نمی دانم حدیث نامہ چوں است = ہمی بینم کہ عنوانش بہ خون است

(۱) ان اقوال کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو هدایہ وحاشیہ هدایہ ج ۱ ص: ۱۶۸ حاشیہ درمختار ج ۱ ص: ۱۰۹ / بدائع الصنائع ج ۱ ص: ۵۹۴ / البحر الرائق ج ۲ ص: ۲۴۵

مثال کے طور پر سنئے!

☆ حنفیہ ناک کے اندر کے حصے کو باہر کے حصے پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ غسل جنابت کے وقت ناک میں پانی دینا فرض ہے، لیکن وضو میں اس قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، فقہ کی موجود چھوٹی سے لے کر بڑی کتابیں ملاحظہ ہوں وضو کے فرض بیان کرتے ہوئے ناک کا ذکر نہیں کرتے، بلکہ سنتوں کے بیان میں لاتے ہیں (۱) غسل کے فرض بیان کرتے ہوئے ناک کا ذکر کرتے ہیں (۲)" حالانکہ رسول اللہ ﷺ نہ صرف اتنا ہی کہ ہر وضو کے وقت ناک میں پانی دیتے رہے اور اسے صاف کرتے رہے بلکہ حکم دیا اور وہ بھی نہایت تاکیدی حکم، چنانچہ آپ کے الفاظ طیبہ یہ ہیں "بالغ فی الاستنشاق" (ابوداؤد ترمذی نسائی) (۳) یعنی ناک

(۱) قدوری ص: ۳ میں فرائض وسنن وضو کا ذکر یوں موجود ہے
" ففرض الطهارة غسل الأعضاء الثلاثة ومسح الرأس، وسنن الطهارة غسل اليدين ثلاثاً قبل ادخالهما الاناء اذا استيقظ المتوضى من نومه وتسمية الله تعالىٰ فى ابتداء الوضوء والسواك والمضمضة والاستنشاق ومسح الاذنين وتخليل اللحية والاصابع وتكرار الغسل الى الثلاث "
بدائع الصنائع ج ۱ ص: ۱۱۰ میں ہے "ان الواجب فى باب الوضوء غسل الاعضاء الثلاثة ومسح الرأس، وداخل الانف والفم ليس من جملتها اما ماسوى الوجه فظاهر وكذا الوجه لانه اسم لمايواجه اليه عادة، وداخل الانف والفم لايواجه اليه بكل حال فلايجب غسله بخلاف باب الجنابة لان الواجب هناك تطهير البدن لقوله تعالىٰ وان كنتم جنبا فاطهروا اى طهروا ابدانكم فيجب غسل مايمكن غسله من غير حرج ظاهرا اوباطناً ومواظبة النبى ﷺ عليها فى الوضوء دليل السنية دون الفرضية فانه كان يواظب على سنن العبادات.
(۲) شرح وقاية ج ۱ ص: ۷۲ میں ہے "وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق
(۳) ابوداؤد ج ۱ ص: ۱۹ پوری حدیث اس طرح سے ہے آپ نے فرمایا "اسبغ الوضوء وخلل بين الاصابع وبالغ فى الاستنشاق الا ان تكون صائماً

میں پانی دینے میں مبالغہ کرو، پس جہاں فعل موجود وہاں حنفیوں کا قیاس فرضیت نہ بتلائے، اور دوسری جگہ میں وہ فرضیت کا قائل۔

☆ حنفیہ اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بھول کر نماز میں بات کر بیٹھے یہ قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح بے بھول قصداً اور عمداً بات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح بھول کر نسیاناً بات کرنے سے بھی نماز باطل ہو جائے گی، چنانچہ درمختار کے متن میں ہے "یفسد ھا التکلم عمدہ وسھوہ" (۱) یعنی بات کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ قصداً بات کرے یا بھول کر، لیکن نماز کو پورا کرنے سے پہلے سلام پھیر دینے میں وہ بھول کو قصد پر قیاس نہیں کرتے، چنانچہ درمختار میں ہے "الا السلام" (۲) اسی طرح روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لینے کو عمداً جان بوجھ کر کھا پی لینے والے پر قیاس نہیں کرتے، جب یہاں بھولنے والے اور جان کر کرنے والے میں فرق کیا گیا، تو یہی فرق نماز میں بات کرنے والے کے لئے کیوں نہ معتبر مانا جائے؟ اور اگر وہاں اس فرق کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ بھول کر کرنے والے کو بھی سزا دی گئی تو یہاں انہیں کیوں چھوڑ دیا جائے؟

☆ حنفیہ کا قیاس اس شخص کو تو معذور سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا، متن درمختار میں ہے "اذا اکل الصائم او شرب" [باب مایفسد الصوم] (۳) لیکن اگر کوئی شخص غلطی اور لاعلمی سے کھا پی لے تو وہ اسے معذور نہیں سمجھتا چنانچہ اسی کتاب کے اسی باب میں ہے "وان افطر خطأ" پہلی صورت میں تو وہ اس شخص کا روزہ ثابت بتلاتا ہے لیکن دوسری صورت میں وہ اس کا یہ روزہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، مثلاً ایک شخص

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۸۹
(۲) ایضاً
(۳) درمختار ج ۱ صـ ۱۴۹

رات کو جاگتا ہے اور غلطی اور لاعلمی سے یقین کر لیتا ہے کہ صبح صادق طلوع نہیں ہوئی اور کھاتا پیتا ہے تو حنفی قیاس کہتا ہے کہ روزہ فاسد ہو گیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے نادانستگی اور بے علمی کو بھول چوک کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑا عذر بتلایا ہے، چنانچہ حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو استحاضہ تھا آپ سے وہ آ کر مسئلہ دریافت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ مجھے تو اس نے نماز روزے سے روک دیا ہے، تو آپ انہیں مسئلہ بتلا دیتے ہیں کہ اس طرح حالت استحاضہ میں نماز پڑھو لیکن جو نمازیں انھوں نے بوجہ اپنی لاعلمی کے نہیں پڑھیں انہیں دہرانے کو نہیں فرماتے (۱)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب حاضر حضور ہو کر عرض کرتے ہیں کہ میں نے اپنے تکیے تلے سفید اور سیاہ دھاگا رکھ لیا تھا اور جب تک ان کا فرق نہ معلوم ہوا یعنی اتنا چاندنا [اجالا] نہ ہو گیا کہ سفید و سیاہ دھاگے میں تمیز کر سکوں تب تک کھاتا پیتا رہا، آپ نے انہیں آیت "حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود" کی صحیح تفسیر بتلا دی، کہ اس سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے نہ کہ دھاگوں کی۔ لیکن اس روزے کے دہرانے کا حکم نہ دیا (۲) جو صحابی سفر میں تھے اور جنبی تھے اور انھوں نے تیمم کی فرضیت سن رکھی تھی وہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے مٹی میں لوٹ پوٹ ہوئے اور نماز ادا کی جب واپس آ کر حضور علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے بوجہ لاعلمی کے انہیں اس نماز کے دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ (۳)

الغرض یہ تمام حدیثیں اس امر کی دلیل ہیں کہ جیسے نسیان بھول چوک ایک شرعی عذر ہے اسی طرح بے علمی اور نادانستگی بھی ایک شرعی عذر ہے پھر اس قیاس

(۱) ترمذی ج ۱ ص: ۱۸
(۲) صحیح بخاری ج ۱ ص: ۲۵۷ کتاب الصوم
(۳) صحیح مسلم ج ۱ ص: ۱۶۱ باب التیمم (صحابی کا نام ابوموسیٰ ہے)

کی کوئی اصلیت نہیں رہتی کہ نسیان کو عذر قرار دیا جائے اور نہ جاننے اور خطا کرنے کو عذر نہ قرار دیا جائے۔

اب میں ایک اور حدیث وارد کرتا ہوں جو اس تیسرے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے دوسرے نمبر کے مسئلہ کو بھی بالکل صاف کر دے گی، صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضور علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص چھینکا میں نے کہا ''یرحمک اللہ'' اس پر لوگ میری طرف تیز نظروں سے گھورنے لگے میں نے کہا افسوس افسوس تمہیں کیا ہوگیا؟ کیوں میری طرف اس طرح گھور رہے ہو؟ اس کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا نماز میں باتیں کرنے کی اجازت نہیں نماز تو صرف تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن ہے (۱) پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا اس لئے کہ حضرت معاویہ گو لاعلمی تھی انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ ان سب سے بڑھ کر اہل قبا کا بیت المقدس کی طرف باوجود قبلہ بدل جانے کے نماز ادا کرنا اور حضور ﷺ کا نہیں دہرانے کا حکم نہ دینا ہے۔ (۲)

الغرض جس طرح بھول چوک عذر شرعی ہے اسی طرح لاعلمی اور ناواقفیت بھی عذر شرعی ہے پھر ایک کو عذر ماننا اور دوسرے کو نہ ماننا یہ ایک آنکھ سے دیکھنا اور دوسری کو بند کر لینا ہے۔

کہتے ہیں مجھ سے یہ آداب کا دستور ہے = چار انگل میرے چہرے سے نظر دور ہے

☆ حنفیہ مانتے ہیں اور آپ سب صاحبان بھی جانتے ہیں کہ نماز کے لئے جس طرح وضو کے پانی کی پاکیزگی شرط ہے اسی طرح کپڑے کی اور بدن کی پاکی بھی

(۱) مسلم ج ۱ ص: ۲۰۳ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ونسخ ما کان من اباحتہ
(۲) بخاری ج ۲ ص: ۶۴۵ کتاب التفسیر

شرط ہے لیکن تھوڑی سی نجاست جو پانی میں ہو اور تھوڑی سی نجاست جو کپڑے یا بدن پر لگی ہو حنفیہ کا قیاس اس میں فرق کرتا ہے چاہئے یہ تھا کہ جس طرح پانی کی چوتھائی سے کمی کو وہ قابل معافی نہیں قرار دیتے، اسی طرح کپڑے اور بدن کی چوتھائی سے کمی کی ناپاکی کو بھی ناقابل معافی جانتے۔ لیکن یہاں ان کا فتویٰ ہے کہ اگر کپڑا اور بدن نجاست خفیفہ سے چوتھائی سے کم آلودہ ہو گیا ہو تو اس کے بدن پر ہوتے ہوئے اور اس کپڑے کو پہنے ہوئے نماز ہو جائے گی۔ درمختار مع شامی جلد اول ص: ۲۳۵ میں ہے ''وعفی دون ربع جمیع بدن وثوب ولو کبیرا'' (۱) یعنی اگر کپڑا یا بدن چوتھائی سے کم نجس ہو نجاست خفیفہ سے تو معاف ہے۔

☆ حنفیہ کا قیاس کہتا ہے کہ ایک چور نے ایک چیز چرائی، ثبوت کے بعد اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اس نے پھر اسی چیز کی چوری کی، اور وہ چیز بھی اسی حالت میں ہے تو اب ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ متن درمختار کتاب السرقہ میں ہے ''کسرقۃ شیء قطع فیہ ولم یتغیر'' (۲) اگر یہ قیاس صحیح ہے تو چاہئے تھا کہ ایک شخص نے ایک مرتبہ کسی عورت سے زنا کیا اسے حد لگائی گئی اگر وہی اسی عورت سے دوبارہ زنا کرے تو حد نہ لگائی جائے، حالانکہ یہاں یہ قیاس جاری نہیں کیا گیا، پس کوئی وجہ نہیں کہ پہلی صورت میں اس ڈبل چور کو حد سے آزاد کر دیا جائے۔

☆ حنفیہ کے اس قیاس کی خوبی ملاحظہ ہو کہتے ہیں اگر کسی مسلمان نے کسی کافر کا ہاتھ توڑ دیا یا پاؤں کاٹ دیا وغیرہ تو اس کے بدلے اس کا بھی عضو کاٹ دیا جائے قیاس یہی چاہتا ہے۔ چنانچہ متن درمختار میں ہے ''وطرف المسلم والکافر سیان'' [باب القود فیما دون النفس] (۳) بہت اچھا آگے چل کر فرماتے ہیں

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۵۵
(۲) درمختار ج ۱ ص: ۳۳۴
(۳) درمختار ج ۲ ص: ۲۸۷

اگر کسی نے کسی غلام کا کوئی عضو بدن مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹ دیا تو اس کے بدلے اس کا نہیں کاٹا جائے گا۔ درمختار باب القود فی مادون النفس میں ہے "و لاقود عند نا فی طرفی رجل وامراۃ و طرفی حر وعبد" (۱) کیوں جناب؟ کافر کی حرمت مسلم کی حرمت سے بڑھ گئی؟ اس کا غلام ہونا اس کے کافر ہونے سے بھی جرم میں بڑھ گیا؟ بلکہ درمختار جلد۵ فصل فی مایجب القود میں لکھا ہے "قتل ختنہ عمداً وبنتہ فی نکاحہ سقط القود" (۲) یعنی کسی نے اپنے داماد کو اپنی بیٹی کے اس کے نکاح میں ہوتے ہوئے جان بوجھ کر مار ڈالا تو اس پر قصاص نہیں یعنی بدلے میں اسے نہ مارا جائے گا، یہاں یہ رحم ہے آگے چل کر کہتے ہیں "والمسلم بالذمی" (۳) یعنی اگر مسلمان کسی ذمی کافر کو مار ڈالے تو اسے بھی قصاص میں مار ڈالا جائے گا، (۴) وہاں مسلم کے قتل سے قصاص نہیں یہاں کافر کے قتل سے قصاص۔

ہندی مسلمانو! گو اپنے رب کے قوانین کا نفاذ نہیں کر سکتے نہ سہی لیکن انہیں بدل تو نہ ڈالو۔

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

☆ حنفیہ کا قیاس ہے کہ اگر کسی شخص نے روزہ توڑ ڈالا اور اس پر کفارہ واجب

---

(۱) درمختار ج۲ ص: ۲۸۴

(۲) درمختار ج۲ ص: ۲۸۱ (۳) ایضاً

(۴) یہ بات صریح حدیث کے خلاف ہے حدیث میں ہے الا لایقتل مسلم بکافر بخاری ج۲ ص: ۱۰۲۰ کتاب الدیات/ ترمذی ج۱ ص: ۲۶۰ / ابوداؤد ج۲ ص: ۶۲۳ / مؤطا امام مالک ص: ۳۳۸ باب دیۃ اہل الذمۃ ابن ماجۃ ج۲ ص: ۸۸۷ حدیث نمبر ۲۶۵۸ / الفتح الربانی ج ۱۶ ص: ۳۳ باب لایقتل مسلم بکافر / مسند حمیدی حدیث نمبر ۴۰/ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ حدیث نمبر ۱۸۵۰۲/ مسند دارمی ج۲ حدیث ۲۳۵۶

ہو گیا پھر اس نے اسی دن سفر کیا تو یہ کفارہ باطل نہ ہوگا (۱) اس لئے کہ اس کا یہ سفر وسیلہ اور حیلہ ہوگا شریعت کے وجوب کے اسقاط کا، لیکن پھر فرماتے ہیں کہ اگر سال کے خاتمے کے وقت جبکہ ایک لحظہ باقی رہ گیا ہو اپنا مال اپنی بیوی کی ملکیت میں کر دیا پھر تھوڑی دیر بعد یعنی اس لحظہ کے گذرتے ہی اسے اپنا کر لیا تو زکوۃ ساقط ہوگئی؟ کیوں جناب؟ روزے کا کفارہ حیلے سے ساقط نہ ہوا اور یہ زکوۃ حیلے سے کیسے ساقط ہوگئی۔

☆ حنفیہ کا قیاس کہتا ہے کہ تیمم اگر بغیر نیت کے کیا ہے تو صحیح نہیں، ملاحظہ ہو درمختار "[باب التیمم] وشرطہ ستۃ النیۃ الخ" (۲) یعنی تیمم میں نیت شرط ہے لیکن اگر وضو بغیر نیت کے کیا ہے تو صحیح ہے وضو میں نیت کو سنت بتلاتے ہیں، ملاحظہ ہو درمختار کتاب الطہارۃ۔ (۳) حالانکہ حدیث نیت کی (۴) دونوں کو شامل ہے اگر ایک میں شرط ہے تو دوسری میں بھی ہے اور اگر دوسری میں نہیں تو پہلی میں بھی نہیں۔

☆ حنفیہ کا قیاس ہے کہ جس طرح کھانا نہ کھانے والی صرف اپنی ماں کا دودھ پینے والی بچی کا پیشاب ناپاک ہے اسی طرح ایسے بچے کا بھی (۵) حالانکہ حدیث

---

(۱) دیکھئے فتاوی قاضی خان ص: ۱۰۲

(۲) وشرطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلاث اصابع فاکثر والصعید وکونہ مطہراً وفقد الماء درمختار ج۱ ص: ۴۱ باب التیمم

(۳) رد المحتار ج۱ ص: ۲۲۳ کتاب الطہارۃ میں ہے ان الصلوۃ تصح عند نا بالوضوء ولو لم یکن منویاً بخلاف التیمم وانما تسن النیۃ فی الوضوء لیکون عبادۃً فانہ بدونہا لایسمیٰ عبادۃ ماموراً بہا کما یاتی وان صحت بہ الصلاۃ بخلاف التیمم فان النیۃ شرط لصحۃ الصلاۃ بہ فالنیۃ فی الوضوء شرط لکونہ عبادۃ وفی التیمم شرط لصحۃ الصلاۃ بہ

(۴) انما الاعمال بالنیات بخاری ج۱ ص: ۲

(۵) فتاوی عالمگیری وکذلک بول الصغیر والصغیرۃ اکلا اولا/ فتاوی عالمگیری ج ۱ ص: ۲۶

میں تفریق موجود ہے، ایسے لڑکے کے پیشاب پر صرف چھینٹا دے لینے کا فرمان رسول ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھونے کا حکم ہے (ترمذی ابوداؤد) (۱) پس جہاں شریعت نے جمع رکھی تھی وہاں حنفیہ کے قیاس نے تفریق کردی اور جہاں تفریق شرعی تھی قیاس نے جمع کردی، لڑکے کے پیشاب پر محض چھینٹا دے لینے کی وجہ سے جو حدیث میں موجود ہے کہ جب لڑکا غذا نہ کھائے یہ حکم ہے، اہل حدیث پر اعتراض کرتے ہیں لیکن خود بے خبر ہیں کہ حنفی مذہب قیاس نے تو چمگادڑ اور چوہے کے پیشاب کو پاک کہا ہے درمختار باب الانجاس میں ہے "الا بول الخفاش وخرؤه فطاهر وكذا بول الفارة" (۲) یعنی چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ اور اسی طرح چوہے کا پیشاب پاک ہے اور یہی نہیں بلکہ درمختار کے اسی باب میں اور اسی صفحہ میں ہے "اما عنده فهي طاهرة كسائر رطوبات البدن" یعنی عورت کی شرمگاہ کی رطوبت امام ابوحنیفہ کے نزدیک بدن کی اور رطوبتوں کی طرح پاک ہے (یعنی جس طرح تھوک اور پسینہ اسی طرح عورت کی یہ خاص رطوبت بھی پاک)

---

(۱) ترمذی ج ۱ ص: ۲۱ باب ماجاء في نضح بول الغلام قبل ان يطعم / ابن ماجہ ج ۱ ص: ۱۷۴ حدیث نمبر ۵۲۲ / ابوداؤد ج ۱ ص: ۵۴ باب بول الصبي يصيب الثوب

(۲) درمختار ج ۱ ص: ۵۴ / بدائع الصنائع للكاساني ج ۱ ص ۱۹۸ میں ہے وبول الخفافيش وخرؤها ليس بنجس لتعذر صيانة الثياب والاواني منه لانها تبول في الهواء وهي فارة طيارة فلهذا تبول. اور چوہے کے پاخانہ پیشاب کے بارے میں یوں لکھتے ہیں وخرؤها الفارة نجس لاستحالته الى خبث ونتن رائحته واختلفوا في الثوب الذي اصابه بولها حكى عن بعض مشائخ بلخ انه قال لو ابتليت به لغسلته فقيل له من لم يغسله وصلى فيه فقال لا آمره بالاعادة اسی طرح شکرہ بازی اور چیل وغیرہ کے پاخانہ وغیرہ کو پاک کہتے ہیں۔ اسی صفحہ میں ہے ومالا يوكل لحمه كالصقر والبازي والحداة واشباه ذلك خرؤها طاهر عندابي حنيفة ص: ۱۹۷ پر لکھتے ہیں مايوكل لحمه كالحمام والعصفور والعقعق ونحوها وخرؤها طاهر عندنا. وعند الشافعي نجس.

☆ حنفیہ کا قیاس ہے کہ اعضاء وضوء کے دھونے میں ترتیب فرض نہیں درمختار میں اسے سنت گنا ہے فرض میں نہیں، (۱) مثلاً پہلے پاؤں دھولیا پھر منہ دھویا پھر کلی کی وغیرہ اسی طرح الٹا پلٹا وضو کرلیا تو سنت کا خلاف ہوا لیکن وضو ہوگیا حالانکہ شرعاً اس تفریق کا کوئی ثبوت نہیں۔

مثال کے طور پر یہ دس مسائل ناظرین کے سامنے رکھ کر میں ان کے زندہ ضمیر سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا انصاف کرو کہ فقہ کی ان موجودہ مروجہ کتابوں نے نہ صرف قرآن وحدیث بلکہ عقل سلیم سے بھی کس قدر دور ڈال دیا ہے؟ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ان قیاسی مجموعوں کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرح واجب التعمیل والتسلیم نہیں مانتے وہ آنکھیں بند کرکے صرف امتیوں کی ہیبت وعظمت سے اپنے دل کو پر کرکے ہانک نہیں لگاتے کہ فقہ حنفیہ تمامًا حدیث ہے جیسے کہ "العدل" اخبار میں مضامین چھپ رہے ہیں (۲) ان کے دلوں میں بزرگوں کی عزتیں ہیں لیکن تمام بزرگوں کے سردار خدا کے رسول حضرت محمد ﷺ سے کم، یہ جانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہم سے لاکھوں درجے علم میں بڑھے ہوئے ہیں لیکن ساتھ ہی مانتے ہیں کہ ان سب کے علم سے جناب رسول خدا ﷺ کا علم لاکھوں درجہ بڑھا ہوا ہے ان کے سامنے ہر وقت قرآن کریم کی یہ آیت ہے وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (۳) یعنی جس کسی چیز میں اختلاف ہو اس کا حکم اللہ کی طرف ہے ہمارا یہ عقیدہ گو کسی کو آج پسند نہ ہو لیکن کیا عجب کل پسند آجائے اور اگر بالفرض اس دنیا میں پسند نہ آیا تو اس

---

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۲۱ / اور بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۱۲ میں ہے "ومواظبته عليه دليل السنة وهذا عندنا وعند الشافعي فرض"

(۲) جس وقت یہ کتاب پہلی بار شائع ہوئی تھی اس وقت العدل نام کا ایک اخبار نکل رہا تھا اس میں کتاب وسنت کے خلاف مضامین شائع ہوتے تھے اور فقہ حنفی کو حدیث کے عین مطابق بتانے کے لئے پورا زور صرف کیا جارہا تھا

(۳) الشوریٰ ۱۰/۴۲

آنے والی آخرت میں دیکھ لیں گے کہ من هو شر مكانا واضعف جندا۔

میں خیر خواہی کے طور پر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اس جماعت سے ہرگز عداوت نہ رکھو انہیں کبھی برا نہ سمجھو نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا کلیجہ پک جائے ان کا دل تڑپ جائے اور ہاتھ اٹھا کر جناب باری میں فریاد کناں کہہ دیں۔

بہ جرم عشق توام می کشند وغوغا ئیست = تو نیز برسر بام آ عجب تماشا ئیست

الغرض ان قیاسی مسائل کے باطل ہونے کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کی کڑیاں متصل نہیں یہ سارے کسی ضابطے کے ماتحت نہیں اور اسی وجہ سے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ۔

ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہمارے جو مسلمان بھائی تقلید شخصی میں پھنس کر فقہ کی اس دشوار گذار گھاٹی میں پڑ گئے ہیں وہ نادانستگی کی وجہ سے اور پرانی رسمی چال ہونے کی وجہ سے لیکن جس وقت کہ انہیں ان ٹھوکروں کا احساس ہوگا تو عجب نہیں کہ اس راہ سے وہ واپس ہو جائیں، اس لئے ہم اس گھاٹی کی دشواریاں انہیں سمجھا رہے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مالک ہمیں اپنے اور اپنے رسول ﷺ کا سچا راستہ جو صاف اور پاک، سیدھا اور سچا، نزدیک کا اور آسان ہے وہ سمجھا دے، آمین

دوستو! حق کو قبول کرنے میں نہ شرماؤ ملامت کرنے والوں سے کہہ دو۔

کافر بتوں کے ناز اٹھانے نہیں رہے = وہ دل نہیں رہا وہ زمانے نہیں رہے

اگر احکام شرع پر، قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہوئے، فقہ کو چھوڑتے ہوئے لوگ عار دلائیں تو کیا پرواہ۔

عالم تمام دشمن جاں شد برائے تو

برادران! رائے کوئی چیز نہیں کہ اسے قرآن وحدیث کا مرتبہ دیا جائے، دیکھئے حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کے سامنے ایک سوال آتا ہے جس کے جواب میں آپ

کو آیت وحدیث نہیں ملتی تو آپ اپنے اجتہاد سے اس معاملہ کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''هذا رأئی فان یکن صوابا فمن الله وان یکن خطأ فمنی واستغفر الله'' (۱) یعنی یہ میری رائے ہے اگر ٹھیک ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری ہی طرف سے ہے اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں حضرت عمرؓ ایسے ہی ایک مسئلہ کی نسبت فرماتے ہیں ''هذا ما رأى عمر فان یکن صوابا فمن الله وان یکن خطأ فمن عمر'' (۲) یعنی یہ عمر کی رائے ہے اگر ٹھیک ہو تو خدا کی طرف سے ہے اور غلط ہو تو عمر کی طرف سے ہے، آپ فرماتے ہیں ''اتقوا الرأى فى دینکم'' (۳) اپنے دین میں رائے قیاس سے بچو آپ کا فرمان ہے ''اصحاب الرأى اعداء السنن'' (۴) رائے قیاس والے سنتوں کے دشمن ہیں۔ فرماتے ہیں ''ایاکم واصحاب الرأى فانهم اعداء السنن اعیتهم الاحادیث ان یحفظوها فقالوا

(۱) تاریخ الخلفاء للسیوطی ص: ۱۰۵ - اعلام ج ۱ ص: ۲۳۳ اور تاریخ الخلفاء ص: ۹۴ میں ہے کلالہ کے بارے میں آپؓ نے فرمایا اقضی فیها برائی فان یکن صواباً فمن الله وان یکن خطأ فمنی ومن الشیطان والله منه بریٔ اور اعلام ج ۱ ص: ۱۹ میں ہے ان ابابکر نزلت به قضیة فلم یجد فی کتاب الله منها اصلاً ولا فی السنة اثراً فاجتهد برایه ثم قال هذا رائی فان یکن ثواباً فمن الله وان یکن خطأ فمنی واستغفر الله اور اسی صفحہ میں ہے آپ نے فرمایا ہے ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی ان قلت فی آیة من کتاب الله برائی وبما لا اعلم - اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۳ میں آپ کا قول اس طرح بھی ہے ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی واین اذهب وکیف اصنع اذا انا قلت فی کتاب الله بغیر ما اراد الله بها اور ایک روایت میں یہ قول اس طرح ہے ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت ما لم اعلم

(۲) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۱۹ - میزان شعرانی ج ۱ ص: ۲۱

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۱۹ (۴) ایضاً پوری عبارت اس طرح ہے اصحاب الرأى اعداء السنن اعیتهم الاحادیث ان یحفظوها وتفلتت منهم ان یعوها واستحیوا حین سئلوا ان یقولوا لا نعلم فعارضوا السنن برأیهم فایاکم وایاهم.

بالرای فضلوا واضلوا" (۱) یعنی رائے قیاس والوں سے بچو وہ لوگ سنتوں کے دشمن ہیں انہیں حدیثوں کا یادرکھنا دشوار معلوم ہوا تو انھوں نے رائے قیاس سے فتوے دیئے اور خود گمراہ ہوکر دوسروں کو بھی گمراہ کردیا، حضرت عثمان بن عفان اپنی رائے کی نسبت فرماتے ہیں "فمن شاء اخذه ومن شاء ترکه" (۲) یعنی جو چاہے اسے لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے۔

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں "لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاہ" (۳) یعنی اگر دین رائے پر ہوتا تو جراب کے نیچے کے حصہ کا مسح کرنا اوپر کے حصے سے زیادہ اولیٰ ہوتا، مطلب یہ کہ دین میں رائے کو دخل نہیں، خود قرآن فرماتا ہے "وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا" (۴) یعنی گمان اور رائے حق میں داخل نہیں، رسول اللہ ﷺ حضرت بریرہؓ کے سامنے اپنی رائے ایک واقعہ میں پیش کرتے ہیں جسے وہ منظور نہیں کرتیں آپ اس منظوری کو جائز رکھتے ہیں (۵) خود امام ابوحنیفہؒ اپنی رائے کی نسبت فرماتے ہیں

(۱) الاعتصام للشاطبی ج ۱ ص: ۱۲۴ / المدخل للبیہقی ص: ۱۹۱ - ۲۱۳

(۲) اعلام ج ۱ ص: ۲۰ پوری عبارت اس طرح ہے فهذا عثمان یخبر عن رایه انه لیس بلازم للامة الاخذ به بل من شاء اخذ به ومن شاء ترکه بخلاف سنة رسول الله ﷺ فانه لایسع احداً ترکها لقول احد کائناً من کان.

(۳) ابوداؤد ج ۱ ص: ۲۲ کتاب الطهارة / بلوغ المرام باب المسح علی الخفین اعلام ج ۱ ص: ۲۰ / تاویل مختلف الحدیث ص: ۲۵ میں ھے "سئل علی عن بقرة قتلت حماراً فقال اقول فیها برائی فان وافق رائی قضاء رسول الله ﷺ فذاک والا فقضائی رذل فسل".

(۴) النجم ۵۳/ ۲۸ (۵) حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ بریرہ کے شوہر مغیث کالے غلام تھے گویا کہ میں مغیث کو دیکھ رہا ہوں وہ مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے بریرہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی تھی نبی ﷺ نے حضرت عباس نے کہا اے عباس کیا تمھیں مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کے مغیث سے نفرت پر تعجب نہیں ہو رہا ہے آپ نے بریرہ سے کہا کہ اگر تم اپنے معاملے میں غور کر لیتیں تو اچھا تھا انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں آپ نے سفارش کر رہا ہوں بریرہ نے کہا تو مجھے ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (بخاری ج ۲ ص: ۷۹۵ باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج بریرة)

"فمن جاء باحسن منه فهو اولیٰ بالصواب" (۱) یعنی جو اس سے بہتر چیز پیش کرے وہی زیادہ ٹھیک ہے اور آپ فرماتے ہیں "ایاک والرای فی دین الله" (۲) یعنی خبردار خدا کے دین میں رائے قیاس سے بچتے رہنا۔

مسلمانو! قرآن وحدیث، چاروں خلیفوں کے اقوال اور خود ابوحنیفہ کا فرمان آپ کے سامنے ہے کیا اب بھی یہی کہو گے کہ ہزاروں آدمیوں کے ہزاروں قیاسی اور رائے کے مسائل جو حنفی مذہب فقہ کی کتابوں میں ہیں سب حق ہیں، صحیح ہیں، ثابت ہیں، بلکہ دراصل دین اور واقعی شریعت ہیں؟ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے دین میں وہ باتیں داخل نہ کرو جو خدا نے نہ کہی ہوں نہ رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہوں ورنہ قیامت کے دن سخت شرمساری اٹھانی پڑے گی۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

میں نے کئی جگہ لکھا ہے کہ حنفی مذہب فقہ میں بہ نسبت اور تین مذہبوں کے

(۱) حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۷ پورا قول اس طرح "هذا رأی النعمان بن ثابت یعنی نفسه وهو احسن ماقدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فهو اولیٰ بالصواب - وکیع کہتے ہیں ابوحنیفہ نے فرمایا ہے من القیاس قیاس اقبح من البول فی المسجد المدخل للبیہقی ص: ۲۰۳ - الفقیه والمتفقه ۱/ ۲۰۹ - الاباطیل للجورقانی ۱/ ۱۱۴ - الفسوی فی المعرفة والتاریخ ۱/ ۶۷۳

(۲) قواعد الحدیث میں یہ قول اس طرح ہے ایاکم والقول فی دین الله بالرأی وعلیکم باتباع السنة فمن خرج عنها ضلّ - اور میزان ج ۱ ص: ۶۳ میں ھے وکان یقول [ابوحنیفة] ایاکم وآراء الرجال ودخل علیه مرة رجل من اهل الکوفة والحدیث یقرأ عنده فقال الرجل دعونا من هذا الحدیث فزجره الامام اشد الزجر وقال له لولا السنة مافهم احد منا القرآن ثم قال للرجل ماتقول فی لحم القرد وعین دلیله من القرآن فافحم الرجل فقال للامام فما تقول انت فیه فقال لیس هو من بهیمة الانعام.

رائے قیاس سے زیادہ کام لیا گیا ہے، اس کی بڑی وجہ امام صاحب کا قیاس میں توغل اور انہماک تھا، یہاں تک کہ آپ کا لقب ہی امام اہل الرائے مشہور ہو گیا، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ص: ۲۳۷ - اور ابن خلدون ص: ۳۷۲ (۱) مقدمہ طبقات ابن سعد میں ہے "ھو صاحب الرای" یعنی امام صاحب رائے قیاس والے تھے، دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت تک احادیث کی کتابیں جمع شدہ نہ تھیں اور نہ امام صاحب کو اتنا وقت ملا کہ وہ محدثین کی طرح ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا کٹھن سفر طے کرتے جیسے حنفی مذہب کی معتبر کتاب طحطاوی ج ا ص: ۳۵ مطبوعہ کلکتہ میں آپ سے منقول ہے "لاحاجة لی فی ھذا" (۲) یعنی مجھے

(۱) میزان الاعتدال ج ۳ ص: ۲۳۷ میں ہے امام اہل الرأی ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی وآخرون - تاریخ خطیب ۳۲۳ میں بھی امام صاحب کو امام اہل الرای کہا گیا ہے

(۲) خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ابو یوسف سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: جب میرا ارادہ علم حاصل کرنے کا ہوا تو میں علم کے فوائد اور نتائج پوچھنے لگا لوگوں نے مجھے قرآن کا فائدہ ونتیجہ یہ بتایا کہ کسی مدرسہ میں بیٹھ کر کم سن لڑکوں کو پڑھاؤ گے اور جب کوئی لڑکا تم سے بڑھ کر یا تمہاری طرح حافظ ہو جائے گا تو تمہاری سرداری ختم ہو جائے گی، حدیث کے بارے میں بتایا کہ سیکھنے کے بعد جب حدیث پڑھاؤ گے نوجوان تمہارے شاگرد ہو جائیں گے اور عمر زیادہ ہو جائے گی تو بھولنے سے نہیں بچ سکو گے۔ نتیجہ تم پر جھوٹ کا الزام لگے گا جو تمہارے لئے عار ہوگا میں نے کہا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں، نحو کے بارے میں بتایا کہ تم معلم ہو جاؤ گے اور تمہاری تنخواہ دو یا تین دینار ہوگی میں نے کہا اس میں بھی فائدہ نہیں، شاعری کے بارے میں بتایا کہ باکمال شاعر ہو جانے کے بعد کسی کی تعریف کرنے پر خلعت اور سواری ملے گی اور ہجو کرنے پر کسی بے عیب کو عیب لگاؤ گے میں نے کہا اس کی بھی کچھ حاجت نہیں منطق کے بارے میں بتایا کہ اس کا سیکھنے والا ناقص باتیں کرتا ہے اور لوگ اسے زندیق کہنے لگتے ہیں فقہ کے بارے میں بتایا کہ اگر فقہ سیکھو گے تو تم سے مسئلے پوچھے جائیں گے فتوے لئے جائیں گے اور تمہیں قاضی ومفتی بنانے کے لئے بلایا جائے گا میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر مفید کوئی علم نہیں ہے چنانچہ میں نے علم فقہ کو خوب حاصل کیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیة الطحطاوی المتعلقة علی الدر المختار ص: ۳۶/۳۵)

حدیث پڑھنے کی کوئی حاجت نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مصفی شرح مؤطا ص: ۷۰۶ میں لکھتے ہیں کہ صحاح ستہ والوں نے اور بڑے بڑے محدثین جیسے احمد دارمی وغیرہ نے ایک حدیث بھی اپنی کتابوں میں امام ابو حنیفہ سے روایت نہیں کی، امام شعراوی نے بھی امام صاحب کے مذہب میں قیاس کی زیادتی کو مانتے ہوئے امام صاحب کی طرف سے یہی عذر پیش کیا ہے لکھتے ہیں "ان عذر ابی حنیفة فی کثرة القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحة الیه فی زمنه" یعنی امام صاحب نے جو قیاسات سے اکثر کام لیا ہے اس کی بڑی وجہ یہ بھی کہ انہیں ان کی زندگی میں صحیح حدیثیں نہیں پہنچی تھیں، قیام اللیل ص: ۱۲۳ میں ہے "کان ابو حنیفة رحمه الله یتیما فی الحدیث" (۱) یعنی امام صاحب علم حدیث میں یتیم تھے پس آپ معذور ہوئے لیکن آج جن حنفیوں کے پاس تمام مسائل کے خلاف جو قیاسی ہیں احادیث پہونچ چکیں، انہیں کسی طرح حلال نہیں کہ امام صاحب کے قیاسی مسائل پر جم کر احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیں۔

عرفی بہ حال نزع رسیدی وبہ شدی = شرمست نیامد از دل امید وار دوست

خود امام صاحب کو بھی یہ حدیثیں مل جاتیں تو ناممکن تھا کہ آپ اپنے قیاسی مسائل پر جمے رہتے اور ان احادیث کو چھوڑ دیتے۔ چنانچہ امام شعراوی قمنح کے مقدمے میں لکھتے ہیں "لو عاش ابو حنیفة الیٰ تصحیح الاحادیث لترک القیاس" یعنی اگر ان صحیح حدیثوں کی اشاعت تک امام صاحب کی زندگی وفا کرتی تو یقیناً آپ قیاس کو ترک کر دیتے، اسی کتاب کے ص: ۱۹۶ میں امام ابو یوسف اور امام شافعی کے مناظرے میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ امام ابو یوسف نے فرمایا "لو علم صاحبی ماعلمت لرجع کما رجعت" یعنی اگر امام ابو حنیفہ کو بھی ان حدیثوں کا علم ہو جاتا جن کا مجھے اب علم ہوا تو جس

(۱) قیام اللیل للمروزی ص ۱۲۳ - تاریخ خطیب بغدادی ص: ۴۱۵

طرح میں نے حدیث کے خلاف مسائل سے توبہ کی وہ بھی کر لیتے، میزان شعرانی ص: ۲۷ میں ہے" انه لو عاش حتى دونت احاديث الشريعة "پوری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حنفی مذہب میں قیاس بہ نسبت اور مذاہب کے زیادہ ہے لیکن اگر حدیثوں کی اشاعت کے زمانے تک امام صاحب زندہ رہتے تو یقیناً وہ احادیث کو لے لیتے اور قیاس کو چھوڑ دیتے، آج جب کہ خدا کے فضل سے حدیثیں جمع ہو چکیں۔ صحیح وموضوع چھانٹ دی گئیں پھر کوئی وجہ نہیں جو کوئی خود قیاس کرے یا دوسرے کے قیاس کو واجب العمل سمجھے یہ بھی ایک صریح دلیل ہے بطلان تقلید پر، امام زفر فرماتے ہیں" انما ناخذ بالرأى ما لم نجد الاثر فاذا جاء الاثر تركنا الرأى واخذنا بالاثر "(۱) یعنی قرآن وحدیث نہ ملنے کے وقت ہم رائے لیتے ہیں ملتے ہی رائے کو چھوڑ دیتے ہیں، (۲) رائے قیاس تو مثل خنزیر اور مردار کے ہے کہ بوقت اضطرار رفع اضطرار کر لیا پھر حلال چیز کے ملتے ہی وہ حرام کا حرام ہو گیا۔

آپ اس ہیبت میں نہ آجائیں کہ اگر تقلید باطل اور غلط چیز ہوتی تو دنیا کی اتنی بڑی تعداد اس کی پابند نہ ہوتی اس لئے کہ دنیا کا تو ہمیشہ یہی قاعدہ رہا ہے کہ خدا کی طرف جھکنے والے کم ہوتے ہیں اور برائی کی طرف مائل ہونے والوں سے دنیا پر ہوتی ہے، فرمان خدا ہے ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ (۳) ارشاد ہے ﴿وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (۴) فرمان ہے ﴿قَلِيلٌ مَّا هُمْ﴾ (۵) یعنی میرے شکر گذار بندے تعداد میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اکثر

(۱) اعلام ج ۱ ص: ۲۵۴

(۲) اہل علم حدیث کے مقابلے میں رائے کو کوئی حیثیت نہیں دیتے ہیں محمد بن یحیی کہتے ہیں میں نے ابوالولید سے سنا ہے کہ انھوں نے ایک مرفوع حدیث بیان کی جب ان سے کہا گیا کہ آپکی کیا رائے ہے تو انھوں نے کہا لیس مع النبی ﷺ رای نبی ﷺ کی حدیث کے سامنے رائے کوئی چیز نہیں ہے. المدخل للبیهقی ص: ۲۰۶- خطیب بغدادی نے الفقیه والمتفقه ۲۰۸/۱ میں عمر بن عبدالعزیز کا بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے

(۳) سبا ۱۳/۳۴ (۴) هود ۱۷/۱۱ (۵) ص ۲۴/۳۸

بیشتر لوگ ایمان اسلام کو قبول نہیں کرتے ایمان دار کم تعداد میں ہیں۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں" ومنها ان يكون شديدا التوقى من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنه اطباق الخلق على ماحدث بعد الصحابة رضى الله عنهم "یعنی نئی نکلی ہوئی بدعتوں سے بہت ہی بچنا چاہئے گو جمہور اسے کرنے لگے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جو باتیں ایجاد ہوئیں ہیں گو ساری مخلوق ان باتوں پر اوندھی گر پڑے، ایک ایک ان کا قائل وعامل بن جائے، لیکن سچے مسلمان گو اس دھوکے سے پرہیز کرنا چاہئے وہ ہرگز اس روگ میں نہ آئے کہ اس قدر لوگ اس کے ماننے والے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے" ناس قليل بين كثير "یعنی حق والوں کی تعداد بہ نسبت باطل والوں کے کم ہوگی، فرماتے ہیں تہتر جہنمی اور ایک جنتی ہوگا (۱) فرماتے ہیں ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں (۲) تلبیس ابلیس میں حضرت ابوسفیان کا فرمان ہے" فقد قل اهل السنة "حدیث وسنت والے بہت کم رہ گئے ہیں (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل سنت قرآن کے تھامنے والے ہیں، گو وہ تعداد میں بہت ہی کم ہوں، منتخب کنز العمال ص: ۳۱۵ جلد ۶ (۴) تفسیر کبیر میں ہے کہ سواد اعظم وہی ہے جو قرآن حدیث کا تابع ہو جس میں یہ وصف نہ ہو ان کی طرف التفات بھی نہ کرنا چاہئے

(۱) ترمذی ج ۲ ص: ۹۳ باب افتراق هذه الامة - ابو داؤد ج ۲ ص: ۶۳۱

(۲) مسلم ج ۱ ص: ۱۱۸ باب بیان کون هذه الامة منتصف اهل الجنة

(۳) تلبیس ابلیس اردو ص: ۹-۱۰ پورا قول یہ ہے یوسف بن اسباط کہتے ہیں مجھ سے سفیان ثوری نے فرمایا اے یوسف اگر تجھے خبر ملے کہ فلاں شخص سرحد مشرق میں سنت کے طریقہ پر مستقیم ہے تو اس کو سلام بھیج اور اگر تجھے خبر ملے کہ ایک شخص دیگر سرحد مغرب میں طریقہ سنت پر مستقیم ہے تو اس کو سلام بھیج کہ اہل سنت [اہل حدیث] بہت کم رہ گئے ہیں۔

(۴) ملاحظہ ہو اسی کتاب کا ص: ۲۵۳

"وان امتلأ العالم منهم" گوان سے دنیا پر ہو(۱) لشکر یزیدی اور یاران حسین کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

پس یہ جو آج کل تقلید پر اجماع کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے یہ دراصل بانگ بے ہنگام ہے مسلمان کو اس طرف توجہ بھی نہ کرنی چاہئے لاکھوں کی وہ تعداد جو خدا رسول سے بیگانہ ہو اس ایک پر قربان ہے جو خدا اور رسول ﷺ سے یگانہ ہو، وہ کثرت جو خود ناحق پر ہو آپ کو کیا نفع دے گی؟

سنبھلتا نہیں جن سے اپنا دوپٹہ = سنبھالیں گے کیا وہ کلیجہ کسی کا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جابر بن زید سے جو بصرہ کے فقیہ اور وہاں کے مفتی تھے فرمایا "لا تفت الا بقرأن ناطق او سنة ماضية فانك ان فعلت غير ذلك هلكت واهلكت" (۲) یعنی خبردار! قرآن کی آیت یا حدیث رسول کے سوا کسی تیسری چیز سے فتوی نہ دینا ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی تباہ کر دے گا، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں "من استحسن فانه اراد ان يكون شارعاً" (۳) یعنی قیاس استحسان کو جو شریعت کے احکام میں کام میں لاتا ہے وہ تو خود شارع اور پیغمبر بنا چاہتا ہے حضرت امام احمد سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ بھی فقہ میں کوئی کتاب تصنیف فرمائیے جواب ملتا ہے "اولاحد كلام مع الله ورسوله" یعنی خدا اور رسول کے کلام کے ہوتے ہوئے بھی کسی کو حق ہے کہ کلام کرے، واللہ ہمیں تو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے کہیں کہ خدائے تعالیٰ عزوجل کے رسول کی پیروی کرو اور وہ ہمیں کہیں کہ ابوحنیفہ کی تقلید کرو پھر جب دلائل سے ہار جائیں ہمارے دلائل کی برستی ہوئی بارش کی

(۱) میزان ج ۱ ص ۶۲ میں ہے امام سفیان ثوری کہا کرتے تھے "المراد بالسواد الاعظم هم من كان من اهل السنة والجماعة ولو واحداً"

(۲) حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۴۸ – اعلام الموقعين ج ۱ ص: ۱۲۱

(۳) حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۴۷

تاب نہ لاسکیں تو ماننا اور سر تسلیم خم کرنا تو اک طرف الٹا ہمیں ڈانٹیں ڈپٹیں برا کہیں دشمنی کریں پیچھے پڑ جائیں اللہ آپ کو ہدایت دے۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

برادران! قطب نما کی وہاں حاجت ہوتی ہے جہاں قبلہ معلوم نہ ہو سکے کعبے میں جو کھڑا ہو کر قطب نما تلاش کرے اسے دنیا کے بیوقوف عقلمندی کا سارٹیفکٹ دیں گے، چراغ کی ضرورت اندھیرے گھر میں ہوتی ہے سورج کے سامنے میدان میں بیٹھے ہوئے جو چراغ روشن کرے دنیا کے عقلمند اس کی بیوقوفی پر صواد کر دیں گے پھر کیا وجہ ہے کہ حدیث وقرآن کی موجودگی میں اقوال ائمہ کی جستجو رہتی ہے؟ یاد رکھو! قیامت کے میدان میں وہی سکہ چلے گا جو مدینے کی ٹکسال کا نکلا ہوا ہو اور جس پر حضرت محمد مصطفی ﷺ کی مہر ہو، نہ وہ جو کوفے کی ٹکسال کا بنا ہوا ہو اور امام ابوحنیفہ کی مہر لگی ہوئی ہو۔

نقد عليه سكة نبوية ضرب بالمدينة اشرف البلدان

اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واجب الاتباع ہوتے اگر ان کی تقلید ضروری ہوتی اگر ان کے جملہ احکام صحیح ہوتے تو کیا وجہ تھی کہ ان کے بعد ان کے ہوتے ہوئے امام مالک نے انہیں نہ مانا ان کی تقلید نہ کی، ان کی پیروی کو ضروری نہ جانا اور ان کے خلاف کیا، اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس منصب کا منصب دار کہا جائے تو کیا وجہ تھی کہ امام شافعی نے ان کا پورا خلاف کیا، جو ان کے بعد آئے اگر امام شافعیؒ کو اس حق کا مستحق قرار دیا جائے تو کیا وجہ تھی کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس طرح نہ مانا اور اپنے مسائل ان کے خلاف لوگوں کو بتلائے امام ابوحنیفہ کے تیرہ برس بعد امام مالک ہوئے امام مالک کے ستاون برس بعد امام شافعی ہوئے، امام شافعی کے چودہ برس بعد امام احمد ہوئے اگر یہ بزرگ اسی قابل تھے کہ ان کی تقلید کی جائے ان کی مخالفت نہ کی جائے تو یہ اتنے بڑے بڑے امام

کیوں ان کی تقلید سے منحرف ہوئے؟ اور کیوں ان کا خلاف کیا؟ یہاں تک کہ آج ہر ایک کے مسائل کے جداگانہ دفتر ہو گئے یہ بھی ابطال تقلید کی ایک زبردست پرزور دلیل ہے، خود امام ابوحنیفہ کی والدہ صاحبہ کو ایک مسئلہ کے فتوے کی ضرورت پڑی "فا فتا ھا ابو حنیفة فلم تقبل" (جزء تاریخ خطیب ص: ۷۴) (۱) امام صاحب نے بتلایا لیکن انھوں نے قبول نہ کیا، دیکھا آپ نے کہ تقلید کا مادہ ہی ان میں نہ تھا خود امام صاحب کی والدہ بھی امام صاحب کی تقلید نہ کرتی تھیں، غیر مقلدوں کو کوسنے والے بھی خیال کر لیں کہ ان کی گالیاں کہاں سے کہاں تک پہنچتی ہیں۔؟

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

حنفی بھائیو! حنفی مذہب فقہ کی کتاب میں بالفرض اگر یہ لکھا ہوا ہے کہ آمین آہستہ کہو، تو تم آہستہ کہتے ہو، اچھا میں حنفی مذہب فقہ کی بہت ہی معتبر کتاب سے ایک حکم آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اسے بھی مانئے اور اس پر بھی عمل کیجئے۔ شامی جلد اول ص: ۵۰ میں ہے "اذا صح الحدیث و کان علیٰ خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذھبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وقد حکیٰ ذلک ابن عبدالبر عن ابی حنیفة وغیرہ من الائمة" (۲) یعنی جب کسی مقلد کو صحیح حدیث مل جائے اور ہو اس کے مذہب کے خلاف تو اسے چاہئے کہ حدیث پر عمل کرلے اور اسی کو اپنا مذہب سمجھے، کوئی حنفی مذہب مقلد ایسا کرنے سے حنفی اور مقلد ہونے سے خارج نہیں ہو جائے گا، اس لئے کہ حضرت امام صاحب کا یہ قول صحت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے

(۱) اس کی پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ خطیب ص: ۳۶۶
(۲) شامی ج ۱ صـ ۱۶۷

فرمایا: جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے یہی قول دوسرے اماموں کا بھی ہے۔ (۱)

دوستو! آؤ اور اس پر عمل کرو اور اس پر عمل کرنے والوں کو امام صاحب کے مخالف بھی نہ جانو، بلکہ دراصل امام صاحب کے مذہب پر وہی ہیں، الحمدللہ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے کہ حدیث کے خلاف امام صاحب کے جو اقوال پاتے ہیں سب کو چھوڑ دیتے ہیں اور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی وہ آپ سے کہہ رہے ہیں اور اسی کا حکم خود آپکے فقہاء دے رہے ہیں پھر اب محمدی بننے میں اور اندھی تقلید کو ترک کر دینے میں کیا دیر ہے؟ آؤ ہاتھ ملالو، اہل حدیث محمدی بننے میں ہی امام صاحب کی بھی اطاعت ہے اصلی حنفیت بھی یہی ہے کہ بے کھٹکے حدیث پر عمل کرتا چلا جائے ان شاء اللہ العزیز قیامت کے دن آپ دیکھ لیں گے کہ ائمہ اسلام کے پیچھے پیچھے ان کے سچے ماننے والوں میں یہی جماعت ہوگی اس لئے کہ ائمہ خود قرآن وحدیث کے ہی عامل تھے وہ تقلید سے نفرت رکھتے تھے انھوں نے تقلید سے ممانعت فرمائی اور حدیث وقرآن پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی، پس اتباع سنت نبوی میں ہی خدا کا قرب ہے، رسول کی رضا ہے، ائمہ کی فرماں برداری ہے اور دونوں جہاں کی ہر طرح کی بہتری اور بہبودی ہے۔

مزہ بارش کا گر چاہو میری آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

تردید تقلید میں جہاں بہت سی آیات واحادیث آپ نے سن لیں وہاں ان دو آیتوں کو بھی بغور سن لیں کہ کس صفائی کے ساتھ تقلید کی تردید ہو رہی ہے، میں نے بغور سننے کو اس لئے کہا کہ آج بدقسمتی سے ان آیتوں کو تقلید شخصی کے ثبوت میں

(۱) میزان ج ۱ ص: ۶۰ میں ہے "وقد کان الائمة المجتھدین کلھم یحثون اصحابھم علی العمل بظاھر الکتاب والسنة ویقولون اذا رایتم کلامنا یخالف ظاھر الکتاب والسنة فاعملوا بالکتاب والسنة واضربوا بکلامنا الحائط.

پیش کی جاتی ہیں حالانکہ مقلد کو نہ دلیل دیکھنے کا حق، نہ دلیل پیش کرنے کا حق، مقلد ہو کر دلیل پیش کرنا ایسا ہے جیسے اندھا ہو کر سکہ پرکھنا، پہلی آیت تو ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱) ہے یہ آیت قرآن کریم میں دو جگہ ہے پارہ ۱۷ اقترب سورۃ انبیاء میں ساتویں آیت، اور پارہ ۱۴ ربما سورہ نحل میں آیت ۴۳ دونوں جگہ یہ آیت یہیں سے شروع نہیں، بلکہ پہلی میں اس سے پہلے ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ (۲) ہے دوسری میں ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ (۳) ہے، مطلب دونوں کا ایک ہی ہے یعنی تجھ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی ہم۔ نے بھیجے سب آدمی ہی تھے، پس تم یادوالوں سے دریافت کر لو اگر تمہیں علم نہیں، میں آپ کو کسی چکر دار راستے میں الجھانا نہیں چاہتا، اس لئے صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ یہاں بعض کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ محمد ﷺ تو آدمی ہیں پھر یہ پیغمبر کیسے بن گئے؟ خود قرآن میں ان کا یہ اعتراض منقول ہے، ارشاد ہے ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ﴾ (۴) یعنی کیا لوگوں کو اس سے تعجب ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف وحی کی، تو ان سے کہا جاتا ہے کہ انسان بنا تمہیں دور از عقل کیوں معلوم ہوتا ہے؟ ان سے پہلے بھی جتنے پیغمبر آئے وہ سب انسان ہی تھے اگر تم نہیں جانتے تو ذکر والوں سے پوچھ لو یعنی حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ وغیرہ بھی تو انسان ہی تھے ان کی امتیں اب موجود ہیں ان سے دریافت کر لو، ابن جریر بغوی سیوطی وغیرہ اکثر مفسرین نے یہی لکھا ہے (۵) اور خود قرآن کریم کا سیاق سباق بھی یہی ہے، یہ تو ہے آیت کا صحیح مطلب۔

(۱) الانبیاء ۲۱/۷ و النحل ۱۶/۴۳ (۲) الانبیاء ۲۱/۷
(۳) النحل ۱۶/۴۳ (۴) یونس ۱۰/۲
(۵) ملاحظہ ہو تفسیر نسفی جلد ۳ ص: ۷۳ - معالم التنزیل للبغوی ص: ۵۸۵ - تفسیر کشاف ج ۲ ص: ۵۶۴ - فتح القدیر ج ۳ ص: ۳۹۹ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۳ ص: ۲۳۲ - الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۱ ص: ۲۷۲ ایسر التفاسیر ج ۳ ص: ۹۲

اب سنئے! اوروں سے پوچھنے کا حکم اس وقت ہوتا ہے جب خود کو علم نہ ہو پس جسے قرآن حدیث کا کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو وہ بیشک اپنے زمانے کے دین و دیانت والے علماء سے مع دلیل یعنی قرآن و حدیث مسئلہ دریافت کر لے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہمارے پاس خود قرآن حدیث موجود ہو، ہم خود جب اسے پڑھ سکتے ہوں یا جب ہمارے اپنے کان میں یہ پیاری صدا پڑ چکی ہو پھر کسی سے ہمیں دریافت کرنے کی ضرورت نہیں، پس قرآن و حدیث کو موجودگی میں اقوال ائمہ کو ٹٹولنا اس آیت کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

چمنے دیدہ ہوائے خوش و پرواز ے کرد
کبک مسکیں چہ خبر داشت کہ شہبازے ہست

حکم ہے پوچھ لو، ظاہر ہے کہ پوچھا ان سے جاتا ہے جو موجود ہوں، ہمارے زمانے میں چاروں اماموں میں سے کوئی ایک بھی موجود نہیں، جن سے ہم پوچھیں، اگر ان کی کتابوں کو یا جو باتیں ان سے نقل ہوئی ہیں انہی کو دیکھنا ہے تو جہاں اماموں کی باتیں ہم دیکھ سکتے ہیں وہاں رسولوں کے سرتاج خاتم الانبیاء کی حدیثیں بھی ہم دیکھ سکتے ہیں، اگر ہم کسی عالم سے قول امام کا سوال کر سکتے ہیں تو فرمان رسول کا بھی کر سکتے ہیں، اگر ہم "مالابدمنہ" اور "ہدایہ" کا ترجمہ دیکھ سکتے ہیں، تو بخاری اور مسلم کا ترجمہ بھی دیکھ سکتے ہیں، پس کوئی وجہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور فرمان رسول کو چھوڑ کر امام اور اقوال امام کو لیں، یہ تو بالکل زبردستی ہے کہ ہم اہل ذکر یعنی یادوالوں سے مراد صرف یہ چار ائمہ لیں، کیونکہ جس وقت آیت اترتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اہل ذکر سے پوچھ لو اس وقت ان چاروں میں سے کوئی نہیں ہوتا پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم ان چاروں کو لیں، اور اگر اسے عام چھوڑا جائے تو پھر معاملہ صاف ہے کہ جسے پاؤ اس سے مسئلہ پوچھ لو، پھر تقلید کا وجود بھی باقی نہیں رہتا، اور صرف پوچھ لینے کا حکم ہے اس سے تقلید کیسے ثابت ہو جائے گی؟ تقلید کا معنیٰ پوچھ لینا تو نہیں بلکہ تقلید کا معنیٰ بے دلیل مان لینا ہے، اس کا حکم

تو اس آیت میں نہیں، ہاں اس کے برخلاف یہ کہا گیا کہ بالبینات والزبر یعنی دلیلوں اور کتابوں سے۔

زندگی خاک ہو جب فہم میں اتنا ہو خوف
ہم اجل کہتے ہیں تم جس کو حیا کہتے ہو

آیت کے الفاظ میں ایک تو فاسئلوا کا لفظ ہے دوسرا لا تعلمون کا، اس بعد والے جملے یعنی بالبینات والزبر کا تعلق انہی دو سے ہو سکتا ہے یعنی سوال کرو دلیل سے، اگر تم خود دلیل نہیں جانتے، دلیل سے سوال کرنا یا مع دلیل جواب طلب کرنا تقلید کے سراسر منافی ہے، کیونکہ تقلید کے معنی ہیں بے دلیل اس شخص کی بات ماننا جس کی بات خود کوئی دلیل نہ ہو، پس لاعلمی کی حالت میں بھی قرآن تقلید سے روکتا ہے اور دلیل کی تلاش کی ہدایت کرتا، ہے بلکہ فرض بتلاتا ہے پھر ''اہل الذکر'' کے لفظ پر غور کیجئے ''یاد والے'' پس یاد والے انہیں کہہ سکتے ہیں جو کسی کتاب کے، کسی کے کلام کے یاد رکھنے والے ہوں، نہ وہ جو اپنی طرف سے، اپنے دل سے، اپنی سمجھ سے، اپنے قیاس سے کوئی بات بتلانے والے ہوں۔ پس کتاب وسنت کی بات نقل کرنے والے تو اہل ذکر کہلا سکتے ہیں لیکن رائے قیاس والے اس مبارک لقب سے ملقب نہیں ہو سکتے۔ یہی لفظ ذکر اس آیت میں بھی ہے۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (۱) یعنی اس ذکر کو ہم نے اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

مسلمانو! ایمان سے بتلاؤ کیا یہاں اس لفظ ذکر سے سوا قرآن وحدیث کے کچھ اور بھی مراد ہو سکتا ہے؟ جب نہیں تو آؤ یہی معنیٰ اس آیت میں بھی لے لیں تو جھگڑا ہی مٹ جائے یعنی جب کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو قرآن حدیث کا حکم اس کے یاد رکھنے والوں سے دریافت کر لیا کرو۔

الغرض جو صاحب تحقیقی طور پر اس آیت پر نظر ڈالیں انہیں تو بجز یہ کہنے کے چارہ

(۱) الحجر ۱۵/۹

ہی نہیں کہ یہ آیت تردید تقلید کی ایک زبردست آیت ہے، ہاں یونہی بے سمجھے اگر کوئی صاحب ضد کے طور پر اپنے تیے پر اتر آئیں تو اور بات ہے؟

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

یہاں پر میں ایک باریک نکتہ اور بھی بتلا دوں وہ یہ کہ آپ میں سے ایک بھی ایسا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ مسلمان صحابہ کو رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں کسی شرعی مسئلے کو کسی اور سے پوچھنے کی اجازت بھی ہو؟ نہ کہ حکم ہو، یقیناً آپ سب کا بالاتفاق یہی جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں، پھر ہماری اس بات کو آپ کیوں نہ باور کر لیں؟ جو قرآن کے لفظوں میں موجود ہے اور جس پر تمام مفسرین کا ایک حد تک اجماع ہے کہ اس آیت کے مخاطب دراصل وہ کفار ہیں جو انسانوں میں سے رسول کا ہونا نہیں مانتے تھے، ان پر اتمام حجت ہو رہی ہے کہ تم اہل ذکر سے پوچھ لو کہ اس رسول سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے، پھر اس آیت کو تقلید کے ثبوت میں پیش کرنا اپنے اندر یہ ندرت رکھتا ہے کہ گویا آپ کہتے ہیں صحابہ کو حکم ہوا کہ چاروں اماموں سے شرعی مسائل دریافت کریں ''كبرت كلمة تخرج من افواههم'' اور فرضاً حکم مان لینے کے بعد تو یہ آیت تقلید کی جڑیں کاٹ ڈالتی ہے۔ یعنی جو چیزیں ہمیں قرآن وحدیث سے معلوم ہیں ان میں تو سوال کرنا ہی حرام ٹھہرتا ہے اور جو معلوم نہ ہوں انہیں دلائل سے پوچھ لینے کا حکم ملتا ہے اور دونوں صورتیں تقلید کے خلاف ہیں اور تقلید شخصی کے تو بالکل ہی خلاف ہیں، افسوس! نبی کے مقابلہ میں غیر نبی کو کھڑا کرنے کے لئے کیا کیا پوشیدہ ترکیبیں کی جا رہی ہیں؟ اور پھر کس طرح وہ الٹی پڑتی ہیں

گل وگلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

میں یہ فیصلہ کن چند باتیں اس آیت کے متعلق کہہ کر اب دوسری آیت پیش کرتا ہوں یہ آیت بھی وہ ہے جسے مقلدین ثبوت تقلید کے موقعہ پر سب سے پہلے پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ تقلید کی زبردست پرزور تردید کرتی ہے ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾(۱) یعنی اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اختیار والوں کی، یہاں سب سے پہلے تو قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کا حکم لفظ ''اطیعوا'' کے ساتھ ہے، رسول کی اطاعت کا حکم بھی اسی لفظ کے ساتھ ہے لیکن ''اولی الامر'' کے لئے یہ لفظ نہیں لایا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی اور رسول کی اطاعت تو مستقل ہے، لیکن اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں، پس تقلید شخصی کا وجوب بلکہ وجود بھی جاتا رہا، فعل کو حذف کر کے بتلا دیا کہ اولی الامر کی اطاعت اطاعت رسول کے ضمن میں ہے، جو بات رسول کی وہ پہنچا میں وہ ماننے کے قابل ہے خود ان کی بات ان کی بات ہونے کی حیثیت سے ہرگز ہرگز اطاعت کے قابل نہیں اور یہی اہل حدیث کا مدعا اور اس کتاب کا عنوان ہے یہی وہ عقیدہ ہے جس پر ایک ایک کی زبان سے ہم گالیاں سن رہے ہیں اور خاموش ہیں۔

داغ دل بھڑکا رہے ہیں شعلہ ہائے آتشیں
سوز کے خوگر ازل سے ہیں ہمیں پروا نہیں

ہم اس وقت یار ایک منٹ میں اور مناظرانہ کلام میں نہیں پڑتے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں یا امراء یعنی حکومت والے، بلکہ ہم دونوں باتوں کو مان کر کہتے ہیں کہ یہ ہونا ناممکن ہے کہ خدا اور رسول میں آپس میں خلاف ہو، خدا کچھ فرمائے رسول کچھ اور لیکن ہاں یہ ہو سکتا ہے اور ہوا بھی ہے کہ ''اولی الامر'' سے مراد علماء لیں یا امراء لیں تو دونوں میں سے ایک کے پاس بھی

(۱) النساء ۴/۵۹

وحی نہیں آتی اس لئے وہ غلطی اور خطا سے پاک نہیں ہوں گے ان کے کلام کو جانچنا پڑے گا کہ خدا رسول کے خلاف تو نہیں؟ کیونکہ حدیث میں آچکا ہے ''لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق''(۱) یعنی خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں، جب جانچا اور موافق ہو تو مانا اور خلاف ہو تو نہ مانا تو ان کی اپنی کوئی مستقل اطاعت نہ رہی بلکہ دراصل اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی رہی اور اس میں کسی کو کلام نہیں، رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں ''انما الطاعة فی المعروف''(۲) یعنی اطاعت صرف قرآن حدیث کی باتوں میں ہے ''اولی الامر'' کی نسبت صاف فرما دیا من امرکم منهم بمعصية الله فلاسمع له ولا طاعة''(۳) یعنی ان میں سے جو خدا کی نافرمانی کا حکم کرے اس کی نہ سنو نہ مانو آپ نے خود جسے امام و امیر بنا کر بھیجا تھا اس نے جب بہ حالت غصہ آگ میں جل جانے کا فرمان دیا اور بعض لوگ تیار ہو گئے آپ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا اگر یہ آگ میں گھستے تو وہیں رہتے۔(۴)

پھر دیکھئے کہ ایک منٹ کا وقفہ بھی نہ ڈال کر ''اولی الامر'' کے ذکر کے ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾(۵) یعنی پھر اگر تم میں کسی بارے میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ ایمان کا موجب اور لازم یہ لوٹانا ہے جب یہ نہ ہو تو ایمان ہی نہیں کیونکہ لازم نہ ہو تو ملزوم کہاں؟

(۱) شرح السنة بحواله مشکوٰة ۳۲۰ کتاب الامارة
(۲) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۵۸ - مسلم ج۲ ص: ۱۲۵ کتاب الامارة
(۳) اعلام ج ۱ ص: ۱۷ - ابن ماجة ج۲ ص: کتاب الجهاد
(۴) تفصیل کے لئے ملاحظه هو بخاری ج۲ ص: ۱۰۵۸ کتاب الاحکام وصفحه ۶۲۲ کتاب المغازی - مسلم ج۲ ص: ۱۲۵ کتاب الامارة
(۵) النساء ۴/۵۹

پس اس تلازم کو ہلکی چیز نہ سمجھیں اس نے تو تقلید کو ایمان کا صریح دشمن قرار دے دیا اور مسلم قلب سے اس کا نشان تک مٹا دیا۔

جیتے جی اتنا تپ فرقت میں عاشق جل چکا
لاش ساری خاک تھی چھیڑا تو پھر وہ بھی نہیں

یہاں یہ بھی غور فرمایئے کہ یہ تنازع یعنی اختلاف مومن کا خدا سے اور اس کے رسول سے تو ہو نہیں سکتا، پس لامحالہ اختلاف ''اولی الامر'' سے ہوگا اور جب ان سے اختلاف جائز ہوا تو ان کی مستقل اطاعت جاتی رہی، پھر تقلید کہاں رہ گئی؟ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم میں آپس میں اگر کسی مسئلہ میں یا کسی امر میں اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ صرف اللہ رسول سے چاہو، یعنی قرآن حدیث سے، اب اولی الامر سے اس اختلافی مسئلہ کا فیصلہ چاہنے والا خدا کے حکم کا خلاف کرنے والا ہوا، پھر ائمہ کی تقلید کہاں رہی بلکہ بہت زور دے کر فرمایا کہ اگر تم میں ایمان ہو تو یہی کرو۔

ثابت ہوا کہ اختلاف کے وقت اولی الامر کے قول کو قول فیصل جان کر اس کی طرف اپنے تنازع کو لوٹانے والا دراصل خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والا نہیں، کیونکہ حکم شرط کے ساتھ معلق ہے تو اس کی نفی اس کی نفی ہو جائے گی۔ یعنی تنازع کو قرآن وحدیث کی طرف نہ لوٹانا نری بے ایمانی ہوگی، پس تقلید میں ایمان کے بھی لالے پڑ گئے، چہ جائے کہ اس کا وجوب اس آیت سے ثابت ہوتا، اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں کہ ہم اپنے دل میں طے کر لیں کہ جو ہمارے خلاف کہے گا ہم ماننے کے ہی نہیں ورنہ یہ حقائق تو وہ ہیں جو آیت کے لفظوں میں موجود ہیں۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے = تمہیں بتاؤ کہ انداز گفتگو کیا ہے

ہاں صاحب سنئے! اگر یہ مان لیں کہ اولی الامر سے مراد چاروں امام ہی ہیں اور پھر چاروں میں سے ایک ہی ہیں تو کیا آپ کا ایمان یہ کہتا ہے یا کہنے کی

اجازت دیتا ہے کہ اس آیت میں صحابہ کو حکم ہو رہا ہے کہ تم اے صحابیو! اللہ کی مانو اور اللہ کے رسول کی اور امام ابو حنیفہ کی؟ اگر خود آپ کا دل اس کی شہادت نہیں دیتا تو پھر اپنی ضمیر کے خلاف دنیا میں کیوں یہ ڈھول پیٹو کہ اس آیت سے تقلید ثابت ہوتی ہے؟ ہاں ذرا اسے بھی سوچ لیجئے کہ اسے مان لینے کے بعد یہ بھی خرابی لازم آتی ہے کہ آیت کے اترنے سے کم از کم سو سال بعد دو سو سال بعد جو بزرگ پیدا ہونے والے ہیں آج ان کی تابعداری کا حکم اس وقت کے لوگوں کو دیا جاتا ہے جو کسی طرح اس حکم کی بجا آوری نہیں کر سکتے؟

برادران! حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، قطعاً اپنی خلافت کے زمانے میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولی الامر تھے لیکن باوجود اس کے نہ تو کسی ایک صحابی نے ان کی تقلید کی نہ کوئی ان کی طرف منسوب ہوا بلکہ ان کے اقوال کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ فرمانِ خدا و فرمانِ رسول ﷺ کے خلاف نظر آئے، مرتدوں کی قیدی عورتوں کو حضرت ابوبکرؓ نے لونڈیاں بنائیں لیکن حضرت عمرؓ نے اس کا خلاف کیا اور انہیں آزاد کر دیا (۱) لڑ کر فتح کی ہوئی زمین حضرت ابوبکر نے تقسیم کی لیکن حضرت عمرؓ نے نہیں کی (۲) انعام کی برابری حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک تھی، لیکن حضرت عمر نے زیادتی کی (۳) حضرت ابوبکر نے اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا لیکن حضرت عمر نے نہیں کیا (۴) اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور بہت سی مثالیں ہیں جن کو میں اسی کتاب میں واقعات سے ثابت کر چکا ہوں۔ حق یہی ہے کہ مسلمان ہو کر خدا کے سوا، رسول کے سوا دوسرے کو واجب الاتباع اور مطاع مستقل سمجھنا مسلمانی کے صحیح معنی سے ناواقف ہونا ہے۔

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۳۳
(۲) ایضاً
(۳) ایضاً
(۴) صحیح مسلم ج ۲ ۱۰۲۰ باب الاستخلاف وترکہ

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی = کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس لئے قرآن نے اس آیت کو ختم کرتے ہوئے فرمادیا ﴿ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ (۱) یہی بات یعنی اختلافات کا فیصلہ قرآن وحدیث سے لینا اور کرانا ہر طرح بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے اسی لئے اس کے بعد ہی الم تر فرما کر کئی آیتوں میں آخر رکوع تک (۲) جو ارشاد فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے تئیں مسلمان سمجھیں لیکن جب وہ اختلافات کے فیصلے خدا رسول کے سوا دوسروں سے چاہیں تو وہ گمراہ اور متبع شیطان ہیں، یہ منافقوں کا وطیرہ ہے کہ فرمان رسول سے اٹک جائیں اور ہٹ جائیں، ایسے کرتوت پر جب یہ مصیبت میں پھنس جائیں تو قسمیں کھا کھا کر اپنا دین واعتقاد جتانے بیٹھتے ہیں، تو اے نبی ﷺ ان سے بے پرواہ رہ، لوگو وہ وجود جو اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کی تابعداری اور حکم برداری، اطاعت اور اتباع کی جائے وہ صرف خدا کے رسول ہی ہوتے ہیں، ظالموں کو استغفار کرنی چاہئے میرے ہاں تو وہ مومن ہی نہیں جو اپنے تمام اختلافات کا فیصلہ میرے نبی ہی سے نہ چاہے ہمارے کل احکام کو گو بہ ظاہر وہ سخت معلوم ہوتے ہوں بجالانا چاہئے تا کہ اجر عظیم اور صراط مستقیم حاصل ہو سکے، اللہ رسول کی اطاعت کرنے والے ہی قیامت کے دن نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ جنت میں ہونگے مسلمانو! کیا ان آیات کو سن لینے کے بعد بھی یہی کہو گے کہ اماموں کی تقلید واجب وفرض ہے؟ اور اختلافی مسائل میں فلاں امام ہی کے قول کو قول فیصل مان کر ماننا چاہئے؟ بلکہ اس قول کی دلیل بھی تلاش نہ کرنی چاہئے؟ صرف تقلید اُمان لینا چاہئے؟ سوچو اور خوب سوچ لو تعجب ہے کہ ایک مسلمان کا وطیرہ یہ ہو اور پھر وہ اسی پر جما رہے بلکہ سمجھانے والے کو الٹا برا بھلا کہے۔ اور اسے منکر امام بتائے۔ گو ہم گالیوں سے نہیں چڑتے لیکن آپ اپنا بھلا سوچ لیں۔

(۱) النساء ۵۹/۴

(۲) یہاں الم تر سے سورہ نساء کی آیات ۶۰ تا ۶۹ کی جانب اشارہ ہے۔

بدم گفتی وخور سندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

بھائیو! مجھے تو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی آیت خدا کے کلام کو مسلمان الٹ پلٹ کریں! اولی الامر سے مراد ائمہ اربعہ لینا اور اطاعت سے مراد تقلید لینا اور پھر ائمہ اربعہ میں سے ایک کو چھانٹ لینا اور اس کی تقلید کو امت پر واجب کہنا اور دلیل میں یہ آیت پڑھ دینا ایسا ہی ہے جیسا بعض شیعہ حضرات حضرت علی کی خلافت کو ثابت کرنے کے لئے "الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" پڑھ دیا کرتے ہیں الکتاب سے مراد حضرت علی کہتے ہیں اور مطلب بیان کرتے ہیں کہ حضور کے بعد ہی آپ کے خلیفہ حضرت علی ہیں اس میں کوئی شک نہ کرنا چاہئے بھلا کہاں حضرت علی، کہاں خلافت اور کہاں بلا فصل خلیفہ اور کہاں یہ آیت؟ اسی طرح کہاں تقلید، کہاں امام ابو حنیفہ اور کہاں تقلید شخصی اور کہاں یہ آیت

اتنی شیخی نہ کرو پڑھ کے ہدایہ صاحب
ابھی جا کر کے کہیں کیجئے گردان حدیث

لفظ اولی الامر جمع ہے اور تقلید شخصی مفرد ہے اس لئے بھی دعوے اور دلیل میں مطابقت نہیں۔ آیت کا دراصل صحیح اور ٹھیک مطلب یہ ہے کہ خدا رسول کی تو مستقل اطاعت ہے ہی، اولی الامر یعنی حکومت والوں کی اطاعت امور دنیا میں اس شرط کے ساتھ ہے کہ خدا رسول کے خلاف نہ کہیں اور علماء کی اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ خدا رسول کی باتیں وہ ہمیں پہنچائیں، تو اس میں چاروں اماموں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ صحابہؓ سے لے کر آج تک جو علماء کرام خدا رسول کی باتیں لوگوں کو پہنچائیں ہر شخص پر ان باتوں کا ماننا ضروری ہے کیونکہ وہ ان کی اپنی باتیں نہیں وہ صرف ناقل اور مبلغ ہیں باتیں دراصل اللہ رسول کی ہیں، جن کی اتباع بالاستقلال ہمارے ذمہ فرض ہے، ہاں مسائل شرعی میں جب اختلاف

واقع ہو مثلاً ایک کہتا ہے رفع الیدین کرو دوسرا کہتا ہے نہ کرو، وغیرہ تو اب ائمہ چھوڑ کسی امتی کے کلام کی طرف اس اختلاف کا فیصلہ لے جانے والا قرآن کے الفاظ سے ایمان سے خالی ہے جیسے کہ اسی آیت میں آپ نے ابھی پڑھا ہے پس امور شرعی میں کسی کی تقلید حرام ٹھہری، اور یہی ائمہ کا ارشاد ہے یہی امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے۔

کچھ مجھ سے سیکھو روش گفتگو اے شوخ
پھر دلستان بنوگے ابھی تو بے زباں سے ہو

برادران! یہ تو مسلم ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر اتری آپ اس وقت زندہ موجود تھے اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس وقت کے موجود مسلمانوں کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ تم رسول کی بھی مانو اور چاروں اماموں میں سے ایک کی بھی مانو؟ حالانکہ وہ چاروں ہیں ہی نہیں، تو کیا آپ اس کے قائل ہیں کہ زمانہ رسول میں بھی کوئی ایسا تھا کہ اس کے احکام رسول کے احکام کے برابر تھے؟ اور یہ بھی سن رکھئے کہ بالفرض ایسا ہی تھا تو جب اس کے احکام اور رسول کے احکام میں مخالفت ہو اس وقت کیا کیا جاتا ہوگا؟

آیا رسول کے احکام چھوڑ کر اس غیر رسول کے احکام مانے جاتے ہونگے یا اس غیر رسول کے احکام چھوڑ، احکام رسول پر عمل کیا جاتا ہوگا؟ اگر شق اول ہے تو ایمان کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑنے لگیں اور شق ثانی ہے تو ہم نے بھر پایا، اور تقلید کا بھرکس نکل گیا اور یہی مطلوب تھا۔ فللہ الحمد

من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ غفلت بروں آرد زلیخا را

ہاں یہاں ایک نکتہ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ہر ہر اختلافی مسئلہ کے لوٹانے کا حکم قرآن حدیث کی طرف ہے۔ اگر امت کے تمام اختلافات کا فیصلہ قرآن

حدیث میں نہ ہو تو اس حکم کا پورا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، تو معلوم ہوا کہ اس امت کو قیامت تک جن مسائل کی ضرورت پڑے گی وہ سب قرآن حدیث میں موجود ہیں ورنہ ناممکن تھا کہ ہر تنازع کے لوٹانے کا حکم ہو اور جہاں سے فیصلہ لینے جاتے ہیں، وہاں کوئی فیصلہ موجود ہی نہ ہو، یہ چیز بھی رد تقلید کے لئے کھلی دلیل ہے۔ جب ان دونوں میں ہمارے تمام تر اختلافات کے فیصلے موجود ہیں پھر ہمیں دوسروں کے قیاسات اور رایوں کی کیا ضرورت پڑی ہے جو ہم ان کی تقلید کے پٹے اپنے گلوں میں ڈالیں اور ان کے رائے قیاس کو دین و ایمان سمجھ کر ان پر جم جائیں، اور خدا کے ایک دین کو چار میں تقسیم کر لیں، اس امام کا قول لے کر اس امام کے قول لینے والے سے جھگڑیں ایک دوسرے کو آنکھیں دکھاتے رہیں اور آپس میں اختلاف کی گرم بازاری کر کے ایمان کو ٹھنڈا کر لیں اور آغاز و انجام بگاڑ لیں۔

میاں تقلید شخصی کو نہیں جب تک اٹھاؤ گے
کہاں سب سنتیں ایک ہی مذہب میں پاؤ گے
کسی مذہب کی سنت سے اگر انکار لاؤ گے
تو محشر میں رسول اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے

قرآن فرماتا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ (۱) یعنی جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ بندی کر لی اے نبی آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "ما بعث اللہ من نبی الا کان حقاً علیہ ان یدل امتہ علی خیر مایعلمہ لھم وینھاھم عن شر مایعلمہ لھم" (اعلام ج ۱ ص: ۸۹)
یعنی ہر ہر نبی پر ضروری اور فرض رہا کہ وہ امت کو ہر وہ بھلی بات بتلا دے جو اسے معلوم ہو اور ہر اس بری بات کا بھی انہیں علم کرا دے جو اسے معلوم ہو تمام بھلائیوں کا حکم کر دے اور تمام برائیوں سے روک دے، پس جبکہ آخری رسول

(۱) الانعام ۶/ ۱۵۹

ﷺ نے تمام اچھی باتوں کا حکم دیدیا اور تمام بری باتوں سے روک دیا، پھر کسی کو کیا منصب کہ وہ بھی حکم و منع کر سکے؟ اور امتیوں کو کیا ضرورت کہ اس کے حکم و منع کو مانے یا ٹٹولے؟ اس آیت اور اس جیسی اور آیتوں، اس حدیث اور اس جیسی اور حدیثوں سے قطع نظر کر کے مسلمانوں نے جب سے رائے قیاس شروع کیا اور اسے بھی داخل دین کر لیا تب سے انھوں نے قرآن و حدیث کے مضبوط و بلند قلعے مسمار کرنے اور اس کے لہلہاتے ہوئے چمن اجاڑ کرنے شروع کر دیئے، اس پادشاہت کے احکام معزول ہو گئے اس ولایت کا نام ڈوب گیا، نام اس کا اور حکم اس کا خطبہ اس کا اور لشکر اس کا، تبرک کے لئے وہ اور عمل کے لئے یہ، قسمیں کھانے کو وہ اور فتوے دینے کو یہ، کلمہ اس کا لیکن نسبت اس کی طرف، سیکڑوں حدیثیں ہیں جو اس تقلید کی بدولت نا قابل عمل ٹھہرالی گئیں، آج یہ حالت ہوگئی کہ ایک مسلمان کو آیت سنائیں، حدیثیں بتائیں تو اس کی تشفی نہیں ہوتی، ہاں کسی امام کا قول دکھائیں تو اس کی دل جمعی ہو جاتی ہے، بخاری مسلم وہ نہیں سمجھ سکتا لیکن ہدایہ شرح وقایہ اس کی گھٹی میں اتر جاتی ہیں، قرآن کی آیت پر وہ عمل نہیں کر سکتا لیکن قول فقیہ پر اسے عمل کرنا ضروری ہے۔

مسلمانو! دل دکھتا ہے آنکھیں روتی ہیں، کلیجہ کڑھتا ہے، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، سر چکرانے لگتا ہے پتہ پانی ہو جاتا ہے جب ہم کسی سے سنتے ہیں کہ ہاں حدیث میں تو یہ ہے لیکن میرے امام کا مذہب یہ ہے۔

کیسی امت ہے کہ ارشاد نبی سن کے کہے
میں تو حنفی ہوں نہ مانوں گا یہ فرمان حدیث

حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے فرماتے ہیں

اللہ سے ڈرو اور اپنی رائے سے دین میں قیاس نہ کرو، پہلا وہ شخص جس نے قیاس کیا ابلیس تھا، اللہ نے اسے حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرے اس نے کہا میں اس سے افضل ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے، اچھا

ابو حنیفہ یہ تو بتاؤ کہ وہ کون سا کلمہ ہے؟ جس کا اول شرک ہے اور آخر ایمان ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا میں نہیں جانتا؟ فرمایا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اگر لا الہ کہہ کر رک گیا تو مشرک ہو گیا، ساتھ ہی الا اللہ بھی کہہ لیا تو ایماندار بن گیا، تم پر افسوس ہے، اچھا یہ تو بتلاؤ کہ کسی کو مار ڈالنے کا گناہ بڑا ہے؟ یا زنا کا گناہ بڑا ہے؟

جواب دیا کہ مار ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے، تو امام جعفر صادق نے فرمایا دیکھو مار ڈالنے میں دو گواہوں کی گواہی شرعاً کافی ہے، لیکن زنا کے گواہ جب تک چار نہ ہوں اس جرم کا ثبوت شرعاً ثابت نہیں ہوتا پھر تمہیں قیاس کرنے کا حق کیسے ہو گیا؟ اچھا بتلاؤ تو روزہ بڑا یا نماز؟ جواب دیا نماز! فرمایا پھر کیا وجہ ہے؟ کہ حائضہ عورت کو روزوں کی قضا کا حکم ہے اور نمازوں کی قضا اس پر نہیں؟ بندۂ خدا خدا سے ڈر جاؤ، اور قیاس کرنا چھوڑو ہمیں بھی خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور تمہیں بھی، ہم تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے یوں فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا لیکن تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو یوں کہنا پڑے گا کہ ہم نے یہ قیاس کیا اور ہماری رائے یہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ وہ کرے گا جو وہ چاہے۔

(اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۹۳)

بارگاہ ایزدی میں ہے وہی برتر عزیز
جس کے دل کو ہے حدیث ساقی کوثر عزیز

برادران! آیت مندرجہ بالا میں پہلا حکم خدا کی اطاعت کا ہے پھر رسول کی اطاعت کا، ان دونوں کی اطاعت اس وقت تک ہو نہیں سکتی جب تک آپ قرآن حدیث سے پوری واقفیت حاصل نہ کرلیں اور جب آپ ان دونوں سے پورے واقف ہو گئے ان کا علم سیکھ لیا پھر آپ کو تقلید کی ضرورت ہی کیا رہی؟ اولی الامر کی اطاعت اگر آپ ضروری ہی بتلاتے ہیں تو ہم چاروں اماموں سے صحابہ سے، تابعین سے، بزرگان دین سے، مجتہدین اور محدثین سے، تقلید کی ممانعت اسی اپنی کتاب میں نقل کر آئے ہیں، پس اولی الامر کی اطاعت بھی [illegible] ہے کہ ان

کی تقلید کو چھوڑ دی جائے افسوس! امام کچھ کہیں آپ کچھ کریں اور پھر تقلید کا دعویٰ بھی ہو۔

سارت مشرقة وسرت مغرباً ؏ شتان بین مشرق ومغرب

حدیث میں ہے ''ان کل محدثة ضلالة وکل ضلالة فی النار ''(۱) (دین میں) جو چیز نئی نکلے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے پس تقلید جو چوتھی یا چھٹی صدی کی ایجاد ہے قطعاً محدث ہے اور قطعاً بدعت ہے اے ایک خدا والو! ایک نبی والو! ایک قرآن والو! ایک قبلے والو! ایک دین والو! یہ کیا مصیبت ہے کہ آج حنفی کہیں ہمارے امام کا قول یہ ہے اور ہمارے مذہب میں یوں ہے اس کے خلاف شافعی کہیں ہمارے امام کا قول یہ ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے، اور یہی آواز حنبلیوں کی طرف سے اٹھے اور اسی کی نقل مالکیوں کی طرف سے کی جائے۔

مسلمانو! اس افتراق کو مٹادو، آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور سب مل کر خدا کی رسی قرآن وحدیث کو مضبوط تھام لو، تقلید شخصی نقیض ہے اتباع قرآن وحدیث کی، اور جب قرآن حدیث کو آپ سب ثابت شدہ مانتے ہیں تو تقلید کو باطل ماننا ضروری ہے، اگر تقلید فرض ہے تو اجتہاد حرام ہوگا حالانکہ استدلال واجتہاد پر آپ کے مذہب کا مدار ہے، پس تقلید کا بطلان لازمی امر ہے میں نے اس آیت کے متعلق باوجود اختصار رسالہ کے کچھ زیادہ کہہ دیا اس لئے کہ اسی آیت کو آج کل ثبوت تقلید کے موقع پر اولاً پیش کیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک ہی مرتبہ اس رسالہ کو اس مسئلہ میں کامل کر دیا جائے۔

---

(۱) ترمذی بحوالہ اعلام ج۲ ص: ۲۲۶ بروایت عرباض بن ساریہ – اعلام میں الفاظ یہ ہیں ''ایاکم ومحدثات الأمور فان کل محدثة ضلالة اور ترمذی کے موجودہ نسخوں میں ایاکم ومحدثات الامور فانها ضلالة ہے۔ ملاحظہ ہو ترمذی ج۲ ص: ۹۶ باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة – اور اس روایت میں کل ضلالة فی النار نہیں ہے بلکہ یہ ٹکڑا نسائی میں ہے – ملاحظہ ہو نسائی جلد ۱ ص: ۱۷۹ کتاب صلوة العیدین باب کیف الخطبة۔

بسیار اگر نظر بہ رخت می کنم مرنج ؏ بسیار ہم گذشتہ کہ رویت نہ دیدہ ام

برادران! مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے کے لئے، مسلمانوں میں سے ایک بدعت کو ہٹانے کے لئے، مسلمانوں کا تعلق رسول خدا ﷺ سے صحیح معنیٰ میں قائم کرنے کے لئے میں نے بہت کچھ لکھا، پوری کوشش کی ہر طرح سے سمجھا دیا، تمام اونچ نیچ دکھادی، برائی بھلائی سامنے کردی، خیر خواہانہ طور پر اصلاح کے ارادے سے مبلغ کی حیثیت سے اپنے فرض سے ادا ہونے کے لئے، خدا سے ڈر کر، اپنا مرنا سامنے رکھ کر، دیانت داری اور ایمانداری سے، آپ کو مسئلہ تقلید کی حقیقت سمجھادی، آپکو اگر میری کوئی بات ناگوار خاطر گذری ہو تو سمجھ لیجئے کہ طبیب کے نسخے میں کبھی چرائتہ اور اندرائن بھی ہوتا ہے لیکن ہوتا ہے وہ مرض کے نفع کے لئے ہی، اگر کہیں کوئی بات کڑوی لگی ہو تو سمجھ لیجئے کہ زنگ چھڑانے کیلئے لوہے کو آگ میں ڈال کر تپایا جاتا ہے۔

افشائے محبت کا جو تھا خوف تو ہر اشک
دامن میں چھپا تھا کوئی پلکوں میں نہاں تھا

بخدائے لایزال میرا مقصود یہی اور صرف یہی ہے کہ احکام شرع کا جاری کرنے والا ہم سوائے خدا اور سوائے خدا کے رسول کے کسی اور کو نہ سمجھیں، میری یہ کتاب میں ہی جانتا ہوں کہ کس پوری تحقیق اور جگر سوزی سے میں نے لکھی ہے، نہ میں کسی سے داد کا خواہاں ہوں نہ تعریف کا چاہنے والا ہوں، نہ اعتراض مقصود ہے نہ دل آزاری، صرف ایک مسئلہ کی حقیقت علمی اور شرعی طور پر ظاہر کرنی منظور ہے اس امید پر کہ شاید کوئی بندۂ خدا اس سے نصیحت حاصل کرے، اور حق کو قبول کرے، ایک بھی اگر راہ راست پر آ گیا تو میں نے بھر پایا پس آپ نہ مجھے اماموں سے بدعقیدہ سمجھیں نہ بزرگوں کی جناب میں گستاخ خیال کریں، نہیں نہیں میں بزرگان دین کی عزت کرنا ایمان سمجھتا ہوں، چاروں اماموں کو اپنا بزرگ جانتا ہوں، ان کے علم وفضل زہد وتقویٰ کا دل سے قائل ہوں، ہاں ایسا بزرگ بجز

ذات نبی کے مخلوق میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اس کی تمام باتیں شرعی احکام مجھی جائیں، یہی آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ بزرگوں کو مانو لیکن رسول خدا کا خادم انہیں جانو، شریعت کے وہ مبلغ ہیں، لیکن شارع نہیں، مجتہد مجتہد ہی ہیں نبی نہیں، امام امام ہی ہیں رسول نہیں، اجتہاد غلطی سے پاک نہیں، غلطی سے مبرا وحی ہے، میری اس حق گوئی کے باعث مجھ سے عداوت نہ باندھو، اپنے خیر خواہ کو اپنا دشمن نہ جانو، آگے آپ کی مرضی۔

عزیزو بارسنت کا لیا سر پر جو ہو سو ہو
کیا اب نوش جام ساقی کوثر جو ہو سو ہو
چلا اس راہ میں جاں آبرو کھو کر جو ہو سو ہو
کروں منزل کو طے میں یا کہ جاؤں مر جو ہو سو ہو

آؤ میں ایک آخری بات کہہ کر پھر دعا مانگ کر اپنی اس کتاب کو ختم کردوں مسلمان بھائیو! اے چاروں مذہب کے الگ الگ ماننے والو! اے ایک امام کی تقلید کو فرض وواجب جاننے والو! فرض کرو کہ آج چاروں ائمہ زندہ موجود ہیں اور رسول خدا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ بھی زندہ موجود ہیں، کہو اور ایمان سے کہو، کہو اور دیانت داری سے کہو کہ تم مسئلے مسائل کس سے پوچھو گے؟ کس کی باتیں مانو گے؟ کس کی اتباع اور اطاعت کرو گے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ سب کا جواب ہوگا کہ احمد مجتبیٰ پیغمبر خدا شافع روز جزا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی، پس آؤ آج نہ پیغمبر ہیں نہ امام ہیں ان کی بھی کتابیں اور ان کی بھی کتابیں، پس ہم حدیث کی کتابوں کو مانیں اور فقہ کی کتابوں کو چھوڑیں، فرمان رسول کو لے لیں اور اقوال ائمہ کو چھوڑ دیں، اتباع نبوی کرلیں اور تقلید شخصی ترک کردیں، طریق محمدی پر چل پڑیں، اور محمدی بن کر محمد ﷺ کے قدموں میں جنت الفردوس میں اپنی جگہ بنالیں

چاروں طرف ہے دھوم کہ دیکھا ہلال عید
خوش ہیں کہ ہونے والا ہے کل کو وصال عید

اللہ اپنے اس ضعیف غلام کی آواز اپنے بندوں کے کانوں تک پہنچادے! اللہ ہمیں نیک سمجھ دے! اور اپنے نبی کے عشق کی لگن لگادے! خدایا میری آواز میں اثر دے! ہم سب کو حق پر چلا! نبی کی راہ لگا! ہماری خطاؤں سے درگذر فرما! ہمیں باطل کی دلدل میں نہ پھنسا! ہمیں گلشن وگلزار قرآن وحدیث کی معنبر ومعطر ہوائیں کھلا! دنیا میں اپنے نبی کی طرف منسوب رکھ! اور آخرت میں آپ ہی کے جھنڈے تلے جمع کر! آپ کی شفاعت نصیب فرما! آپ کے ہاتھوں جام کوثر پلا! اور آپ کے پیچھے پیچھے جنت میں لے جا! اور آپ کے قدموں میں جگہ عنایت فرما! آمین! آمین! اللہ الحق آمین!

یارب مروں میں سنت خیر الوریٰ کے ساتھ
محشر میں بھی کھڑا ہوں شفیع الوریٰ کے ساتھ

والسلام۔ محمد (جونا گڈھی) مدرس مدرسہ محمدیہ۔ مدیر اخبار محمدی اجمیری دروازہ دہلی

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین

مراجع ومصادر

نام کتاب	مطبع / مکتبة
قرآن مجید	
مؤطا امام مالک	مکتبہ تھانوی دیوبند
شفاء قاضی عیاض	فاروقی کتب خانہ ملتان
جامع ترمذی	مکتبة اشرفیہ دیوبند
صحیح بخاری	مکتبة اشرفیہ دیوبند
صحیح مسلم	مکتبة اشرفیہ دیوبند
مسند احمد	مطبعة المیمنة مصر
کنز العمال	دائرة المعارف حیدرآباد
مستدرک حاکم	دارالکتاب العربی بیروت
شعب الایمان	دارابن کثیر بیروت
ضعیف الجامع الصغیر للالبانی	المکتب الاسلامی
تفسیر مظہری	مکتبة رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
حجة اللہ البالغہ	مکتبة اشرفیہ دیوبند
سنن ابوداؤد	مکتبة اشرفیہ دیوبند
شرف اصحاب الحدیث	محبوب المطابع دہلی
المدخل للبیہقی	المکتب الاسلامی بیروت
سنن ابن ماجہ	داراحیاء العربیة مصر
سلسلة الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ	المکتب الاسلامی بیروت

مشکوٰة المصابیح	مکتبة اشرفیہ دیوبند
تحفة الاحوذی	مکتبة الفہیم مئو
اعلام الموقعین (عربی)	اشرف المطابع دہلی
تفسیر ابن کثیر (عربی)	بیروت
فتح الباری	مکتبة اشرفیہ دیوبند
سنن دارمی	دارالکتاب العربی بیروت
عقد الجید	دارالفتح شارقہ
صحیح الجامع الصغیر للالبانی	المکتب الاسلامی
الردالمحتار المعرف بہ فتاوی شامی	مکتبة زکریا دیوبند
بوستان سعدی	مکتبة تھانوی دیوبند
عون المعبود	برائٹ پریس لاہور
ہدایہ	مکتبة اشرفیہ دیوبند
نسائی	مکتبة اشرفیہ دیوبند
مصنف عبدالرزاق	المجلس العلمی
فتاوی قاضی خان	منشی نول کشور لکھنؤ
حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح	مکتبة اشرفیہ دیوبند
درمختار	مکتبة زکریا دیوبند
اصول الشاشی	شاہد بک ڈپو دیوبند
مختصر تفسیر ابن کثیر	دارالقرآن بیروت
المیزان الکبری للشعرانی	اکمل المطابع دہلی
جامع العلم	الحلیة لابی نعیم

محلی بالآثار	دارالکتب العلمیہ بیروت
السنن الکبریٰ للبیہقی	دارالمعرفۃ بیروت
قدوری	مکتبۃ امدادیۃ دیوبند
نورالانوار	مکتبۃ تہانوی دیوبند
مسلم الثبوت	مطبع مجیدی کانپور
مجمع الزوائد للہیثمی	دارالکتاب العربی بیروت
منیۃ المصلی	مطبع مجید کانپور
شرح وقایہ	مکتبۃ اشرفیہ دیوبند
زادالمعاد	موسسۃ الرسالہ بیروت
صحیح سنن الترمذی للالبانی	المکتب التربیۃ العربیۃ
الفوائد البہیۃ	کوہ نور پریس دہلی
مراقی الفلاح	مکتبۃ تہانوی دیوبند
فتاوی عالمگیری	مکتبۃ زکریا دیوبند
بدائع الصنائع للکاسانی	مکتبۃ زکریا دیوبند
البحرالرائق	مکتبۃ زکریا دیوبند
دارقطنی	دارالمحاسن بیروت
مسند ابوداؤد للطیالسی	دائرۃ المعارف حیدرآباد
الفتح الربانی لترتیب مسند احمد	داراحیاء التراث العربی
ارواء الغلیل	المکتب الاسلامی
ابن خزیمہ شرکۃ الطابعۃ العربیۃ	شرکۃ الطابعۃ العربیۃ الریاض
مسند حمیدی	علی پریس مالیگاؤں

توضیح مع تلویح	نول کشور لکھنؤ
موطأ امام محمد	مکتبہ تھانوی دیوبند
شرح معانی الآثار للطحاوی	یاسر ندیم کمپنی دیوبند
مجموعہ فتاوی عبدالحیٔ لکھنوی	مطبع یوسفی لکھنؤ
اشرف الہدایہ	مکتبہ تھانوی دیوبند
الغنیۃ تطالبی طریق الحق	مکتبۃ اشاعت اسلام دہلی
الملل والنحل	دارالمعرفۃ بیروت
منتخب کنز العمال	مطبعۃ میمنۃ مصر
امداد الفتاوی	مکتبہ دارالعلوم کراچی
تاریخ الخلفاء	مطبع مجتبائی دہلی
بلوغ المرام	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
قیام اللیل للمروزی	رفاہ عام لاہور
تفسیر نسفی	اصح المطابع بمبئی
معالم التنزیل للبغوی	اصح المطابع بمبئی
تفسیر کشاف	دارالمعرفہ بیروت
فتح القدیر	دارالفکر بیروت
تفسیر القرآن العظیم	العرفان کویت
الجامع الاحکام القرآن	دارالکتاب العربی
ایسر التفاسیر	مکتبہ للدعایۃ والاعلان
ابن حبان	
تفسیر ابن کثیر (اردو)	

تلبیس ابلیس	
میزان الاعتدال	
تقریب التهذیب	
کتاب الکنیٰ والاسماء للشیخ ابن بشر	
طبقات ابن سعد	
تاریخ طبری	
اصول الکرخی	
تنویر الابصار	
حاشیة الطحاوی علی الدر المختار	
عمدة الرعایة	
ابن الجارود	
ابوعوانه	
مجمع الانهر	
اشرف الهدایه	
فتاویٰ بزازیه	
بلوغ الامانی	
تیسیر شرح تحریر	
العقد الفرید لبیان الراجح من جواز.	
الفوز الکبیر	
تاویل مختلف الحدیث	
الفقیه والمتفقه	

الاباطیل للجورقانی	
قواعد الحدیث	
حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار	
قرطبی	
الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	
فتاوی سراجیه	
الکامل لابن عدی	
تاریخ بغداد	
اصول الدین	
تاریخ اهل حدیث	
شرح السنة	
شذرات الذهب	
قواعد الحدیث	
شرح مسلم للنووی	
الاعتصام للشاطبی	
طبرانی	
کتاب الزهد للبیهقی	
مسند ابویعلی	
تفسیر ابن کثیر (اردو)	

☆☆☆

درایت محمدی

تالیف: مولانا محمد صاحب جونا گڈھی رحمہ اللہ

حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ہدایہ کی پوری طرح چھان بین کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ ہدایہ میں امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام یوسف، امام شافعی، امام مالک وغیرہ کے مذاہب بیان کرنے میں، تاریخی واقعات نقل کرنے میں موقوف اور مرفوع حدیث کی تمیز میں، اور راویوں کے ناموں میں مصنف ہدایہ نے فاش غلطیاں کی ہیں، ہدایہ میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو بالکل لاپتہ اور بے اصل ہیں بہت سی صحیح حدیثوں سے انکار اور حدیثوں میں حذف واضافہ بھی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ کتب فقہ کے تمام مسائل امام ابوحنیفہ کے نہیں، ہدایہ میں خود امام صاحب کے اقوال میں حلال وحرام کا اختلاف موجود ہے اس کے علاوہ ہدایہ کے ایک سو خلاف عقل ونقل مسائل اور امام صاحب اور ان کے شاگردوں کے ایک سو اختلافی مسائل قرآن وحدیث کے مسائل میں قیاس کے ذریعہ رد وبدل کے نمونے بھی آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

امام محمدی

یعنی امام ابوحنیفہ تاریخ بغداد کے آئینے میں

چوتھی صدی کے ایک بزرگ محدث علامہ خطیب کی مشہور ومعروف کتاب تاریخ خطیب بغدادی کے ایک جزء کا اردو ترجمہ، امام ابوحنیفہ کے مناقب ومثالب کے دونوں پہلو۔ آپ کی عقلمندی زیرکی دانائی اور زہد وتقوی کا بیان، حدیث رسول کے بارے میں آپ کی رائے، اپنے فتوے کے خلاف حدیث سن کر بھی آپ کا اسے بے پرواہی سے ٹالنا اور اپنے فتوے پر جمے رہنا۔ سند حدیث میں آپ کی لاابالی، آپ کا اپنے قیاسی مسائل کی نسبت سراسر باطل ہونے کا احتمال ظاہر کرنا، امام ابو یوسف کو اپنے اقوال کے لکھنے سے روکنا اور اس کے علاوہ موافقین ومخالفین کے بے لاگ تبصرے اور تنقید افراط وتفریط سے بچنے کا جذبہ رکھنے والوں کے لئے ایک نادر تحفہ، اصل عربی کتاب کا بیروت کے جدید طبع شدہ نسخہ سے مقابلہ ومراجعہ۔

شمع محمدی

احادیث رسول اور فقہ حنفی ایک تقابلی جائزہ

یہ وہ کتاب ہے جس میں احادیث رسول اور فقہ حنفی کا تقابل پیش کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ حنفی مذہب حدیث کے خلاف نہیں، موجودہ کتب فقہ میں وہی ہے جو حدیث میں ہے، اس دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لئے اس کتاب میں ڈیڑھ سو سے زائد حدیثیں جمع کی ہیں جن میں سے ایک کو بھی حنفی مذہب نہیں مانتا، ان حدیثوں کے یکسر اور صریح خلاف فقہ حنفی کے مسائل ہیں، ہر حدیث اس کتاب میں مع عربی عبارت ترجمہ وحوالہ منقول ہے اس کے بالمقابل جو مسئلہ فقہ کا ہے وہ بھی اسی طرح مع عبارت وترجمہ وحوالہ ہے تاکہ حق وباطل میں صاف تمیز ہو جائے۔

مصنف نے کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ اور آخر میں ایک خاتمہ بھی لکھا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ فقہ اور چیز ہے حدیث اور چیز ہے، تقلید شخصی اور چیز ہے اتباع سنت اور چیز ہے، محمدی جماعت الگ ہے، اور حنفی گروہ الگ ہے۔

نکاح محمدی

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا شرعی حکم

جس میں ایک ساتھ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کے ایک ہونے، اور خوراکی پوشاکی وغیرہ نہ دینے کی صورت میں عورت کے علحدہ ہو جانے اور گم شدہ خاوند کی عورت کے اور کسی سے نکاح کر لینے وغیرہ کے مسائل کو قرآن وحدیث وغیرہ کے سینکڑوں دلائل سے ثابت کیا ہے اور ان کے خلاف جو دلیلیں دی جاتی ہیں ان کے سینکڑوں جواب دیئے ہیں۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

فضائل محمدی

حضرت امام خطیب بغدادی کی کتاب شرف اصحاب الحدیث جو چوتھی صدی کی تصنیف ہے، اس میں بدعتوں اور بدعتیوں کی مذمت، رائے قیاس اور کلام کی مذمت اہل حدیث کی فضیلت قرآن سے حدیث سے اقوال صحابہ سے تابعین محدثین اور مجتہدین سے حدیث کے حفظ کرنے کی فضیلت، اہل حدیث کا ناجی فرقہ ہونا، اہل حدیث کا حق پر ہونا، اہل حدیث کا قرآن میں ذکر اور تعریف، علم حدیث کی فضیلت تمام عبادتوں پر، اہل حدیث کی برائی میں جو اقوال پیش کئے جاتے ہیں ان کا معقول جواب اس میں ثبوت ہے کہ صحابہ، تابعین، ائمہ دین سب اپنے تئیں اہل حدیث ہی کہتے تھے

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

ارشاد محمدی

جس میں دیوبندی جماعت کے پیشوا مولانا اشرف علی تھانویؒ کے رسالہ ''الاقتصاد'' کا بھرپور جواب دیا گیا ہے، مولانا محمد صاحب جوناگڈھی نے تھانوی صاحب کے تقلیدی دلائل کے ایک سو جواب دیئے ہیں تقلید کے موضوع پر نادر و نایاب بحثیں آگئی ہیں ساتھ ہی متنازعہ فیہ کتاب ''بہشتی زیور'' کے حیاسوز اور خلاف شریعت مسائل کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں حنفیہ مقلدین کا چہرہ دیکھا جاسکتا ہے۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

دلائل محمدی (اول)

جس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے، رفع الیدین کرنے، اور اونچی آواز سے آمین کہنے کے واضح دلائل احادیث سے، حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے اور اولیاء اللہ کے ملفوظات سے درج ہیں، اور حنفی مذہب کے معتبر علماء کا اہل حدیث کی حقانیت کا اور اہل حدیث کے ساتھ اور پیچھے نماز جائز ہونے کا فتویٰ اور اہل حدیث کو مسجدوں سے روکنے کی حرمت کا ثبوت موجود ہے

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

دلائل محمدی (دوم)

جس میں الحمد نہ پڑھنے کی دلیلوں کے ۱۶۲ جوابات ہیں، آمین بلند آواز سے نہ کہنے کی دلیلوں کے ۶۸ جوابات ہیں، رفع الیدین نہ کرنے کی دلیلوں کے ۸۹ جوابات ہیں، ناف تلے ہاتھ باندھنے کی روایت کے دس جوابات ہیں، اور ان چاروں مسائل کا نہایت ٹھوس اور زبردست ناقابل انکار اور لاجواب ثبوت قرآن وحدیث اور کتب فقہ سے قابل دید ہے۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

ایمان محمدی

حضرت امام بیہقیؒ کی چوتھی صدی کی مشہور کتاب شعب الایمان کے مختصر کا ترجمہ جس میں ایمان کی ۷۰ شاخوں کا تفصیل وار بیان ہے ہر شاخ کا بیان قرآن وحدیث، اقوال بزرگان وغیرہ سے بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔

درود محمدی

جس میں مروجہ فاتحہ کی اور تیجے دسویں، بیسویں، چالیسویں، ششماہی برسی عرس، جمعرات، چاندرات، شب برات تبارک نذر و نیاز غیر اللہ وغیرہ غرض موت کے بعد کی کل رسموں کی تردید قرآن وحدیث، اجماع، قیاس، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین مجتہدین چاروں اماموں اور چاروں مذہبوں سے سینکڑوں دلیلوں سے تفصیل وار کی گئی ہے، اور جتنی دلیلیں ان کاموں کے کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں ہر ہر دلیل کے کئی کئی لاجواب جواب دیئے ہیں، امید ہے کہ اس رسالے کو انصاف سے دیکھنے والے ان بدعتوں اور فضول خرچیوں سے ضرور بچ جائیں گے۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آ گئی ہے۔

مشکوٰۃ محمدی

حیدر آباد کے ایک بدعتی مولوی نے اہل حدیث کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی وہ کتاب کیا تھی؟ گویا حدیث وقرآن کی دشمنی میں جتنی اردو کتابیں ہیں سب کا مجموعہ تھی الحمد للہ مولانا محمد صاحب جوناگڑھی نے اس کا وہ دنداں شکن جواب لکھا جس سے قرآن وحدیث کی پابند جماعت اور چمک اٹھی، دنیا اجالے میں آ گئی، تقلید کے ثبوت میں حنفی حضرات جتنی عقلی نقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں سب کے جواب سواد اعظم والی حدیث سے جو حنفی دلیل لیتے ہیں انہیں اس کے ۲۴ جوابات، امام ابوحنیفہ کی کم علمی، حنفیوں کی حدیث سے دشمنی، جتنی تہمتیں اہل حدیث پر رکھی جاتی ہیں سب کا تفصیلی ازالہ، چاروں اماموں سے تقلید کی حرمت، ان ائمہ کا اہل حدیث ہونے کا ثبوت، لقب اہل حدیث کے قدیم ہونے کا ثبوت، حنفی مذہب کے فسانوں اور کہانیوں کی تردید اس میں درج ہیں

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آ گئی ہے۔

مجدد ملت علامہ ابن قیم الجوزیہ کی مشہور زمانہ معرکۃ الآراء کتاب

اعلام الموقعین

کا مکمل اردو ترجمہ ۲ جلدوں میں (۱۲۵۰ صفحات)

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی کے قلم سے

اس کتاب میں نہایت سنجیدہ اور علمی وتحقیقی انداز میں تقلید وقیاس کی پیچیدہ اور گمراہ کن وادیوں کے مفاسد وخطرات سے بچانے کے لئے اسلام کی روشن شاہراہ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، یہاں آپ کو شریعت کا حقیقی چہرہ نظر آئے گا اور اس کے اردگرد بزرگوں کی حسین داستانوں کے جو جالے تان دیئے گئے تھے اس کی تنقیح ملے گی۔

تقلید کے موضوع پر بیسیوں علمی اور اصولی بحثیں ہیں، فقہ وحدیث کے مراتب کی طرف نشان دہی کی گئی ہے، مروجہ مذاہب کے لچر پوچ دلائل اور ان کے مکر وحیلہ کی خوب خبر لی گئی ہے، اس کتاب میں شریعت کا وہ حقیقی چہرہ نظر آئے گا جو ہر طرح کی آمیزش وآلائش سے پاک تھا جس پر صحابہ کرام کا عمل تھا، اس کتاب میں درجنوں ایسے مباحث ہیں جن سے اکثر کتابیں خالی ہیں، مباحث، محکم دلائل اور شگفتہ انداز واسلوب سے پر ہیں، جو حضرات مذہبی معلومات کا شوق رکھتے ہیں اور اصل عربی کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکتے، ان کے لئے یہ کتاب ایک تحفہ ہے، چونکہ اسلام کے اندرونی مذاہب ومشارب کی پیچیدگیوں سے عموماً مسلمان باخبر نہیں اس لئے بسا اوقات ان کا مذہبی شغف غلط راہوں میں ضائع ہو جاتا ہے اس کتاب کا مطالعہ ان پر واضح کر دے گا کہ حکمت ودانش کی حقیقی راہ کن لوگوں کی ہے؟ کتاب وسنت کی یا اصحاب جدل وخلاف کی، کتاب کے آخر میں نبی اکرم کے بارہ سو (1200) فتاوے بھی ہیں، غرض پوری کتاب معلومات کا خزینہ ہے۔

تصحیح شدہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن، اعلیٰ اور معیاری طباعت، عمدہ کاغذ، گولڈن جلدیں، پہلی فرصت میں رابطہ قائم کریں۔ کتابیں بذریعہ V.P ڈاک بھی روانہ کی جاتی ہیں۔

یہ کتاب!



مولانا محمد جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز علمائے اہل حدیث میں تھے، اپنے فکر و مسلک کی اشاعت اور اس راہ میں احناف اور دیگر مکاتب فقہ کے رد میں انھوں نے خاصی تحریریں سپرد قلم کیں، اب مئو کی اہل حدیث اکیڈمی ان کو ازسر نو شائع کرنے میں مصروف ہے، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں سنت پر عمل، حب نبوی ﷺ کی علامت و اہمیت، ترک تقلید اور خاص طور پر فقہائے حنفیہ کے رد کو موضوع بنایا گیا ہے، مسلکی اختلافات کے مطالعے کا شوق رکھنے والوں کے لیے اس کتاب میں دلچسپی کا سامان ہے، مناظرانہ بحثوں کا اپنا ایک خاص رنگ ہوتا ہے جہاں جواب اور جواب الجواب کے امکانات کے در ہمیشہ وا رہتے ہیں اثنائے بحث شدت جذبات اور زور کلام میں زبان و دہن کے بگڑنے کا موقع بھی رہتا ہے لیکن اس کتاب کی یہ خوبی ہے کہ عموماً زبان شائستہ اور لہجہ دردمند ہے اور یہ بہت غنیمت ہے کتاب کے لائق محشی نے احادیث اور روایات کی تخریج اور مراجعت محنت سے کی ہے......

معارف، اعظم گڑھ، یوپی
مارچ ۲۰۰۱ء

اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن

PRINT ART Delhi. Ph. & Fax : 3634222 (R) 3622183

Rs 130-00